۵- پیرِ انصار از شرابِ شوق خوردہ جرعہ ہمچو مجنوں گردِ عالم مست و حیراں شُد	۵- پیرِ انصار تیرے شوق کی شراب کا ایک گھونٹ پی کر مجنوں کی طرح جہان میں مست اور حیران ہو گیا +
۶- صد ہزاراں عاشقِ سرگشتہ بینم بر اُمید در بیابانِ غمت اللہ گویاں آمدہ	۶- لاکھوں سرگردان عاشقوں کو میں دیکھتا ہوں کہ امید (دیدار) سے تیرے غم کے جنگل میں اللہ اللہ پکارتے ہیں +

اے سخی بخششوں کے مرحمت کرنے والے اور اے رحم کرنے والے - خطاؤں کے پردہ پوش - اور اے بے نیاز کہ تو ذات و صفات میں بے مثال ہے - اور اے واحد لاشریک کہ ہماری سمجھ سے باہر ہے اور اے پیدا کرنے والے کہ تو گمراہوں کا راہنما ہے - اور اے قدرت والے - کہ تو خدائے کر[illegible]ق ہے - ہماری جان کو صفائی دہ اور ہمارے دل کو اپنی روشنی عطا کر - او[illegible]ے مرحمت وہ چیز عنایت کر جو بہتر ہو - اور ہماری آنکھ کو اپنی روشنی بخش +

رباعی	ترجمہ
یارب دلِ ما را تو برحمت جاں دہ درد ہمہ را بہ صبوری درماں دہ	اے پروردگار ہمارے دل کو اپنی رحمت سے زندہ کر - اور سب کے دردوں کے لئے صبر کا علاج عنایت کر +
ایں بندہ چہ داند کہ چہ مے باید ساخت دانندہ توئی ہر آنچہ بہتر آں دہ	یہ بندہ کیا جانتا ہے کہ کیا کرنا مناسب ہے - تو ہی جاننے والا ہے جو کچھ بہتر ہے وہی دہ +

اے خداوند تعالےٰ میں نے اپنی عمر برباد کی اور اپنے بدن پر میں نے ظلم کیا - میرے عذر کو قبول کر - اور ہمارے عیبوں کا خیال نہ کر - اے خداوند تعالےٰ نہ میں

رہ سکتا ہوں نہ پیچھے ہٹ سکتا ہوں میری دستگیری کر کیونکہ تیرے فضل سوا میری کوئی پناہ نہیں۔ اے خداوند تعالےٰ میں تو اپنی بدی کے سبب ہوں۔ تو اپنی ہستی کے صدقے میرے گناہ بخش۔ اے خداوند تعالےٰ میری تجدید بنیاد کو خراب نہ کر۔ اور میری اُمید کے باغ کو خشک نہ کر۔ اے خداوند تعالےٰ ہم نے دونوں جہان چھوڑ کر تیری محبت کو اختیار کیا۔ اور مصیبت کا لباس اپنے لئے قطع کیا۔ اور عاقبت کا پردہ پھاڑ ڈالا ایسا دل عنایت کر کہ جو باوفا ہو اور ایسی جان مرحمت فرما کہ تیری رضا پر راضی رہے۔ اور ایسا حال بخش کہ نفسانی خواہشوں کو ترک کر دے اور ایسا اقبال عنایت کر کہ دولت اور نیک بختی کا دروازہ کھل جائے۔ اور ایسا ذوق مرحمت کر جو نیاز کا سبق حاصل کرے۔ اور ایسا شوق بخش کہ حرص کی آنکھیں سی دے اور ایسا چاند عنایت کر کہ جس سے دل کا تنگ میدان روشن ہو جائے۔ اور ایسی آہ عنایت کر کہ سینے کو پھلواڑی بنا دے جس کو تو نے اپنی محبت کا داغ دیا اس کے وجود کے کھلیان کو نیستی کی ہوا سے برباد کر دیا میرے دل کو محبت کا داغ عنایت کر اور مجھے نیستی کی ہوا سے برباد نہ کر۔ اے خداوند تعالےٰ ایک دفعہ ہماری جان کو سلامتی عنایت کر اور ہم کو اپنی مہربانی سے اپنا فرمانبردار بنا۔ اور اپنی خوشی پر میری زندگی کو نباہ اور ہمیشہ ہم پر اپنی نظرِ عنایت کر اور اپنے بندوں سے مجھے شمار کر۔ اے خداوند تعالےٰ اگرچہ میرے پاس بندگی اور طاعت زیادہ نہیں لیکن تیرے سوا میرا اور کوئی نہیں۔ اے خداوند تعالےٰ تیرا فضل مہنگا نہیں اور میرا شکر اِنے کا دم ستا نہیں۔ اے خداوند تعالےٰ تیرے بغیر کسی سے خوشی حاصل نہیں ہوتی اور تیرے سوا کسی سے آزادی نہیں ملتی ✦

رباعی	ترجمہ
یارب بکرم برمنِ درویش نگر	اے پروردگار مجھ درویش پر نظرِ عنایت کر۔ اور
برحالِ منِ خستہ و دل ریش نگر	مجھ دکھیے اور زخمی دل والے کے حال پر نگاہ کر۔

از روئے کرم شادی و آزادی دہ	براہِ مہربانی مجھے خوشی اور آزادی مرحمت کر
بر من منگر بر کرمِ خویش نگر	میری حالت کی طرف نہ خیال کر بلکہ اپنی بخشش کی طرف دیکھ +

اے خداوند تعالےٰ جس نے تجھے پہچانا جو کچھ تیرے سوا تھا سب پھینک دیا۔ ایسا دل عنایت کر کہ تیرے کام میں میں جان پر کھیل جاؤں۔ اور ایسی جان مرحمت فرما کہ اُس جہان کے کام کو ٹھیک ٹھاک کروں۔ اے خداوند تعالےٰ ایسا نفس عنایت کر کہ حرص کا دروازہ ہم پر بند رہے۔ اور ایسی قناعت بخش کہ ہمارے لالچ کا مولا نہ کھلے۔ اے خداوند تعالےٰ میری دستگیری کر کیونکہ کوئی ایسا شخص نہیں جو میری مدد کرے۔ اور ہمارے عذر قبول کر کیونکہ ہم کہیں بھاگ نہیں سکتے۔ اے خداوند تعالےٰ یہ نہ پوچھ کہ میں کیا لایا ہوں تاکہ میری قلعی نہ کھل جائے۔ اور نہ پوچھ کہ میں نے کیا کیا ہے۔ تاکہ میں بے عزت نہ ہوں۔ اے خداوند تعالےٰ آخرت دہ تاکہ ہم دنیا سے بیزار ہو جاویں۔ اور توفیق عنایت کر تاکہ ہم اپنے دین میں پکے ہو جاویں۔ اے خداوند تعالےٰ ہمارا خیال رکھ تاکہ ہم پریشان نہ ہوں۔ اور راہِ راست پر لا تاکہ آوارہ و حیران نہ ہوں۔ اے خداوند تعالےٰ تو ہی ہمارے کام بنا کیونکہ دوسروں کو معلوم نہیں اور تو ہی نوازش کر کیونکہ اور کوئی نوازش نہیں کرتا۔ اے خداوند تعالیٰ ایسا دل عنایت کر جو کہ تیری فرمانبرداری میں لگا رہے۔ اور بندگی کی ایسی توفیق بخش جو بہشت کی رہنمائی کرے۔ اے خداوند تعالےٰ تجھے دریافت کرنا ہماری آرزو ہے لیکن یہ ہماری قوتِ بازو سے حاصل نہیں ہو سکتی اپنی مہربانی کو ہمارا رہنما بنا اور مجھے اپنا آشنا کر۔ اے خداوند تعالےٰ ایسا علم عنایت کر کہ اس میں حرص کی آگ نہ ہو۔ اور ایسا عمل دہ کہ جس میں ریا کا پانی نہ ہو۔ اے خداوند تعالےٰ ایسی آنکھ بخش کہ تیری ربوبیت کے سوا کچھ نہ دیکھے اور ایسا دل عنایت کر کہ تیری بندگی اختیار کرے۔ اے خداوند تعالےٰ ایسا نفس عنایت کر کہ بندگی کا بالا جان کے کان میں پہنائے۔ اور ایسی جان دہ کہ

ری ہر حکمت کا دارو نوش کرے۔ اے خداوند تعالےٰ جو کچھ تونے بویا ہے اسے
نی دہ۔ اور جو کچھ عبداللہ نے بویا ہے اسے برباد کر۔ اے خداوند تعالےٰ تیری محبت
ے مرے ہوئے سے خون نہیں نکلتا۔ اور تیرے جلے ہوئے سے دھواں نہیں
کلتا۔ تیرا مقتول قتل ہونے پر راضی ہے۔ اور تیرا جلا ہؤا جلنے پر خوش ہے ۔
مجھ کو اپنا مقتول بنا تاکہ میں خوش ہو جاؤں۔ اور اپنا جلا ہوا بنا تاکہ میں راضی ہو جاؤں
اے خداوند تعالےٰ جب ہم گناہ کرتے ہیں تو تیرا دوست رنجیدہ خاطر ہوتا ہے۔ اور
تیرا دشمن شیطان خوش ہوتا ہے۔ پھر جب ہمیں تو عذاب دیگا۔ تو تیرا دوست ناراض
ہوگا اور تیرا دشمن خوش۔ اے خداوند تعالےٰ دشمن کو دو خوشیاں نہ دہ اور دوست
کے دل میں دو غم نہ ڈال۔ اے خداوند تعالےٰ میں اپنے آپ میں بید کی طرح کانپتا
ہوں۔ تاکہ ایسا نہ ہو میری قیمت ہی کچھ نہ ہو۔ اے خداوند تعالےٰ ایک دفعہ فرما کہ
"تو میرا بندہ ہے"۔ تاکہ میری ہنسی عرش سے گذر جائے۔ اے خداوند تعالےٰ اگرچہ
کاسنی تلخ ہے۔ لیکن اُسی کے باغ کی ہے۔ اور عبداللہ اگرچہ مجرم ہے۔ لیکن اسی
کے دوستوں سے ہے +

رباعی	ترجمہ
پیوستہ دلم دم رضائے تو زند	ہمیشہ میرا دل تیری رضا کا دم مارتا ہے
جاں در تنِ من نفس برائے تو زند	اور جان میرے بدن میں تیرے لئے سانس لیتی ہے +
گر بر سرِ خاکِ من گیا ہے روید	اگر میری خاک پر گھاس اُگے۔ تو ہر پتے
از ہر برگ بوئے وفائے تو زند	سے تیری وفا کی بو آئے گی +

اے خداوند تعالےٰ تونے کہا کہ نہ کر اور پھر اسی پر مجھے لگائے رکھا۔ اور فرمایا
کہ کر اور پھر اس کے کرنے کی اجازت نہ دی۔ جو کچھ تونے فرمایا کہ نہ کر اُس کے کرنیکی

توفیق ہی نہ دے - اور جو کچھ تو نے کہا کہ کر اُس کے کرنے کی ہمت عطا کر- اے خداوند تعالےٰ جو جھنڈا تو نے خود کھڑا کیا ہے - اُس کو نہ گرا- اور جب کہ آخر کار تو بخشش ہی دے گا تو پہلے ہی مجھے شرمندہ نہ کر- اے خداوند تعالےٰ تابعدار ول کا بخش دینا تیرے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں- اور جو بخشش سب کو پہنچتی ہے وہ کس قدر ہے +

رباعی	ترجمہ
من بندۂ عاصیم رضائے تو کجا است	میں گنہگار بندہ ہوں تیری رضا کہاں
تاریک دلم نورِ ضیائے تو کجا است	ہے- میرا دل سیاہ ہے تیری روشنی کا نور کہاں ہے +
مارا تو بہشت گر بطاعت بدہی	ہم کو اگر بہشت طاعت کے بدلے
آں بیع بود لطف و عطائے تو کجا ست	تو دیوے- تو یہ بیع ہے تیری مہربانی اور بخشش کہاں ہے +

اے خداوند تعالےٰ جس کو تو پھینکتا ہے اس کو درویشوں سے ملا دیتا ہے - مجھے ان کا غلام بنا- اور ان کے دشمن کا دشمن بنا دے - اے خداوند تعالےٰ اگرچہ بہشت چشم و چراغ کی طرح ہے- لیکن تیرے دیدار کے بغیر درد اور داغ ہے +

قطعہ	ترجمہ
اگرچہ مشکِ اذفر خوش نسیم است	اگرچہ تیز بُو کستوری عمدہ خوشبو والی ہے
دمِ جاں بخش چوں بویت ندارد	مگر تیری بُو کی طرح جان بخشنے والا دم نہیں رکھتی +
مقامِ خوب دلخواہ است فردوس	بہشت اگرچہ دلپسند اور عمدہ جگہ ہے لیکن
ولیکن رونقِ کویت ندارد	تیرے کوچے کی سی رونق اس میں نہیں +

اے خداوند تعالےٰ جمال تیرا ہی ہے- باقی سب بدصورت ہیں- اور بہشت کے

خریدار زاہد بہشت کے فرو رہیں۔ اے خداوند تعالےٰ اگر تو مجھے دوزخ میں بھیجدے تو میرا کوئی دعوے نہیں۔ اور اگر بہشت میں بھیجے تو تیرے جمال کے بغیر میں اس کا خریدار ہی نہیں۔ اے خداوند تعالےٰ کاش کہ عبد اللہ خاک ہوتا تاکہ اس کا نام وجود کے دفتر سے پاک ہوتا +

رباعی	ترجمہ
دے آمدم نیامد از من کارے	میں کل آیا اور مجھ سے کوئی کام نہ
امروز زمن گرم نشد بازارے	ہوسکا۔ اور آج بھی مجھ سے گرم بازاری نہ ہوسکی +
ناآمدہ بودن بہ ازیں آمدنم	کل میں تیرے بھیدوں سے ناواقف
فردا کہ میروم بیخبر از اسرارے	ہوکر جاؤں۔ اس آنے سے میرا نہ آنا ہی بہتر تھا +

اے خداوند تعالےٰ اور لوگ شراب پرست ہیں اور میں ساقی پر۔ ان کی مستی فنا ہونیوالی ہے۔ اور میری باقی رہنے والی +

رباعی	ترجمہ
مستِ توام از جرعۂ جام آزادم	میں تجھ پرست ہوں پیالے کے گھونٹ
مرغِ توام از دانہ و دام آزادم	سے آزاد ہوں۔ میں تیرا پرندہ ہوں دانے اور جال سے آزاد ہوں +
مقصودِ من از کعبہ و بتخانہ توئی	کعبے اور بتخانے سے میرا مقصود تو ہی
ورنہ من ازیں ہر دو مقام آزادم	ہے۔ نہیں تو میں دونوں مقاموں سے آزاد ہوں +

اے خداوند تعالےٰ میں اپنی عاجزی سے واقف ہوں۔ اور اپنی بے بسی پر

خود ہی گواہ ہوں۔ میری مرضی تیری مرضی ہے۔ میں کیا طلب کروں۔ اے خداوند تعالےٰ میری فراق کی آگ کو اپنے وصال کے پانی سے بجھا۔ اور دوزخ کا خوف اپنے فضل سے مجھ سے دور کر۔ اے خداوند تعالےٰ اس روشن کئے ہوئے چراغ کو گل نہ کر اور اس جلے دل کو نہ جلا۔ اور اس سئے ہوئے پردے کو نہ پھاڑ۔ اور اس بلائے ہوئے بندے کو اپنی درگاہ سے دور نہ کر۔ اے خداوند تعالےٰ جو پایہ کہ بہت ٹوٹا ہوا ہے عبداللہ کی چھت پر رکھ۔ جب مجھ میں کچھ سکت تھی تو مجھے معلوم نہ ہوا۔ اب مجھے معلوم ہوا تو سکت نہ رہی۔ اے خداوند تعالےٰ اس نام کی عزت کے صدقے جو تجھے معلوم ہے۔ اور اس ذات و صفات کی عزت کے صدقے میری فریاد رسی کر کیونکہ تو کر سکتا ہے۔ اے خداوند تعالےٰ یہ چاشنی جو تو نے عنایت فرمائی اس کو پورا کر اور یہ بجلی جو تو نے چمکائی ہے ہمیشہ رکھ +

قطعہ	ترجمہ
یارب ز تو آنچہ من گدا میخواہم افزوں ز ہزار بادشاہ میخواہم	اے پروردگار یہ فقیر جو کچھ تجھ سے مانگتا ہے۔ ہزار بادشاہوں سے زیادہ مانگتا ہے +
ہر کس ز درِ تو حاجتے مے خواہد من آمدہ ام ز تو ترا میخواہم	ہر شخص تیرے دروازے سے کوئی نہ کوئی حاجت طلب کرتا ہے میں بھی آیا ہوں اور تجھ سے تجھے ہی طلب کرتا ہوں +

اے خداوند تعالےٰ میں نے اس رسالے کو ایک معجون بنایا ہے۔ اپنے روح کے فیض کے لئے اور زخمی دل یاروں کے لئے قرص تیار کیا ہے۔ مجھے اس معجون سے صفائی عنایت کر اور دوستوں کے دل کو شفا بخش۔ اے خداوند تعالےٰ اس بہشتی **فالودے** کو نگاہ رکھ اور سختی چھوڑ دے +

رباعی	ترجمہ
اے خالقِ حسن وقبح واخلاص وریا	اے نیکی۔خوبی۔برائی اوراخلاص اورریا کے
اے خالقِ روح وجسد وامراض وشفا	پیدا کرنے والے۔اور اے روح جسم اور مرض اور شفا کے پیدا کرنے والے +
ایں یوسفِ من کہ بے نظیر است بحُسن	اس میرے یوسُف کو جو خوبصورتی میں
در مصرِ جہاں عزیز و محبوب نماء	بے نظیر ہے۔جہان کے مصر میں عزیز اور پیارا بنا +

اے عبادت کی خصلت والے عابد شیخ بہار نے کیا ہی عمدہ فرمایا ہے۔کہ اگر عبادت اور بندگی سے خداوند تعالےٰ کے وصال کا قرب حاصل ہوتا۔تو عزازیل (شیطان) مردود نہ ہوتا۔اور اگر حسب ونسب (ذات پات) منظور ہوتا تو ابوجہل سنگسار نہ ہوتا۔مدعا یہ ہے کہ خدا کے کارخانے میں دم مارنے کی جگہ نہیں +

مثنوی	ترجمہ
گہ آری خلیلے ز بتخانۂ	کبھی تو بتخانہ سے خلیل پیدا کرتا ہے۔اور
کنی آشنائے ز بیگانۂ	بیگانے سے آشنا بناتا ہے +
گہے باچنیں گوہرِ خانہ خیز	کبھی تو ایسے گھرانے کے موتی ابوجہل
چو بوجہل راکنی سنگ ریز	کو کنکر بناتا ہے +

ابوجہل مکہ کی زمین سے پیدا ہوا اور ابراہیم بتخانے سے یہ کام محض عنایت کی وجہ سے ہے باقی سب بہانہ ہے۔ ع

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم	حسن بصرہ سے اور بلال حبش سے اور صہیب
زخاکِ مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی است	روم سے ہو اور ابوجہل مکے کی خاک سے یہ بڑے تعجب کی بات ہے +

حسن۔ بلال اور صہیب باوجود دور دراز ملک میں رہنے کے عارف تھے اور ان پر عنایت ہوئی۔ اور ابو جہل مکے میں پیدا ہو کر بھی دین محمدی سے محروم رہا ہے۔ اگرچہ نور کا حاصل ہونا فرمانبرداری اور بندگی سے ہے لیکن کام عنایت الٰہی سے ہی سرانجام ہوتا ہے +

رباعی	ترجمہ
آنجا کہ عنایتے الٰہی باشد	جہان پر خداوند تعالےٰ کی مہربانی ہو وہاں
فسق آخرِ کار پارسائی باشد	بدکاری بھی آخر کار پرہیزگاری ہو جاتی ہے +
آنجا کہ قہرِ کبریائی باشد	اور جس جگہ کہ خداوند تعالےٰ کا قہر ہو۔
سجادہ نشیں کلیسیائی باشد	وہاں سجادہ پر بیٹھنے والا بھی عیسائی ہو جاتا ہے +

اے پیارے دولتمند کو اپنے مال و دولت پر ناز ہوتا ہے۔ اور درویش وہ ہے جو قسمت سے موافقت کرتا ہے۔ تجھے معلوم ہو۔ کہ دنیا غرور کا مقام ہے۔ اور نشے کا شہر۔ اور ایسے ڈنگ کا زخم ہے جس کا کوئی مرہم نہیں۔ اور ابراہیم ادھم کی یہ چھوڑی ہوئی ہے۔ اور یہ ظلم اور تکلیف کا گھر ہے۔ جس کو جنید بغدادی نے دور کیا ہے۔ اور تلخی کا جان کو جلانیوالا گھونٹ ہے۔ جس سے شفیق بلخی نے منہ پھیر لیا ہے۔ غفلت اور بدنامی کا جیلخانہ ہے جو بایزید بسطامیؒ کی نظر میں لعنتی ہے۔ اور کم ہمت خود پرستوں کے لئے کلیسیا ہے۔ جس کو ابوالخیر ابو سعید نے رد کیا ہے۔ یہ متقی آدمیوں کی چھوڑی ہوئی اور بدبختوں کی سنبھالی ہوئی ہے۔ جو اس کا طلب کرنے والا ہے وہ بے عزت اور خوار ہے۔ اور اس کا دل بیمار ہے۔ اور اس کے عذر کی زبان کند ہے۔ اہل عبرت کے لئے یہ آیت دلیل ہے۔ قل متاع الدنیا قلیل (کہدے کہ دنیا کا اسباب تھوڑا ہے) اے پیارے قبرستان کی طرف خیال کر کہ اس میں کتنے ہی مقبرے اور مزار ہیں

حسن۔ بلال اور صہیب باوجود دور دراز ملک میں رہنے کے عارف تھے اور ان پر عنایت ہوئی۔ اور ابوجہل مکے میں پیدا ہو کر بھی دین محمدی سے محروم رہے۔ اگرچہ نور کا حاصل ہونا فرمانبرداری اور بندگی سے ہے لیکن کام عنایت الٰہی سے ہی سرانجام ہوتا ہے +

رباعی	ترجمہ
آنجا کہ عنایت الٰہی باشد	جہان پر خداوند تعالےٰ کی مہربانی ہو وہاں
فسق آخرِ کار پارسائی باشد	بدکاری بھی آخر کار پرہیزگاری ہو جاتی ہے +
آنجا کہ قہرِ کبریائی باشد	اور جس جگہ کہ خداوند تعالےٰ کا قہر ہو۔
سجادہ نشیں کلیسیائی باشد	وہاں سجادہ پر بیٹھنے والا بھی عیسائی ہو جاتا ہے +

اے پیارے دولتمند کو اپنے مال و دولت پر ناز ہوتا ہے۔ اور درویش وہ ہے جو قسمت سے موافقت کرتا ہے۔ تجھے معلوم ہو۔ کہ دنیا غرور کا مقام ہے۔ اور نشے کا شہر۔ اور ایسے ڈنگ کا زخم ہے جس کا کوئی مرہم نہیں۔ اور ابراہیم ادھم کی یہ چھوڑی ہوئی ہے۔ اور یہ ظلم اور تکلیف کا گھر ہے جس کو جنید بغدادی نے دور کیا ہے۔ اور تلخی کا جان کو جلانیوالا گھونٹ ہے جس سے شیقق بلخی نے منہ پھیر لیا ہے۔ غفلت اور بدنامی کا جیلخانہ ہے جو بایزید بسطامیؒ کی نظر میں لعنتی ہے۔ اور کم ہمت خود پرستوں کے لئے کلیسیا ہے جس کو ابوالخیر ابوسعید نے رد کیا ہے۔ یہ متقی آدمیوں کی چھوڑی ہوئی اور بدبختوں کی سنبھالی ہوئی ہے۔ جو اس کا طلب کرنے والا ہے وہ بے عزت اور خوار ہے۔ اور اس کا دل بیمار ہے۔ اور اس کے عذر کی زبان کند ہے۔ اہل عبرت کے لئے یہ آیت دلیل ہے۔ قل متاع الدنیا قلیل (کہدے کہ دنیا کا اسباب تھوڑا ہے) اے پیارے قبرستان کی طرف خیال کر کہ اس میں کتنے ہی مقبرے اور مزار ہیں

تکلیف اور مصیبت کی خاک پر پڑے ہوئے پایا۔ نہ ہم نے اپنے اہل وعیال سے کوئی مہربانی دیکھی اور نہ مال و دولت سے کسی قسم کا فائدہ حاصل کیا۔ باوجود ان تمام ندامتوں کے اگر قیامت کی پرسش نہ ہوتی تو بھی ہم قناعت کرتے۔ اب ہمارے پاس نہ سرہانہ نہ فرش۔ نہ نقدی۔ نہ مال۔ نہ سامان ہے۔ اور نہ ہی کسی کو آواز اور صدا دینے کی مجال ہم اب بھیک منگوں کی طرح ہیں۔ دنیا سے ہمارا حصہ اب بے نصیبی ہے۔ اور ہمارا گوشت کیڑوں کے نصیب ہو رہا ہے۔ جس وقت ہم میں کچھ کرنے کی طاقت تھی۔ تو ہم نے کان میں کوئی ہنر کا موتی نہ رکھا۔ اور نہ کسی خبر کی جستجو کی۔ ہم پریشانی میں پڑے ہیں اور ہم نے بیفائدہ جان دی۔ اگر تمہیں جنوں نہیں تو اب بھی ہماری حالت کو دیکھو۔ کہ ہر ایک روح زار زار روتی ہے۔ اور حسرت کے آنسو بہاتی ہے۔ اور اپنی ماتم پرسی کر رہی ہے۔ ہماری حالت بے زبانی ہے۔ اور ہمارے کئے پر پریشانی ہے۔ راہ سیدھی پر آجاؤ۔ اور ہماری حالت کی طرف دیکھو۔ کہ نہ ہمارے نام کی خبر باقی رہی۔ اور نہ ہمارے جسم کا اثر باقی رہا۔ ہمارے بدن گل گئے ہیں۔ اور ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہوگئی ہیں ۔ ہمارا گھر بار اجڑ گیا ہے۔ اور مکان اور رہائش کی جگہ ریت ہے۔ اور ہمارے بستر پر دوسرے قایم مقام ہیں۔ اور ہمارے یتیم بچے ہم سے غایب ہیں۔ ہمارا مال دوسرے لوگ لے گئے ہیں۔ اور ہمارا رخسارہ خاک نے کھالیا ہے۔ اور ہماری لبوں پر گرد بیٹھی ہوئی ہے۔ اور ہمارے دانت گر گئے ہیں۔ اور منہ ٹوٹ گیا ہے۔ اور ہماری زبان بند ہے۔ اور بدن کے بال جھڑ گئے ہیں۔ اور تمام اعضا زخمی ہوگئے ہیں۔ ہماری روح بھاگ گئی ہے۔ اور حیرت کا سبزہ ہماری خاک پر اُگا ہوا ہے۔ ہم تاریک خاک میں سوئے ہوئے ہیں۔ اور تم غفلت کی خواب میں شوخ چشم ہو کر سوتے ہو۔

اے عزیز مُردوں کی حالت معلوم کر۔ ان فی ذالک لعبرۃ لاولی الالباب (اس میں داناؤں کے لئے البتہ عبرت ہے) اور دل کو دنیا سے جو مردان خدا کی طلاق

دی ہوئی ہے۔ اور مخنثوں کی منکوحہ ہے ہٹالے۔ اس نصیحت کو ہوش کے کانوں سے سن جو کہ آبدار موتی کی طرح عمدہ ہے ÷

قصیدہ	ترجمہ
۱۔ شنیدم کہ عیسیٰ علیہ السّلام تضرع کناں گفت کاے پروردگار	۱۔ میں نے سنا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے گڑگڑاتے ہوئے کہا کہ اے خداوند تعالےٰ ÷
۲۔ بہر گونہ و رنگ دنیا کہ ہست خدایا بلطفِ بچشم در آر	۲۔ جس رنگ ڈھنگ کی دنیا ہے۔ اپنی مہربانی سے مجھے دکھلا ÷
۳۔ درین آرزو مدتے در گذشت کہ میکرد روزے بدشتِ شکار	۳۔ اسی آرزو میں مدت گذر گئی۔ کہ ایک روز ایک جنگل میں شکار کھیل رہے تھے ÷
۴۔ زنے را در آں دشت از دور دید نہ اغیار با او رفیق و نہ یار	۴۔ ایک عورت کو اس جنگل میں دور سے دیکھا نہ اسکی ہمراہ کوئی غیر تھا اور نہ دوست اور ساتھی ÷
۵۔ بدو گفت عیسےٰ کہ تو کیستی چنیں دور ماندہ ز خویش و تبار	۵۔ اسکو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تو کون ہے جو اس طرح اپنے خویش و قبیلے سے دور پڑی ہے ÷
۶۔ چنیں داد پاسخ کہ مرد، آں زنم کہ بردی مرا مدتے انتظار	۶۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو وہ عورت ہوں جس کا تو مدت سے منتظر تھا ÷
۷۔ چو بشنید عیسیٰ شگفت آمدش مرا گفت با صحبتِ زن چہ کار	۷۔ جب عیسےٰ علیہ السلام نے سنا اسے تعجب پیدا ہوا۔ اور کہا کہ مجھے عورت کی صحبت سے کیا کام ÷
۸۔ بپوزش در آمد زن آنگاہ گفت کہ دنیاست نامِ من اے نامدار	۸۔ اُس وقت عورت نے عذر کر کے کہا کہ اے نامور میرا نام دنیا ہے ÷
۹۔ مسیحا بدو گفت بنمائے روے کہ تا ہر چہ دلہا نمودی فگار	۹۔ مسیح نے اسے کہا کہ مجھے چہرہ دکھلا تا کہ میں دیکھوں کہ کس بات پر تو نے دلوں کو زخمی کر رکھا ہے ÷

۱۰۔ بدو دست برقعہ ز رخ برکشید
بر او کرد رازِ نہاں آشکار

۱۰۔ دونوں ہاتھوں سے چہرہ پر سے پردہ اُٹھایا۔ اور پوشیدہ بھید اس پر ظاہر کیا +

۱۱۔ یکے گندہ پیرے سیاہ روے دید
ملوث بصد گونہ عیب و عوار

۱۱۔ کیا دیکھا کہ ایک بڑھیا عورت منہ کالے والی ہے جس میں سو طرح کے عیب اور نقص ہیں +

۱۲۔ بخون اندروں غرقہ یک دستِ او
دگر دست کردہ بحنا نگار

۱۲۔ ایک ہاتھ اُس کا خون آلودہ ہے۔ اور دوسرے پر مہندی لگا رکھی ہے +

۱۳۔ مسیحش بپرسید کایں حال چیست
بگو با من اے قحبۂ نابکار

۱۳۔ مسیح نے اسے پوچھا یہ کیا حال ہے اے بدکار فاحشہ عورت مجھ سے بیان کر +

۱۴۔ چنیں گفت یک لحظہ ایں شوہرا
بدیں دست کشتم نزار و زار

۱۴۔ اس نے یہ کہا کہ ایک گھڑی میں اس خاوند کو اس ہاتھ سے بری حالت میں مار ڈالتی ہوں +

۱۵۔ بدستِ دگر زآں حنا بستہ ام
کہ شوئے دگر شد مرا خواستار

۱۵۔ دوسرے ہاتھ میں جو مہندی لگا رکھی ہے اُس سے یہ مطلب ہے کہ اور شوہر میرا خواہشمند ہو +

۱۶۔ چو بردارم ایں را بقہر از میاں
بہ لطف ایں دگر گیر دم در کنار

۱۶۔ جب میں ایک کو غصے سے ہٹا دیتی ہوں تو دوسرے کو مہربانی سے بغل میں لیتی ہوں +

۱۷۔ شگفت آنکہ با ایں ہمہ شوہراں
ہنوزم بکارت بود برقرار

۱۷۔ لیکن تعجب کی یہ بات ہے کہ باوجود اتنے خاوندوں کے ابھی تک میں کنواری ہوں +

۱۸۔ ز راہِ تعجب مسیحاش گفت
کہ اے زشت رو قحبۂ بے اعتبار

۱۸۔ اس کو مسیحا نے تعجب کے طور پر کہا کہ اے بدصورت اور بے اعتبار چھنال عورت +

۱۹۔ چگونہ بکارت نہ شد زائلت
چو داری بروں شوہر از صد ہزار

۱۹۔ تیرا کنوارپن کیونکر نہ زائل ہوا۔ حالانکہ لاکھوں سے بڑھکر تیرے خاوند ہیں +

۲۰ - بپاسخ چنیں گفت آں گندہ پیر کہ اے زبدہ و قدوۂ روزگار	۲۰ - جواب میں اس بڑھیا نے یہ کہا کہ اے زمانے کے برگزیدہ و پیشوا +
۲۱ - گروہے کہ کردند رغبت زمن ندیدم ازیشاں یکے مردِ کار	۲۱ - بس جس گروہ نے مجھے محبت کی - ان میں سے ایک کو بھی کام کے لایق نہ پایا +
۲۲ - کسانیکہ بودند مردانِ راہ نگشتند گردِ من از ننگ و عار	۲۲ - اور وہ آدمی جو خدا کی راہ کے مرد تھے وہ شرم اور عار کے باعث میرے پاس بھی نہیں پھٹکے +
۲۳ - چو حال ایں چنیں است با شوہراں اگر بکر باشم شگفتم مدار	۲۳ - جب شوہروں کی یہ حالت ہو - پھر اگر میں کنواری رہوں تو تعجب نہ کر +
۲۴ - تو نیز اے برادر مرایں قصہ را ہمیدار ہردم زمن یادگار	۲۴ - اے عزیز تو بھی اس قصے کو - ہر وقت میری طرف سے یاد رکھ +
۲۵ - ز مردی اگر ہیچ داری نصیب بدیں قحبہ رغبت مکن زینہار	۲۵ - اگر تجھے مردمی کا کچھ حصہ حاصل ہے تو اس چھنال سے ہرگز محبت نہ کرنا +

اے عزیز دنیا سرتاسر حیرانی و پریشانی ہے - اور خداوند تعالےٰ کی طرف دل لگانا اور مشغول ہونا دونوں جہان کی نیک بختی ہے - خدا کی ذرہ بھر یاد ہزار بادشاہی سے بہتر ہے - ہشیار ہو اور بیدار رہو - اور پروردگار کی عبادت میں خالص اور مخلص ہو +

اے عزیز کچھ حاصل کرلے کہ وقت پھر نہیں ملیگا - اگر تو حاصل کرے گا مصیبت سے بچیگا - نہیں تو اپنی عمر فضول صرف کرے گا +

اے عزیز دنیا کا طالب نہ بن اس چھنال کے سر خاک ڈال - دنیا مردار ہے - اس کی خواہش میں اپنے آپ کو کتوں میں نہ شمار کر - خداوند تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الدنیا جیفۃ وطالبھا کلاب (دنیا مُردار ہے اور اس کے طالب کُتّے ہیں) +

اَے عزیز دانائی کی علامت یہ ہے کہ تو دنیا سے دل کو ہٹا لے اور غفلت کو چھوڑ دے۔ دنیا سے کوچ کرنے سے پہلے عاقبت کا چراغ حاصل کرے +

غزل	ترجمہ
۱۔ اگر در ظلمتے اینک سراجت حساب امروز کن فردا چہ حاجت	۱۔ اگر تاریکی میں تیرے پاس چراغ ہے۔ تو آج حساب کر کل کی کیا حاجت ہے +
۲۔ ہم اکنوں کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ علیہا ستانداز تو این تاج دو واجت	۲۔ ابھی کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ (ہر ایک کو موت آنے والی ہے) تجھ سے تیرا تاج اور بالا پوش لے لیگا +
۳۔ بکنجِ تختۂ تابوت خُسپی بخواری گرچہ بودہ تخت عاجت	۳۔ تو تابوت کے تختے کے ایک کونے میں سوئیگا۔ اگرچہ تو نے ہزار دقت سے ہاتھی دانت کا تخت حاصل کیا ہو +
۴۔ دہاند عادلِ مرگ از تو روزی بشخصے دیگرے این تخت و تاجت	۴۔ موت کا عادل (یہ موت) تجھ سے یہ تخت و تاج لیکر دوسرے شخص کو دیدیگا +
۵۔ کنوں از حق فراغت مے نمائی بگور آئی دوانی احتیاجت	۵۔ اب تو حق سے فارغ معلوم ہوتا ہے جب تو قبر میں آئیگا تو تجھے تیری ضرورت معلوم ہوگی +
۶۔ کسادی در فساد افگن ز توبہ کہ چوں فردا شود باشد رواجت	۶۔ توبہ کے ذریعہ فساد کی رونق کو کھو دے تاجب قیامت ہو تو تیرا رواج ہو +
۷۔ ترا پرہیز باید چند گاہے کہ فاسد گشت از عصیاں مزاجت	۷۔ تو کیتک پرہیز نہیں کریگا۔ کہ تیرے مزاج میں گناہ کے سبب فساد آگیا ہے +

۸۔ زرنج دقِ فسق اے پیرِ انصار
مگر فضلِ خدا باشد علاجت

۸۔ اے پیر انصار تیری بدکاری کے تپدق کی تکلیف شاید خدا ہی کے فضل سے دور ہو +

اے مرتبے والو دنیاوی کاروبار سے واقف اور مسجد سے ناآشنا۔ دن رات گناہ میں مشغول۔ تمہاری دنیا آباد اور تمہارا دین تباہ۔ نہ تمہیں جوانی میں شرم نہ بڑھاپے میں پشیمانی۔ تو نے عمر گذار دی اور عذر نہ چاہا۔ تیری موت گھات میں ہے۔ اور تیرا مقام زمین میں ہے۔ اور تیرا واپس جانا خداوند تعالےٰ کی طرف ہے۔ دنیا کا غم تیرے دل پر ہے اور عاقبت سے تو غافل ہے۔ اے فراموش جاہل تیری عقل پر افسوس ہے +

غزل

ترجمہ

۱۔ دلا در کارِ حق میکن نظر ہا
کہ در راہِ تو مے بینم خطر ہا

۱۔ اے دل تو خداوند تعالےٰ کے کام کا خیال رکھ۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تیری راہ خطرناک ہے +

۲۔ کشا از خوابِ غفلت چشم تا من
بگوشِ ہوشِ تو گویم خبر ہا

۲۔ تو غفلت کی خواب سے آنکھ کھول تا کہ میں تیری ہوش کے کان میں خبریں کہوں +

۳۔ نگر در خلق گورستاں فگندہ
زیک تیرِ فنا جملہ سپر ہا

۳۔ اُس خلقت کی طرف دیکھ جو قبرستان میں دفن ہے یہ سب فنا کے ایک تیر کی ڈھال ہیں +

۴۔ بسا شاہانِ مہ رو اند در خاک
کہ زایشاں درجہاں نبود اثر ہا

۴۔ بہت سے چاند کے مکھڑے والے بادشاہ خاک میں سوئے ہوئے ہیں کہ جن کا دنیا پر نام و نشان ہی نہیں رہا +

۵۔ معاصی زہرِ قہر است و نمودہ
بکامِ نفسِ تو ہمچو شکر ہا

۵۔ گناہ قہر کا زہر ہے لیکن تیرے نفس کے مطلب کے موافق شکر کی طرح ہیں +

فارسی	ترجمہ
۶۔ گذرگاہ است ایں دنیائے فانی	۶۔ یہ فنا ہونیوالی دنیا گذر جانیکا مقام ہی
نباید مرد عاقل در گذر ہا	دانا آدمی اس پر گذر ہی نہیں کرتا +
۷۔ چو در پیش است مرگ اے پیر انصا	۷۔ اے پیر انصار جب موت در پیش ہے۔
تماشائے جہاں کن در سفر ہا	تو تُو سفر میں جہان کی سیر کرلے +

اَے عزیز دنیا آخرت کے اسباب حاصل کرنے کے لئے ہے۔ اور انسان موت کے لئے دنیا ایک تاریک کنواں ہے۔ اور ایک باریک رستہ۔ افسوس اُس شخص پر جس نے ایمان کا چراغ گُل کر دیا اور ظلموں کا بوجھ پیٹھ پر لادلیا +

غزل — ترجمہ

غزل	ترجمہ
۱۔ مکن کہ آہِ فقیرے شبے بروں تازد	۱۔ ایسا (کام) نہ کر کہ کسی فقیر کی آہ کسی
فغان و نالہ بعرشِ ملیک اندازد	رات باہر نکلے۔ اور آہ و فغاں عرش معلے پر پہنچائے +
۲۔ زتیرِ آہِ یتیماں چرا نمے ترسی	۲۔ یتیموں کی آہ کے تیر سے کیوں نہیں
کہ گر بکوہ رسد روزنے در و سازد	ڈرتا (وہ اس قسم کا ہے) کہ اگر پہاڑ پر مارا جائے تو اس میں بھی چھید کر دیتا ہے +
۳۔ حذر ہے کن زآں نالۂ سحرگاہے	۳۔ اس صبح کی آہ وزاری سے ڈر۔ کیونکہ
کہ سوز سینہ سحرگاہ ناوک اندازد	اندرونی جلن صبح کے وقت تیر پھینکتی ہی +
۴۔ بوقتِ نیم شبے گر بگوید او اللہ	۴۔ اگر آدھی رات کے وقت وہ اللہ کہے۔ تو
ہزار ہمچو تو از خانماں براندازد	تیرے جیسے ہزار خاندان برباد کر دیگا +
۵۔ ہزار دشنہ کشیدہ است و تیغ زہرآلود	۵۔ اُس شخص کی گردن کے لئے کہ جو
برائے گردنِ آنکس کہ باوے افزاید	اُس کی نافرمانی کرے ہزاروں خنجر اور زہر سے بھری ہوئی تلواریں سونتی ہوئی ہیں +

فارسی	ترجمہ
۶۔ ہزار جوشنِ پولاد گر تو مے پوشی	۶۔ خواہ تو فولاد کی ہزار زرہ پہنے فقیر کی
ز آہِ گرمِ فقیرے چو موم بگذارد	گرم آہ سے موم کی طرح پگھل جائیگی +
۷۔ متاز بر سرِ مظلوم ساکن اے ظالم	۷۔ اے ظالم تو عاجز مظلوم پر حملہ نہ کر۔
کہ دستِ فتنۂ ایام بر سرت تازد	کیونکہ اگر تو ایسا کرے گا تو زمانے کے
	فتنے کا ہاتھ تجھ پر حملہ کرے گا +
۸۔ درونِ سینۂ مجروحِ بینوا مخراش	۸۔ مفلس زخمی کے سینہ کو مت ستا۔ تجھے
بدانکہ روزِ جزا ہست با تو پردازد	معلوم رہے کہ قیامت کے دن تجھ سے بدلا لیگا +
۹۔ اگر بحل نکند سائلِ ستم دیدہ	۹۔ اگر مظلوم سایل تجھے معاف نہ کریگا
جزا دہندہ ترا در جہنم اندازد	تو بدلہ دینے والا (خدا) تجھے دوزخ
	میں ڈالیگا +
۱۰۔ ز جور ہائے یتیماں منال عبد اللہ	۱۰۔ اے عبد اللہ تو یتیموں کے ظلم سے
کہ گر خسے بزند کردگار بنوازد	نہ رو۔ کیونکہ اگر کوئی تنکا مارے تو
	خدا نوازش کرتا ہے +

اے عزیز اس بات کی کوشش کر کہ درویشوں کی دعا سے تو مرد کامل بن جائے اور ان کے مزاروں کی برکت سے تیرا رخسارہ زرد ہو جائے اور دنیا کا غم تیرے سر سے نکل جائے +

رباعی	ترجمہ
۱۔ خواہی کہ دریں زمانہ مردے گردی	۱۔ اگر تو چاہتا ہے کہ میں اس زمانہ میں مرد
واندر رہِ دیں صاحبِ دردے گردی	خدا بن جاؤں۔ اور دین کی راہ میں
	صاحب درد بن جاؤں +
۲۔ روزان و شباں بگردِ مرداں میگرد	۲۔ [illegible]رات اور دن مردانِ خدا کے ارد گرد پھر

مردے گردی چو گرد مردے گردی   اگر تو کسی مرد خدا کے گرد پھرے گا تو مرد خدا بن جائیگا +

اے عزیز تجھے یاد رہے کہ خداوند تعالٰے نے جو ظاہری کعبہ بنایا ہے۔ وہ پانی اور مٹی کا بنا ہوًا ہے۔ اور جو باطنی کعبہ بنایا ہے وہ جان و دل کا بنا ہوًا ہے۔ وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا بنا ہوًا ہے۔ اور یہ اللہ جل شانہٗ کا۔ وہ کعبہ مومنوں کی منظور نظر ہے اور یہ کعبہ خدا کی منظور نظر ہے +

رباعی   ترجمہ

رباعی	ترجمہ
در راہِ خدا دو کعبہ آمد منزل	خدا کی راہ میں دو کعبے منزل کے طور پر ہیں
یک کعبۂ صورت است یک کعبۂ دل	ایک کعبہ ظاہری اور دوسرا دل کا +
تا بتوانی زیارتِ دلہا کن	جہاں تک تجھ سے ہو سکے دلوں کی زیارت
کافزوں ز ہزار کعبہ آمد دل	کر۔ کیونکہ دل ہزار کعبے سے بہتر ہے +

اے عزیز دنیا آرام کی جگہ نہیں۔ بلکہ یہ آزمائش کا مقام ہے۔ ایک کی ہمت بہشت کے لئے ہے اور دوسرے کی دوست کے لئے۔ میں اس پر قربان ہوں جس کی ہمت اس (خدا) کے لئے ہے۔ دنیا کا طالب بیمار ہے۔ اور عاقبت کا طالب مزدور اور خدا کا طالب خوش ہے۔ طالب الدنیا مونث (دنیا کا طالب عورت کی طرح ہے) اور طالب العقبٰے مخنث (عاقبت کا طالب ہیجڑا ہے) اور طالب المولیٰ مذکر (خدا کا طالب مرد ہے) +

اے عزیز تجھے یاد رہے کہ جب تو نے اپنے آپ سے قطع تعلق کیا۔ تو تو دوست کو پہنچ گیا۔ دوسری باتوں کو اس میں دخل نہیں۔ اور زبان اس سے واقف نہیں مست ہو رہو اور جوش و خروش نہ کر۔ اور ٹوٹا ہوًا ہو کر چپکا ہو رہ۔ کیونکہ درست گھڑے کو ہاتھ میں لٹکا کرلے جاتے ہیں۔ اور ٹوٹے ہوئے کو کندھے پر اٹھا کر۔

اگر تیرے پاس موجود ہے تو خوشی کر اگر نہیں تو طلب کر۔ پھول بن۔ کانٹا نہ بن۔ یار بن غیر نہ بن۔ یار کی تعریف کرنا اسلام ہے۔ اور اپنی تعریف کرنا کفر کامل۔ جب یار لائق ہو تو کام سہل بن جاتا ہے۔ لائق کی صحبت جان تک ہوتی ہے۔ اور نالایق کی روٹی تک +

رباعی	ترجمہ
صد سال اگر در آتشم مہل بود	اگر سو سال تک میں آگ میں آہستگی سے
آں آتشِ سوزندہ مرا سہل بود	پڑا رہوں۔ تو وہ جلانے والی آگ میرے لئے آسان ہے +
با مردمِ نا اہل مبادا صحبت	خدا کرے کہ نالایق آدمیوں کے ساتھ
کز مرگ بتر صحبتِ نا اہل بود	صحبت نہ ہو۔ کیونکہ نالایق کی صحبت موت سے بھی بدتر ہوتی ہے +

اس راہ میں اگر عابد کا ہاتھ بہشتی حوروں سے آلودہ ہو جائے تو اس کی معرفت کی پاکیزگی دور ہو جاتی ہے۔ اور درویش اگر اللہ کے سوا غیر اللہ کو طلب کرے تو بیشک اُس کی قبولیت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے +

رباعی	ترجمہ
خواہی کہ سخن زجانِ آگہ شنوی	اگر تو چاہتا ہے کہ واقف کار جان کی
اسرارِ درون شہنشاہ شنوی	باتیں سنے۔ اور شہنشاہ (خدا) کے اندرونی بھیدوں کو سنے +
گم گیر زخویش تا تو در ہستیِ خود	تو اپنے آپ کا چنداں خیال نہ کر تاکہ تو
بیخود ہمہ انی انا اللہ شنوی	اپنی ہستی میں بیخود ہو کر انی انا اللہ ـ (تحقیق میں ہوں اللہ) سنے +

اے درویش بہشت صرف بہانہ ہے۔ اصلی مطلب خود گھر والے (خدا) سے ہے۔ نماز اور روزے سے کام نہیں نکلتا۔ بلکہ عاجزی و مسکینی سے نکلتا ہے۔ دلوں کی رعایت میں کوشش کر۔ اور لوگوں کے عیبوں کو ڈھانپ۔ درویشی کیا چیز ہے؟ ایک خاک ہے جو چھنی ہوئی ہو۔ اور اس پر پانی چھڑکا ہوا ہو۔ نہ پاؤں کے تلوے پر اس سے گرد بیٹھتی ہے۔ اور نہ ہاتھ کی ہتھیلی کو اس سے درد محسوس ہوتا ہے ہوش کے کانوں سے سُن۔ دین کو دنیا کے عوض نہ بیچ۔ ؎

دیں بدنیا مفروش کہ بس سودنکرد	دین کو دنیا کے بدلے نہ بیچو کیونکہ جس نے
ہرکہ یوسف بزرِ ناسرہ بفروختہ بود	یوسف کو کھوٹے سونے کے عوض بیچا
	اس نے فائدہ نہیں اٹھایا +

جو شخص دنیا کے تعلقات میں پھنستا ہے اور دین سے گریز کرتا ہے۔ وہ قیامت کے دن شرمندہ ہو کر اُٹھیگا۔ اور اپنی بے عزتی کرے گا۔ جو شخص دس خصلتوں کو اختیار کرے گا۔ وہ اپنے دینی اور دنیادی کام ٹھیک ٹھاک کرلیگا۔ خدا[1] کے ساتھ صدق سے۔ نفس[2] کے ساتھ قہر سے۔ خلقت[3] کے ساتھ انصاف سے۔ اور بزرگوں[4] کے ساتھ خدمت سے۔ اور چھوٹوں[5] کے ساتھ مہربانی سے۔ اور درویشوں[6] کے ساتھ سخاوت سے۔ اور دوستوں[7] کے ساتھ نصیحت سے۔ اور دشمنوں[8] کے ساتھ بردباری سے۔ اور جاہلوں[9] کے ساتھ خاموشی سے۔ اور عالموں[10] کے ساتھ تواضع سے پیش آئے تاکہ ہرگز اس کے دل پر زخم نہ پہنچے +

حکایت ۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے عرض کی۔ کہ دنیا کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں ایسی چیز کے بارے میں کیا کہوں جس کو محنت سے حاصل کرتے ہیں اور مشقت سے نگاہ رکھتے ہیں۔ اور حسرت کے ساتھ چھوڑ جاتے ہیں +

اے عزیز تو اپنے عمر کے سرمائے کو غنیمت جان اور نفس امارہ سے رہائی حاصل کرنے کو عبادت سے بہتر خیال کر۔ اور موت کے وقت کو یاد کر اور نادان کو زندہ خیال نہ کر۔ اور نفس کی مراد پوری نہ کر۔ اور جاہل زاہد پر یقین نہ کر۔ اور خودشناسی کو بزرگی کا سرمایہ جان۔ یعنی اپنے آپ کو پہچان کہ تو کیا تھا اور کیا ہو جائیگا +

رباعی	ترجمہ
من من چہ میکنی کہ تو یک قطرۂ منی	تو نے میں میں کیسی لگائی ہے تو ایک منی
پاسنگ ہم نۂ چہ زنی لاف صد منی	کا قطرہ ہے۔ تُو تو پاسنگ بھی نہیں پھر کس واسطے تو سو سیر کی لاف مارتا ہے +
اول تو خاک بودی و آخر شوی تو خاک	پہلے بھی تو خاک ہی تھا اور آخر کو بھی خاک
خود را شناس تا ز تو بیروں رود منی	خاک ہی ہو جائیگا۔ تو اپنے آپ کو پہچان تاکہ تجھ سے غرور نکل جائے +

اور تمام کاموں میں خداوند تعالےٰ سے مدد طلب کر +

اے عزیز تو خود بین نہ ہو۔ خدا بین (خدا کو دیکھنے والا) بن۔ جب تو خود بین نہ رہیگا۔ تو خدا بین ہو جائیگا +

اے عزیز ایسے دوست سے جو دشمنی کرے خوف کر۔ اور مغرور جاہل سے کنارہ کشی کر۔ سنی ہوئی اور نہ دیکھی ہوئی بات نہ کہو۔ اپنے عیب کا دیکھنے والا بن۔ اور لوگوں کے عیب نہ ڈھونڈ +

رباعی	ترجمہ
اندر رہِ حق تصرف آغاز مکن	خدا کی راہ میں قبضہ جمانے کا آغاز نہ کر۔ اپنی
چشم بد خود بہ عیبِ کس باز مکن	بُری آنکھ کو کسی کے عیب کے لئے نہ کھول +
سرِ دلِ ہر بندہ خدامے داند	ہر شخص کے دل کا بھید خدا جانتا ہے۔

خود را تو دریں میانہ انباز مکن — تو اپنے آپ کو اس میں شریک نہ کر +

اے عزیز جب تو کسی کے عیب سے واقف ہو جائے تو شور نہ کر۔ اے بیہوش یہی پارسائی ہے +

رباعی	ترجمہ
پارسائی نباشد اے جاناں	اے پیارے یہ پارسائی نہیں۔ اپنی ہی
در مراعاتِ خویش کوشیدن	رعایت میں کوشش کرنا +
من بگویم کہ پارسائی چیست	میں بیان کرتا ہوں کہ پارسائی کیا ہے
جرم بخشی و عیب پوشیدن	قصور کا معاف کرنا اور عیب کا ڈھانپنا پارسائی ہے +

اے عزیز عمر کی بنیاد برباد ہونے والی ہے۔ اس پر کیا بھروسہ ہو سکتا ہے۔ مرد وہی خوش ہے جو موت کو یاد کر کے غفلت سے آزاد ہو۔ ؎

غفلت باعتمادِ نفس یک نفس مکن	دم کے بھروسے پر ایک لحظہ بھی غفلت نہ کر۔
شاید ہمیں نفس نفسِ واپسیں بود	شاید یہی دم آخری دم ہو +

اے عزیز کسی شخص سے زیادتی نہ کر اور کسی کو تکلیف نہ پہنچا۔ اور بُرا کہنے اور برا سیکھنے اور بُرائی سوچنے سے کنارہ کر تاکہ تو اُس کا بدلہ نہ پائے + رباعی

بیشی طلبی ز ہیچکس بیش مباش	اگر تو (مرتبے کی) زیادتی چاہتا ہے تو کسی
چوں مرہمِ موم باش و چوں نیش مباش	پر زیادتی نہ کر۔ موم کی مرہم کی طرح ہو اور ڈنگ کی طرح نہ ہو +
خواہی کہ ز ہیچ کس بتو بد نرسد	اگر تو چاہتا ہے کہ کسی کی طرف سے تجھے بُرائی
بد گو و بد آموز و بد اندیش مباش	نہ پہنچے۔ تو تو برا کہنے والا بُرا سیکھنے والا اور بُرا سوچنے والا نہ ہو +

اے عزیز قبول کر اور سچی بات سے نہ پھر۔ خلقت کے ساتھ نیکی سے پیش آ۔ اور عیب پوشی کر۔ اور سونا چاندی خلقت کو بخش اور جوانمردی میں کوشش کر +

قطعہ	ترجمہ
درجہاں چار چیز خوش کردم	جہان میں چار چیزیں مجھے عمدہ معلوم ہوئی
یادگیر این سخن اگر مردی	ہیں۔ اگر تو مرد ہے تو ان کو یاد رکھ +
خلق نیکو و راستی گفتن	نیک عادت۔ سچ بولنا۔ عیب ڈھانپنا اور
عیب پوشیدن و جوانمردی	مروت سے پیش آنا +

اے عزیز جو شخص چار چیزوں پر بھروسہ کرے اُس کو بے تمیز خیال کرنا۔ عورت کی وفا بادشاہوں کا اقرار۔ بے ریشوں کی خوبصورتی اور مستوں کی سخاوت +

رباعی	ترجمہ
تکیہ بر چار چیز نتواں کرد	چار چیزوں پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔ اگر تو
ور کنی باد باشد اندر دست	کریگا تو ایسا ہے جیسی مٹھی میں ہوا +
بر وفائے زنان و عہدِ ملوک	عورتوں کی وفا پر اور بادشاہوں کے
خوبئ امرد و سخاوتِ مست	اقرار پر۔ بے ریشوں کی خوبصورتی پر اور
	مستوں کی سخاوت پر +

اے عزیز جو کچھ تیرے پاس ہے (خدا کی راہ میں) دے۔ کل کے لئے کچھ نہ رکھ۔ تو اپنا غم کھا۔ دنیا کا غم نہ کر۔ اگر تیرے پاس ہے تو دے ورنہ گالی نہ دے +

غزل	ترجمہ
۱۔ گفت از سرِ لطف و شفقتم پندِ لطیف	۱۔ اسی دینی علوم کے آفتاب نے سرزمین
آں شمسِ علومِ دیں و عرصۂ شام	شام میں مہربانی اور شفقت سے مجھے کیا
	عمدہ نصیحت کی +

۲۔ گفت آنچہ تراست دادہ بہتر آنرا	۲۔ اس نے کہا جو کچھ تیرے پاس ہو اس کا
نادادہ چہ بہتر است گفتا دشنام	دے دینا ہی بہتر ہے۔ میں نے پوچھا نہ دینا کس کا بہتر ہے اس نے کہا گالی کا +
۳۔ ازخوردہ چہ بہتر است غم خویش بخور	۳۔ کھانا کس چیز کا اچھا ہے؟ اپنے غم کا
ناخوردہ چہ بہتر است میداں کہ حرام	نہ کھانا کس کا بہتر ہے؟ حرام کا +

اے عزیز علم اور ادب سیکھ اور سونا چاندی جمع نہ کر۔ کیونکہ جو شخص سونا چاندی جمع کرتا ہے۔ وہ کنجوس ہے۔ اور جو علم اور ادب نہیں سیکھتا وہ یتیم ہے +

رباعی	ترجمہ
لَیسَ الفخر با الکمال والنسب	مال اور حسب نسب پر فخر نہیں ہوتا تحقیق
ان الفخر با العلم والادب	علم اور ادب پر فخر ہوتا ہے +
لیس الیتیم من مات والدہٗ	وہ یتیم نہیں ہوتا جس کا باپ فوت ہو جائے
ان الیتیم بغیر علم والادبُ	بلکہ وہ یتیم ہے جو بغیر علم اور ادب کے ہے +

اے عزیز بدکاری چھوڑ دے۔ اور نیکی کو نہ چھوڑ۔ کیونکہ نیکی کرنے میں کوئی برائی نہیں +

مثنوی	ترجمہ
زبد بگذر اے دوست نیکی بکن	اے دوست بدی چھوڑ اور نیکی کر۔ کیونکہ
کہ نیکی زنیکی رسد بے سخن	نیکی سے نیکی بغیر حجت کے پہنچ جاتی ہے +
کسانیکہ بد را پسندیدہ اند	وہ لوگ جنہوں نے برائی کو پسند کیا ہے
ندانم زنیکی چہ بد دیدہ اند	میں نہیں جانتا اُنہوں نے نیکی میں کیا برائی دیکھی ہے +

اے عزیز تمام کاموں میں راستی اختیار کر۔ اور بزرگوں کی نوکری کے لئے تیر

کی طرح کمربستہ رہو پس چلّے میں اس امید پر بیٹھا رہ کہ تو شکار پر پہنچ جائے۔ ف

راستی پیشہ کن و لبستہ میاں باش چو تیر   راستی کا پیشہ اختیار کر اور تیر کی طرح کمربستہ

خواہ در چلہ نشیں خواہ بمیداں باش   رہ۔ خواہ تو چلے میں بیٹھ اور خواہ میدان

میں رہ +

اَے عزیز سب سے زیادہ دانا آدمی وہ ہے جو خدا سے غافل نہ ہو اور علم سے

جاہل نہ رہے۔ اور موت کو اپنے نزدیک سمجھے۔ ف

رو بقضا کن ببیں عمر تلف کردہ را   قضا کی طرف رُخ کر اور ضائع کی ہوئی

تا بتو روشن شود رُو بعدم تا فتن   عمر کی طرف دیکھ۔ تا کہ عدم کی طرف

رخ کرنا تجھ پر روشن ہو جائے +

اَے عزیز وہ نیکی جو لوگوں کے حق میں تو نے کی ہو اور وہ بدی جو لوگوں نے

تیرے حق میں کی ہو دونوں کو دل سے بھُلا دے۔ کیونکہ نیکی بدی سب خداوند تعالےٰ

کی طرف سے ہے +

اَے عزیز اپنی نیکی اور بدی گِن اور دوسروں کی نیکی بدی اُنہیں پر چھوڑ دے

ہم کو دوسروں کے کاموں سے کیا واسطہ۔ ہر ایک اپنا کیا پالیگا۔ دوست اور دشمن

کی باتوں کو چھوڑ۔ کیونکہ خداوند تعالےٰ کی طرف تو نے واپس جانا ہے۔ کمینی دنیا اور

عجائب زمانے کے دھندوں کا کیا اعتبار ہے۔ ایسا کام کر کہ تو خدا کے روبرو شرمندہ

نہ ہووے +

اَے عزیز تو ہر قسم کی آلودگی سے صاف رہ اور تمام آدمیوں سے نڈر ہو۔ ف

تو پاک باش برادر مدار از کس باک   اے بھائی تو پاک رہ اور کسی کا خوف

زنند جامۂ ناپاک گازراں بر سنگ   نہ کر۔ کیونکہ دھوبی ناپاک کپڑے کو پتھر

پر مارتے ہیں +

اے عزیز لوگوں کے کہنے پر نہ جا۔ کیونکہ لوگوں کی زبان سے کوئی نہیں چھوٹ سکتا۔ ے

قیل ان الالہ ذو ولد	یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ صاحب اولاد ہے
قیل ان الرسول قد کہنا	اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول خدا فال ڈالنے والا ہے +
مَا نجی اللہ والرسول معاً	جب خلقت کی زبان سے خدا اور رسول
من لسان الوریٰ فکیف انا	نہیں چھوٹ سکے تو میں کیسے چھوٹ سکتا ہوں +

اے عزیز اس طرح ہو کہ تو نیک ہو اور خلقت تجھے برا خیال کرے۔ نہ ایسا کہ لوگ تجھے اچھا خیال کریں اور تو بُرا ہو۔ ے

تو نیک باشی و بدت گوید خلق	تو نیک ہو اور تجھے خلقت بُرا کہے۔ یہ بات
بہ کہ بد باشی و نیکت گویند	اس سے اچھی ہے کہ تو برا ہووے اور خلقت تجھے نیک کہے +

اے عزیز ہر کام میں تو دوست دشمن کے ساتھ نرمی اور صلح کر۔ لیکن دوستوں کے ساتھ محبت اور دشمنوں کے ساتھ نرمی۔ ے

آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرف است	دونوں جہان کا آرام ان دو باتوں کی تفسیر
با دوستان تلطف با دشمناں مدارا	ہے۔ (اول) دوستوں کے ساتھ مہربانی (اور دوسرے) دشمنوں کے ساتھ صلح +

کیا ہی اچھا کہا ہے جس نے کہا ہے +

قطعہ	ترجمہ
ہیچ دانی کہ شیر مردی چیست	کیا تجھے کچھ معلوم کہ شیر مردی کسے کہتے ہیں
شیر مرد زمانہ دانی کیست	اور زمانے کا شیر مرد کون ہے +

آنکہ با دوستاں تواند ساخت — وہ ہے جو دوستوں سے موافقت کر سکے۔
وانکہ با دشمناں تواند زیست — اور جو دشمنوں میں ہر زندگی بسر کر سکے +

فخر رازی نے موافقت اور دوستی کے متعلق ایک ہی قطعہ میں بات ختم کر دی ہے +

قطعہ — ترجمہ

اگر دشمن نسازد با تواے دوستا — اے دوست اگر دشمن تجھ سے موافقت نہ کرے
تو مے باید کہ با دشمن بسازی — تو تجھے دشمن سے موافقت کرنی چاہیئے +
وگرنہ چند روزے صبر کن تا — نہیں تو چند روز صبر کر تاکہ نہ تو ہی رہے
نہ تو ماند نہ او نہ فخر رازی — نہ وہ ہی رہے اور نہ فخر رازی +

اے عزیز چاہیئے کہ سبح باسم ربك الاعلى الذى خلق (اُس پروردگار کے اسم کی تسبیح کر جس نے پیدا کیا) کے بموجب خداوند تعالےٰ کو یاد کرتا رہے۔ اور محاسبہ کا بیج تو اپنے نفس کی زمین میں بوئے۔ اگر تجھ سے نیک کام ظاہر ہو تو خداوند تعالےٰ کی توفیق کے سبب جان اور اُس کا شکریہ ادا کر۔ اور اگر برا فعل سرزد ہو۔ تو اپنے نفس کی طرف سے خیال کر اور توبہ اور استغفار پڑھ۔ جیسا کہ خداوند تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ وما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك (اور جو تجھے نیکی پہنچے تو اسے خدا کی طرف سے خیال کر اور اگر برائی پہنچے تو یہ تیرے نفس کی طرف سے ہے) اگرچہ نیک اور بد کام کا پیدا کرنے والا خداوند تعالےٰ ہے لیکن از روئے ادب برے فعل کو اپنی طرف منسوب کر۔ ؎

گناہ گرچہ نبود اختیار ما حافظ — اے حافظ اگرچہ گناہ ہمارے اختیار میں نہیں
تو در طریق ادب کوش گو گناہ من است — لیکن تاہم تو ادب کے طریقے میں کوشش کر اور کہو کہ وہ میرا ہی گناہ ہے +

اے عزیز خداوند تعالےٰ کی مہربانیوں کی امید رکھ اور بے گناہ ہونے کا دعوےٰ

دل میں نہ لا۔ ۵

اول کہ برق عصیاں بر آدم صفی زد	پہلے پہل جب آدم صفی اللہ پر ہی گناہ کی بجلی گری۔ تو ہم کو بیگناہی کا دعوے کس طرح زیب دیتا ہے +
مارا چگونہ زیبد دعوے بیگناہی	

اے عزیز تھوڑی سی نصیحت کو بے شمار خیال کر۔ اور بے شمار اطاعت کو بہت کم شمار کر۔ اور خطا کے واقعہ ہونے سے ڈر۔ اور گناہ کے عذاب سے کانپ اور رو +

اے عزیز جب کوئی گناہ تجھ سے سرزد ہو تو توبہ کر اور خداوند تعالے کی طرف لوٹ۔ کیونکہ خداوند تعالے نے خود فرمایا ہے۔ واستغفروا ربکم ثم توبوا الیہ ان ربی رحیم ود (اور معافی مانگو اپنے رب سے اور توبہ کرو اس کی طرف تحقیق میرا پروردگار رحم کرنے والا ہے) اور اسی بارے میں آسمان کی سیر کرنے والے شہباز ابوسعید ابوالخیر فرماتے ہیں +

رباعی	ترجمہ
باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ	واپس آ واپس آ جو کچھ تو ہے واپس آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ	خواہ تو کافر ہے اور خواہ آتش پرست اور خواہ بت پرست واپس آ +
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست	یہ ہماری درگاہ نومیدی کی درگاہ نہیں ہے۔
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ	اگر تو نے سو دفعہ توبہ توڑ ڈالی ہے تو بھی واپس آ +

اگرچہ توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ لا یغلق باب التوبۃ علی العباد حتیٰ تطلع الشمس من مغربہا (بندوں پر توبہ کا دروازہ اس وقت تک بند نہیں۔ جب تک کہ سورج مغرب سے نہ نکلے (یعنی آخر تک)۔ لیکن جوانی اور طاقت

کے وقت جو شخص خداوند تعالےٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تو قبولیت کے آسمان کا دروازہ کھلا ہے۔ کیونکہ بڑھاپے کے وقت تجھ سے گناہ ہو بھی نہیں سکتا +

رباعی	ترجمہ
سر موئے دلت سفید نشد	تیرا دل بال بھر بھی سفید نہیں ہوا۔ اور
ہیچ مو برتنت سیاہ نماند	تیرے بدن پر ایک بال بھی سیاہ نہیں رہا +
اے حسن توبہ آں زماں کردی	اے حسن تو نے توبہ اس وقت کی۔ جبکہ تجھ
کہ ترا قوتِ گناہ نماند	میں گناہ کی قوت ہی نہ رہی +

اے عزیز انسان عبادت اور خداشناسی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ خداوند تعالےٰ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون (اور نہیں پیدا کئے میں نے جن اور انسان مگر اس واسطے کہ وہ عبادت کریں) ؎

زندگی خاص از برائے بندگی است	زندگی خاصکر بندگی کے لئے ہے۔ بغیر بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی است	کے زندگی شرمندگی ہے +

پس اگر تو نے وقت کی نقدی کھانے۔ سونے اور شہوت پر خرچ کر دی تو ان صفتوں میں حیوانات کا شریک ہوگا +

اے عزیز غفلت کی راہ چھوڑ دے اور عبادت کا کپڑا اپنے لئے قطع کر۔ بادشاہوں کی خدمت چھوڑ دے۔ اور خداوند تعالےٰ کی عبادت اختیار کر۔ کیونکہ خداوند تعالےٰ تھوڑی سی فرمانبرداری سے راضی ہوتا ہے۔ اور بادشاہ باوجود بہت سی فرمانبرداری کے غمگین رہتا ہے۔ قطعہ

بعمرے دست بستہ پیش شہ استادۂ ہرگز	تو عمر بھر بادشاہ کے روبرو ہاتھ باندھے کھڑا
بہ بخشی حکم صادر نہ کہ پیشش آر و بنشانش	رہا۔ لیکن ہرگز بخشی کو یہ حکم بھی نہ ہوا کہ اس کو سامنے لاکر بٹھا دو +

چرا طاعت نیاری آں خدائرا کہ دو رکعت | تو اُس خدا کی فرمانبرداری کیوں نہیں کرتا
ہنوز از تو دانا گشتہ پیشین است فرمانش | کہ ابھی تجھ سے دو رکعت نماز معلوم کرکے پہلے ہی حکم نیکی کا بھیج دیتا ہے +

اے عزیز مناسب ہے کہ تو ہمیشہ معرفت الٰہی کی آگاہی میں سرگرم رہے۔ کہ معرفت کا ایک ذرہ بھر بہت سی اطاعت سے اچھا ہے +

اے عزیز فرمانبرداری اور نیک کام کرنا خداوند تعالےٰ کی رضامندی کے لئے ہے۔ چاہیئے کہ تو اسے بجالائے۔ کہ خلقت کے دکھلاوے کی خاطر جو عبادت کی جائے وہ گناہ میں شامل ہے۔ خدا پناہ دے اس سے۔ ؎

کلیدِ درِ دوزخ است آں نماز | جو نماز تو لوگوں کے روبرو دلبی کرکے پڑھے
کہ در چشمِ مردم گزاری دراز | وہ دوزخ کے دروازے کی کنجی ہے +

دنیا کی زیادتی یا حور و قصور کے لئے عبادت کرنی خاص مطلب سے گمراہی اور ہلاکت ہے۔ ؎

تا بہشت و دوزخت در رہ بود | جب تک تیری راہ میں دوزخ اور بہشت
جانِ تو از راز کے آگاہ بود | ہے تیری جان بھید سے کب واقف ہو سکتی ہے +

اطاعت سے مطیع اور عبادت سے عابد وہی ہوتا ہے۔ کہ بہشت اور دوزخ سے اس کا مطلب معشوق (خدا) کا وصال ہے۔ ولو کانت الجنۃ نصیبُ المشتاقین بدونِ جمالہٖ فوا ویلاہُ ولو کانت النار نصیب العاشقین مع جمالہ فوا شوقاہُ اور اگر خدا کے مشتاقوں کو بغیر اُس کے جمال کے بہشت نصیب ہو تو واویلا مچاتے ہیں۔ اور اگر دوزخ اس کے جمال کے ساتھ نصیب ہو تو بڑے شوق سے قبول کرتے ہیں۔ ؎

جنت نزوم تا رخ زیبات نہ بینم | جب تک میں اس کا خوبصورت چہرہ نہ
فردوس چہ کار آید گر یار نباشد | دیکھوں میں بہشت میں نہ جاؤں گا بہشت
کس کام آئیگا جبکہ یار پاس نہ ہو +

اے عزیز اپنے نفس کو پہچان کیونکہ جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے خدا کو پہچانا۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ (جس نے پہچانا اپنے آپ کو اُس نے پہچانا اپنے رب کو) اور شریعت سے بال بھر فرق نہ کر۔ کیونکہ عارف لوگ شریعت کے وسیلے سے حقیقت کو پہنچے ہیں۔ تونے یہ نہیں سنا جو پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ الشریعت اقوالی والطریقت افعالی والحقیقت احوالی و المعرفت اسرادی (شریعت میرے قول ہیں۔ اور طریقت میرے فعل۔ اور حقیقت میرے حالات۔ اور معرفت میرے بھید ہیں) ے

از شریعت در طریقت رخت کش | شریعت سے طریقت میں اسباب رکھ
واز حقیقت بعد زاں لذت بچش | اور حقیقت کے بعد لذت چکھ +

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (جس نے رسُول کی تابعداری کی اس نے خدا کی تابعداری کی) ے

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید | جس شخص نے پیغمبر کے برخلاف راستہ
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید | اختیار کیا۔ وہ ہرگز منزلِ مقصود کو
نہیں پہنچے گا +

اے عزیز گناہوں کو خلقت سے نہ چھپا مگر خداوند تعالےٰ سے شرم کر۔ کیونکہ یہ بات خیال سے دور ہے کہ خلقت سے گناہ چھپایا جاوے اور خدا سے شرم نہ کیجائے +

قطعہ | ترجمہ

سرّت ہمہ دارائے فلک مے داند | خداوند تعالےٰ تیرے بھیدوں کو جانتا ہے

او موبموز صدق وشک مے داند	وہ صدق اور شک کو ذرا ذرا جانتا ہے +
گیرم کہ بزرق خلق را بفریبی	میں نے مانا کہ تو مکر سے خلق کو فریب دیگا
با او چہ کنی کہ یک بیک میداند	(یہ بتا) کہ تو اس کے ساتھ کیا کریگا جو ایک ایک بات کو جانتا ہے +

واللہ اعلم بذات الصدور (اللہ سینے کی باتوں سے واقف ہے) +

اے عزیز تواضع صبر اور عدل اختیار کر۔ کیونکہ حقیقی اور مجازی دوستوں سے دوستی صرف تواضع سے ہوسکتی ہے۔ اور دین اور دنیا کی مرادیں نہیں حاصل ہوسکتیں مگر صبر سے۔ اور ظاہری اور باطنی بادشاہی نہیں ملتی مگر عدل سے۔ اور رعیت اور خلقت کے کاموں کے محاسبے کا نام عدل ہے۔ اور ملک کی بادشاہی میں ظاہرا طور پر۔ یہ نصیحت مجھ سے سن اور اس نصیحت سے غمگین نہ ہو۔ وہ یہ ہے کہ نہ کسی کو ستا اور نہ کسی سے دکھ اٹھا +

مثنوی	ترجمہ
نصیحت نیک بختاں یاد گیرند	نیک بخت لوگ نصیحت کو یاد کرتے ہیں
عزیزاں پندِ درویشاں پذیرند	اور عزیز درویشوں کی نصیحت قبول کرتے ہیں +
چہ نیکو گفت در حقِ شتر مور	چیونٹی نے اونٹ کو کیا عمدہ بات کہی۔ کہ
کہ اے فربہ مکن بر لاغراں زور	اے موٹے تو لاغروں پر زور نہ کر +
جراحت بند باش از میتوانی	زخم کو بند کرنے والا ہو اگر تجھ سے ہوسکتا
ترا نیز ار رسیدا زد چہ دانی	ہے۔ تو کیا جانتا ہے شاید تجھے بھی ایسا موقع پیش آئے +

اس بارے میں امیر حسن نے داناؤں کے لئے کیا عمدہ کہا ہے +

غزل — ترجمہ

۱۔ دلا کار و بارِ جہاں ہیچ نیست
اساس زمیں آسماں ہیچ نیست

۱۔ اے دل دنیا کے دھندے ہیچ ہیں۔ زمین و آسمان کی بنیاد ہیچ ہے ٭

۲۔ چہ وابستۂ دل دریں باغ باغ
کہ ایں بیوفا بوستاں ہیچ نیست

۲۔ تو نے اس باغ اور جنگل میں کیسے دل لگایا ہے۔ کیونکہ یہ بے وفا باغ (دنیا) کچھ نہیں ٭

۳۔ اگر سبز و خورم بود نو بہار
چو میگردد آخر خزاں ہیچ نیست

۳۔ اگرچہ نو بہار سبز اور عمدہ ہوتی ہے جب آخر کار خزاں ہو جاتی ہے تو کچھ بھی نہیں ٭

۴۔ کسے را میازار و از کس مرنج
کزیں بہترے نکتہ داں ہیچ نیست

۴۔ نہ کسی کو ستا اور نہ کسی سے رنج اُٹھا۔ جان لے کہ اس سے عمدہ بات اور کوئی چیز نہیں ٭

۵۔ حَسن با جہاں دار خُلقِ حَسن
خمش ورنہ نطق و بیاں ہیچ نیست

۵۔ اے حسن تو جہان سے خوش اخلاقی سے پیش آ۔ نہیں تو چپکا ہو رہ گویائی اور بیان کچھ نہیں ٭

کیا ہی عمدہ کہا ہے جس نے کہا ہے۔ **قطعہ**

بعمرِ خویش نشنیدم ازیں سنجیدہ تر حرفے
کہ در میخانہ میفرمود رندِ بے سر و پائے

اس بات سے عمدہ میں نے اپنی عمر بھر میں نہیں سنی۔ جو کہ ایک بے سر و سامان رند شراب خانے میں کہہ رہا تھا ٭

مرنجان و مرنج و ہیچ چیزے را مشو منکر
کہ ہر مورے سلیماں است و ہر چغد لیست عنقائے

نہ تکلیف دے اور نہ تکلیف اٹھا اور کسی چیز کو حقیر نہ جان۔ کیونکہ ہر ایک چیونٹی سلیمان ہے اور ہر ایک اُلو عنقا ہے ٭

اے عزیز خداوند تعالےٰ کی شناخت اور آخرت کی نجات علم کی ذات سے ہے اور بزرگوں اور بڑے آدمیوں کی مجلسوں میں دخل پانیکا وسیلہ علم ہے۔ پس چاہئے کہ اس رات کو چمکنے والے موتی کی تلاش میں دن رات کی تمیز نہ کرکے پروانے کی طرح اس کی شمع پر جان دے دے۔

چو شمع از پئے علم باید گداخت — علم کے واسطے شمع کی طرح پگھلنا چاہئے۔
کہ بے علم نتواں خدارا شناخت — کیونکہ بے علم خدا کو نہیں پہچان سکتے +

اے عزیز نیک لوگوں کی پیروی کر خواہ وہ بوڑھا ہو یا جوان۔

راست بورا پیروی کن گرچہ زن باشد کہ خضر — تو سیدھا چلنے والے کی پیروی کر خواہ وہ عورت
چوں سکندر گم کند راہ مادیانش راہبراست — ہی ہو کیونکہ جب خضر نے سکندر کا راستہ کھو دیا تو گھوڑی نے اس کی رہبری کی تھی +

اے عزیز دنیا کو چھوڑ اور نفس کو مار اور نیند کو چھوڑ دے +

اے عزیز وہ لوگ جو امید اور خوف سے خدا کی فرمانبرداری کرتے ہیں وہ بیمار ہیں۔ خدا کے عاشق نے کیا ہی عمدہ فرمایا ہے۔ ما عبدناک خوفاً من نارک ولا طمعاً فی جنتک ولکن وجدتک اهل العبادۃ فعبدناک (ہم نے تیری عبادت تیری آگ سے ڈر کر نہیں کی اور نہ ہی تیرے بہشت کے لالچ سے لیکن چونکہ عابدوں نے تجھے پالیا ہے۔ اس لئے ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔ (یعنی تجھے حاصل کرنے کی خاطر)۔) +

اے عزیز خداوند تعالےٰ کی شناخت ہمیشہ اپنی شناخت سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ جس نے اپنی عبودیت (بندہ ہونا) پہچان لیا اس نے خدا کی ربوبیت (رب ہونا) پہچان لی۔ لیکن خدا تک پہنچنے کا راستہ یہ ہے۔ کہ ایک قدم دنیا سے اٹھائے اور دوسرا آخرت سے پھر تو جلدی خدا کو پہنچ جائیگا۔ من تقدم خطوتین فقد وصل (جس نے

دونوں قدم اُٹھا لیئے وہ خدا سے مل گیا) ؎

نعیم ہر دو جہاں پیش عاشقاں ہیچ است
کہ ایں متاعِ قلیل است وآں بہا کثیر

دونوں جہان کی نعمتیں عاشقان الٰہی کے نزدیک کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ یہ کم اسباب ہے اور اس کی قیمت زیادہ ہے +

کیا ہی عمدہ کہا ہے جس نے کہا ہے۔ ؎

آز بگذار و پادشاہی کن
گردنِ بے طمع بلند شود

حرص چھوڑ اور بادشاہی کر۔ کیونکہ بے طمع آدمی کی گردن بلند ہوتی ہے +

صاحب اسرار اور راز نے حرص کے بارے میں کیا عمدہ کہا ہے۔ ؎

طمع را سہ حرفت وہر سہ تہی
ازاں نیست بر طامعاں رابہی

طمع کے تین حرف ہیں اور تینوں خالی ہیں۔ اسی سبب سے طمع کرنے والوں کی بہتری نہیں ہوتی +

کیا اچھا کہا ہے جس نے کہا ہے ؎

ہر حرفست بے نقطہ گشت ترکیب طمع ازوے
نقطہ را شرم مے آید کہ برگردِ طمع گردن

جن حرفوں سے طمع مرکب ہے اُن میں سے ہر ایک نقطہ سے خالی ہے۔ نقطے کو شرم آتی ہے کہ طمع کے نزدیک پھٹکے +

بہت عمدہ فرمایا ہے جس نے یہ فرمایا ہے +

قطعہ

ہر کہ خواہد کہ دریں دیر بہر صیف و بہار
چوں گُلِ تازہ رُخِ او بہ طراوت باشد
نرود بر درِ اربابِ جہاں بہرِ طمع
گرچہ مشہور چو حاتم بہ سخاوت باشد

ترجمہ

جو شخص چاہتا ہے کہ اس جہان میں ہر موسم میں تازہ پھول کی طرح اس کا چہرہ تر و تازہ ہے +
اس کو چاہیئے کہ اہل جہان کے دروازے پر طمع کی خاطر نہ جائے۔ اگرچہ وہ سخاوت میں حاتم کی طرح مشہور ہو

اے عزیز قناعت کا دامن پکڑ اور اپنی عزت خاک میں نہ ملا ہے ؎

تا حریصی ہرگز از خواری نیابی تو اماں — جب تک تو لالچی بنا رہیگا تب تک تو بیعزتی
زانکہ دیدم بارہا من حرص و خواری تو اماں — سے کبھی امن میں نہیں رہیگا کیونکہ میں نے کئی دفعہ
دیکھا ہے کہ حرص اور خواری ساتھ ساتھ ہوتی ہیں ؑ

کیا تو نے نہیں سنا۔ الحارِصُ محرومٌ والسائلُ مجذومٌ (لالچی خالی رہتا ہے اور مانگنے والا کٹا ہوا) ؛

اے عزیز دنیاوی مال واسباب کے لئے محروم اور مجذوم نہ بن۔ بلکہ قناعت کے ملک میں حاتم ہونا ظاہر کر۔ ؎

تنہا نہ حاتم اوست کہ جود ے کند بہ خلق — حاتم صرف وہی نہیں جو خلقت پر
ہر کس کہ از کسے نستاند حاتم است — سخاوت کرے۔ ہر ایسا شخص حاتم ہی
ہے جو کسی سے کچھ نہ لے ؛

اے عزیز آدمیوں سے کسی آرزو کو طلب نہ کر۔ ؎

پس عاجز اند خلق مکن التجائے زکس — خلقت بہت عاجز ہے کسی سے کچھ طلب
ہر آرزو کہ مے طلبی از خدا طلب — نہ کر۔ جو خواہش تو طلب کرتا ہے۔ خدا
سے طلب کر ؛

حکایت۔ ایک مست دیوانہ رستے پر پڑا ہوا تھا۔ بادشاہ اس کے پاس سے گذرا تو کہا کہ اے دیوانے! کچھ مانگ۔ اس نے کہا مجھے مکھیوں نے بہت ستا رکھا ہے۔ ان کو منع کر دے تاکہ مجھے تکلیف نہ دیں۔ بادشاہ نے کہا مکھیاں میرے حکم کی تابع نہیں۔ دیوانے نے کہا جبکہ مکھیاں تیرا حکم نہیں مانتیں تو میں تجھ سے کیا مانگوں ؛

قطعہ	ترجمہ
بخشی از خدا طلب ہمہ چیز	اے بخششی ہر چیز خدا سے مانگ کیونکہ آسمان
در سماؤ سمک خزانۂ اوست	اور زمین تمام اس کا خزانہ ہے +
کارِ کس از کسے نیاید راست	آدمی کا کام کسی آدمی سے پورا نہیں
کارِ ہر کس بکارخانۂ اوست	ہوتا۔ ہر شخص کا کام اس کے کارخانے میں بنتا ہے +

اے عزیز امانت میں دیانت داری اختیار کر۔ کیونکہ اس میں خیانت کرنے سے شرمندگی حاصل ہوتی ہے۔

در خیانت بود خجالتِ مرد	خیانت میں آدمی کو شرمندگی حاصل ہوتی
واں خجالت دریغ باشد درد	ہے۔ اور اس شرمندگی سے افسوس اور رنج پیدا ہوتا ہے +

اے عزیز جہاں تک ہو سکے بدی کے عوض نیکی کر۔

بدی را بدی سہل باشد جزار	بدی کے بدلے بدی کرنا سہل ہے۔ اگر تو
اگر مردی احسن الی من اسا	مرد ہے تو جس نے تجھ سے بدی کی ہے اُس کے ساتھ نیکی کر +

بہت اچھا کہا ہے جس نے کہا ہے۔

ہر کسے در راہِ من خارے نہد من گل نہم	اگر کوئی شخص میری راہ میں کانٹا رکھیگا
و سزائے خار یابد من جزائے گُل برم	تو میں پھول رکھوں گا۔ کیونکہ وہ کانٹے کی سزا بھگتیگا اور میں پھول کا اجر لونگا +

کیا ہی عمدہ کہا ہے جس نے یہ کہا ہے۔

نیکواں را دوست دارد ہر کہ باشد در جہاں	نیک لوگوں کا تو ہر شخص دوست ہوتا ہے۔

گر بداں را دوست داری گوئے بُردی از میاں — اگر بُرے آدمی کو دوست رکھے تو بازی جیت جائے گا +

اے عزیز حسد۔ حرص۔ پس گوئی۔ جھوٹ۔ تہمت۔ شہوت۔ خود پسندی۔ غصہ پلیدی۔ کنجوسی۔ دلی غصہ۔ تکبر اور دکھلاوا چھوڑ دے۔ کیونکہ یہ شیطان کی خصلتیں ہیں +

اے عزیز جب تو نے تکبر اور ریا کو چھوڑ دیا تو تو اللہ تعالےٰ کو پہنچ جائے گا +

اے عزیز دولتمندی پر فخر نہ کر کیونکہ یہ غفلت کی خواب میں خیالی لشکر ہے +

قطعہ	ترجمہ
عید و شب قدر و صبح و شامے شد و رفت	عید۔ شب قدر۔ صبح اور شام ہوئیں اور
شادی و غم و ہجوم عامے شد و رفت	چلی گئیں۔ خوشی۔ غم اور عام ہجوم ہؤا اور چلا گیا +
ہنگامِ نشاط و صحبتِ سیم تناں	خوشی کا موقع اور خوبصورتوں کی صحبت
در عالمِ خواب احتلامے شد و رفت	خواب میں احتلام کی طرح ہوئی اور چلی گئی +

بہت عمدہ کہا ہے جس نے کہا ہے +

غزل	ترجمہ
۱۔ منازا اے بتِ چیں کہ چیں ہم نماند	اے چین کے بت تو فخر نہ کر کہ چین بھی
قرارِ جہاں ایں چنیں ہم نماند	نہیں رہا۔ جہان ہمیشہ اسی طرح نہیں رہا +
۲۔ اگر چہ نہ بینی جہاں مثل سابق	۲۔ اگر چہ تو نے جہان کو پہلی طرح نہیں دیکھا۔
نماند زمانہ زمیں ہم نماند	جب زمانہ نہیں رہا تو زمین بھی نہیں رہیگی +
۳۔ نہ جم ماند اینجا نہ آں نگینش	۳۔ نہ جمشید ہی رہا اور نہ اس کا نگینہ۔ نگینہ
نقوشِ نگین و نگیں ہم نماند	کے نقش اور نگینہ بھی نہیں رہا +

اے عزیز۔ سخاوت۔ قناعت۔ شجاعت۔ مروت۔ راست روی۔ حلیمی اور بردباری

کو اپنا لباس بنا۔ اور انہیں عادات سے ہر شخص کو اپنا دوست بنا +
اے عزیز جو کچھ تجھ سے پوچھیں۔ اسکا جواب دینے میں جلدی نہ کر اور جبتک نہ پوچھیں نہ کہو۔ اور
جب تک نہ بلائیں نہ جا۔ اور وہ چیز نہ بیچ جو خریدنا ہی نہیں چاہتے۔ اور ایسی چیز
نہ رکھ جو وہ نہ لیں۔ نہ رکھ۔ نہ اُٹھا اور نہ کئے ہوئے کو شمار کر۔ دل کو شیطان کا
کھلونا نہ بنا۔ اور دل کو حرص اور لالچ سے خالی کر۔ اور باطن کو [illegible] اک
وصاف رکھ۔ بلکہ ظاہر میں رند بنا رہو۔ اور باطن میں پارسا اور پرہیزگار +

قطعہ	ترجمہ
گر مست نۂ مست نمائی مے کن	اگر مست نہیں تو اپنے آپ کو مستوں کی طرح
دیوانہ نۂ کاہ ربائی مے کن	ظاہر کر۔ اور اگر تو دوانہ نہیں تو تنکے وغیرہ اکٹھے کرتا رہو +
تا خلق بر اسرارِ تو واقف نشود	تاکہ خلقت تیرے بھید سے واقف نہ
رندے بنما و پارسائی مے کن	ہو جائے۔ تو رند بنکر پرہیزگاری کر +

اے عزیز ہر آدمی کی روٹی نہ کھا۔ اور اپنی روٹی کسی کو دینے میں دریغ نہ کر۔
نفس امارہ کے حکم سے خوف کر۔ اور اپنے تانبے کو اس کی مخالفت کی اکسیر سے سونا بنا۔ دشمن
اگرچہ حقیر ہو اس کو ادنےٰ خیال نہ کر۔ اور قرض خواہ کتنا ہی تھوڑا ہو اس کو بہت سا
خیال کر۔ مستوں کا قرض نہ لے اگرچہ سخت ضرورت ہو۔ اور عورت نہ کر خواہ
حور ہی ہو +

قطعہ	ترجمہ
مرد باید کہ بدنیا نکند میل دو چیز	مرد کو چاہئے کہ دنیا میں دو چیزوں کی
گر بخواہد کہ ہمہ عمر سلامت ماند	رغبت نہ کرے۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ تمام عمر سلامتی سے بسر ہو +

زن نخواہد اگرش دخترِ قیصر بدہند — اول عورت نہ کرے خواہ اسے بادشاہ
دام نستاند گر وعدہ قیامت باشد — کی بیٹی دیویں۔ دوسرے قرض نہ لے خواہ قیامت کا وعدہ ہو +

اے عزیز جس کی تجھے شناخت نہیں اُس کے ہمراہ سفر نہ کر۔ اور اپنی تھوڑی سی چیز کو دوسروں کی بہت سی کے برابر خیال کر۔ بیہودہ غم نہ کھا۔ اور جس سے تجھے غم پہنچے اس کو چھوڑ دے۔ خدا کی دوستی کم آزاری میں ہے اور آدمیوں کو دکھ دینے والے دوست کو بازاری دوست خیال کر۔ اپنے آپ کو اپنی حالت سے غافل نہ رکھ اور جو تجھ سے موافقت کرے اس کی نوازش کر۔ دنیا اور آخرت کی نیک بختی داناؤں کی صحبت میں ہے اور محض بے عزتی اور رسوائی خود پرستوں اور نمودیوں کی مجلس میں ہے۔ نادان سے کنارہ کشی کر۔ اور دانا جہاں کہیں ہو اس سے مل جا۔ سخاوت کا پیشہ اختیار کر۔ اور فقیروں کی مفلسی کا اندیشہ کر۔ تو فقر پر فخر کر نہ دولتمندی پر۔ اور شکر تکلیف میں بجالا نہ شفا میں۔ درویشوں سے محبت کر اور ان کی دوستی پر فخر کر۔ خدا کے حکم پر راضی رہو۔ اگر تو راضی نہ ہو گا تو کیا کرے گا۔ تو خود قاضی بن۔ خوش اخلاق اور کم آزار ہو۔ اور دن رات خدا کی یاد میں مشغول رہو ؎

پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی — تیس سال کے بعد خاقانی کو یہ بات
کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی — ٹھیک طور پر معلوم ہوئی۔ کہ ایکدم خدا کی یاد سلیمان کے ملک سے بہتر ہے +

اے عزیز موت سے پہلے ہی مرجا۔ اور ذکر کے وسیلے سے خداوند تعالیٰ کے وصال کا دامن پکڑ تاکہ تو نیک اور بد کے جال میں نہ پھنسا رہے +

قطعہ — ترجمہ

تا موتوا قبل ان تموتوا نشوی — جب تک تو مرنے سے پہلے نہ مریگا

تا محو ذاتِ پاک یا ہو نشوی
اور جب تک تو خداوند تعالیٰ کی ذات پاک میں نہ مٹ جائیگا +

از راہِ جفا عناں نتابی ہر گز
تب تک ظلم کی راہ سے باگ نہ موڑیگا

وز نیک و بدِ زمانہ یکسو نشوی
اور زمانے کے نیک و بد سے الگ نہ ہوگا +

اَے عزیز جو بات تو اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔ وہ دوسرے کے حق میں بھی نہ کر۔ اگر کسی سے تعلق پیدا کرنے کے لئے تو مجبور ہو۔ تو اس قسم کا تعلق پیدا کر۔ کہ جب تو تعلق قطع کرے تو کسی قسم کی بے عزتی نہ ہو۔ اور نہ اس کے چھوڑنے میں تجھے تکلیف پہنچے ۔ ۵

دلا بگیر تعلق برسمِ مرغابی
اے دل مرغابی کی طرح تعلق رکھ۔

بود ر آب چو برخاست خشک تر برخاست
جب وہ پانی سے باہر نکلتی ہے تو بالکل خشک ہوتی ہے +

اَے عزیز اگر تو ہوش کے کان لگا کر سنے۔ تو میں تجھے ایک نہایت عمدہ بات سناؤں۔ کہ ایک ہی بات بہت سی باتوں سے اچھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ روح کا آرام اکیلا رہنے میں ہے۔ اور دل کی خوشی الگ رہنے میں۔ ۵

مجرد باش در معنے اگر آسودگی خواہی
اگر حقیقت میں تو آرام چاہتا ہے تو اکیلا

کہ خارے در بیاباں نیست دامنگیر عریاں را
رہ۔ کیونکہ کوئی کانٹا جنگل میں ننگے کے دامن کو نہیں پکڑتا +

اَے عزیز خداوند تعالیٰ کے سوا کسی سے دل لگانا خوشی کی قید سے چھوٹنا اور غم کے جیلخانے میں پھنسنا ہے۔ اس واسطے کہ خداوند تعالیٰ کے سوا جس سے تو محبت کرے گا۔ یا تو اسے چھوڑ دیگا یا وہ تجھے چھوڑ جائیگا۔ پس ان دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی ہو۔ اس سے دل رنجیدہ ہوتا ہے +

قطعہ	ترجمہ
ہر کہ جز حق دوست داری عاقبت	خداوند تعالےٰ کے سوا جس سے تو
تو از ویا او ز تو گردد جدا	دوستی پیدا کرے گا۔ تو اس سے یا وہ تجھ سے جدا ہو جائیگا +
زانکہ پیش از وے ازیں دار فنا	اس واسطے کہ اس دنیا میں اُس سے
تو فنا گردی و یا گردد فنا	پہلے تو فنا ہو جائیگا یا وہ تجھ سے پہلے فوت ہو جائے گا +

اَے عزیز اگر تو خوشی چاہتا ہے تو تکلیف اُٹھا۔ اور اگر مراد چاہتا ہے تو صبر کر اور اگر بلندی چاہتا ہے تو تواضع کر اور اپنی نسبت لاف نہ مار +

قطعہ	ترجمہ
عیب است بزرگ بر کشیدن خود را	اپنے آپ کو بڑا جاننا عیب کی بات ہے
واز خلق و زمانہ برگزیدن خود را	اور خلقت اور زمانے سے اپنے آپ کو بہتر خیال کرنا بھی عیب ہے +
از مردمکِ دیدہ بباید آموخت	آنکھ کی پتلی سے یہ بات سیکھنی چاہیئے۔
دیدن ہمہ را و ندیدن خود را	سب کو دیکھنا اور اپنے آپ کو نہ دیکھنا +

اَے عزیز جو شخص اپنے آپ کو نہیں دیکھتا اور تواضع اختیار کرتا ہے وہ زمانے کے باغ سے مراد کا پھول حاصل کر لیتا ہے ؎

تواضع نشۂ ہوش است ہر کہ بیمغز است کے داند	تواضع ہوش کا نشہ ہے جو شخص بے مغز ہے
بلے گردن کجا خم میشود مینائے خالی را	اُس کو کیا معلوم ہے۔ ہاں خالی صراحی کی گردن کب جھکتی ہے +

اَے عزیز اپنی قابلیت اور فضیلت پر مغرور نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ تو خود بینی

سے نقصان اُٹھائے گا۔ نفع نہیں حاصل کرے گا۔ ؎

تا علم و فضل بینی بے معرفت نشینی — جب تک تو اپنے علم و فضل کا خیال رکھیگا خدا
یک نقطہ ات بگویم خود را مبیں کہ رستی — شناسی سے محروم رہیگا میں تجھے ایک بات
کہتا ہوں کہ تو اپنے آپکو نہ دیکھ تاکہ تو خلاصی پائے

؎ ہر کہ بخود نظر کند آں نہ نظر افتے بود — جو شخص اپنی طرف دیکھتا ہے یہ خوش طبعی
بلکہ بنزد اہل آں نظر آفتے بود — نہیں ہوتی۔ بلکہ خدا رسیدہ کے نزد ایسی نظر
مصیبت میں شامل ہے +

حکایت۔ خواجہ حسن بصری کا دامن ایک ہیجڑے کے دامن سے چھو گیا۔ اس دامن کو فوراً کاٹ ڈالا۔ ہیجڑے نے کہا۔ اے شیخ تو اپنی طرف نہ دیکھ ابھی تیرے اور میرے کام کا انجام معلوم نہیں۔ شاید خدا کے نزدیک کون مقبول ہو۔ ؎

چوں رد و قبول ہمہ در غیب است — چونکہ سب کا رد ہونا یا قبول ہونا پوشیدہ
زنہار کسے را مکنی عیب کہ عیب است — ہے۔ خبردار کسی کی بُرائی نہ کر کیونکہ یہ عیب ہے +

اے عزیز نیکی کر تاکہ تو بدلہ پائے۔ اور کسی کو ہاتھ اور زبان سے تکلیف نہ پہنچا تاکہ تو بھی تکلیف نہ اُٹھائے۔ حرص کا غلام نہ بن اور غفلت پر فریفتہ نہ ہو۔ مال کو عارضی سمجھ اور تندرستی کو غنیمت جان +

اے عزیز ہزار دوست ہوں تو بھی تھوڑے ہیں۔ اور دشمن ایک ہو تو بھی اسے بے شمار خیال کر۔ لوگوں سے روپیوں کی تھیلی نہ مانگ۔ بلکہ خود بخود اپنے لئے مال طلب نہ کر۔ ؎

سیر چشماں را بہ ایں نو دولتاں نسبت مکن — اُن آدمیوں کو جن کی نظر سیر ہے ان نئی
فربہی چیزے دگر آماس چیزے دیگر است — دولت والوں سے نسبت نہ دے۔ کیونکہ موٹاپا اور
چیز ہے اور سُوجن اور شے ہے +

اے عزیز خاندانوں کی عزت کا خیال رکھ اور دولتمندی پر فخر نہ کر اور گناہ سے دُور رہو۔ اور مصیبتوں میں صبر کر۔ اور آدمیوں کی پیٹھ پیچھے وہی کہو جو تو سامنے کہہ سکے۔ اور نیازمندوں کو ملامت نہ کر۔ اور درویشوں کو نااُمید نہ لوٹا۔ اور کسی کو اپنے بھید سے واقف نہ کر۔ اور خدا کی خلقت کی حاجتوں کو پورا کرنے کو بڑا بھاری کام خیال کر۔ اور اپنی نیکی کا احسان نہ جتلا۔ اور لوگوں کو بدی سے یاد نہ کر۔ اور خلقت کو اپنا امیدوار بنا۔ اور کسی کے غم سے خوشی نہ کر۔ اور جوانمردوں سے وفا طلب کر۔ آدمی کو تکلیف تین باتوں سے پہنچتی ہے۔ اول وہ وقت جو پیش آنے والی ہو۔ اور قسمت سے زیادہ حاصل کرنے سے اور دوسروں کی ملکیت کو اپنی خیال کرنے سے جبکہ تیری روزی دوسروں کی روزی سے جدا ہے۔ تو پھر یہ بیہودہ محنت کس واسطے کرتا ہے۔ مُہر کو کیسے سے نکال کر زبان پر رکھ اور مہر (محبت) دنیا سے اُٹھا کر ایمان پر رکھ۔ افسوس ہے ایسے شخصوں کی حالت پر کہ جنہوں نے ایمان کا چراغ گل کر دیا اور غفلت کی رات میں لے گئے۔ دن کو عیش و عشرت میں مست ہیں اور رات کو غرور کی نیند میں۔ وہ نہیں جانتے کہ خدا سے دور پڑے ہیں اور کل کو قبروں میں سوئیں گے +

رباعی	ترجمہ
عمرے بغم جہان دوں میگذرد	عمر کمینے جہان کے غم میں گذرتی ہے۔ اور
ہر لحظہ ز دیدہ اشک خوں میگذرد	ہر لحظہ آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہیں +
شب خفتہ و روز مست وہر صبح خمار	رات کو سوتے ہیں دن کو مست ہیں اور
اوقاتِ شریف بیں کہ چوں میگذرد	صبح کے وقت خمار میں ہیں۔ دیکھو کہ اوقات شریف کس طرح گذرتا ہے +

اے عزیز لڑکپن میں تو پست ہے اور جوانی میں مست اور بڑھاپے میں سست پن خدا کو کب یاد کرے گا ؎

قُوْلِیْ بسزبانِ خود بربستی | تو اپنی زبان سے صرف قُوْلِیْ (کہ اے عورت)
صدخانہ پُرازبتاں یکے نشکستی | پکارتا ہے۔ بتوں کے بھرے ہوئے سو گھروں میں سے ایک بت کو بھی تونے نہیں توڑا۔

امروز درجہاں نکردی کارے | آج تونے جہاں میں کوئی کام نہیں
فردات وہد خمار کامشب مستی | کیا۔ آج رات تو مست ہے کل تیرا نشہ ٹوٹے گا۔

اے عزیز مستی کا عالم کیا ہی عمدہ ہے۔ جہاں کہیں تو ہو تجھے کوئی نہیں پوچھیگا کہ تو کون ہے۔ اگر تو واپس آجائے تو دروازہ (توبہ کا) کھلا ہے۔ اگر نہ آئے تو خداوند تعالےٰ کو چنداں ضرورت بھی نہیں۔ دنیا کو اگر دوست رکھتا ہے تو وہ تاکہ رہے۔ اور اگر تو اسے دشمن سمجھتا ہے تو کھالے تاکہ نہ رہے۔ کُل کا دن گذر گیا جس کے آنیکی امید نہیں۔ اور آنے والے کل پر بھروسہ نہیں حال (اس وقت) کو غنیمت جان کیونکہ یہ بھی دیر تک نہیں رہتا۔ اور اُس شخص سے ڈرتا رہو جو خدا سے نہیں ڈرتا۔ اور جو کچھ کرتا ہے۔ کسی کے صلاح ومشورے سے نہیں کرتا۔ اگر تو ہوا پر اُڑے گا تو مکھی ہے۔ اور اگر تو پانی پر چلیگا تو تنکا ہے۔ تو دل کو قابو رکھ تاکہ تو کچھ ہو جائے۔ شاہِ مردان علی مرتضےٰ نے دنیا کا ملک تیرے کے زور لیا۔ اور آخرت کا ملک تین روٹیوں سے۔

قطعہ	ترجمہ
آں شنیدی کہ حیدرِ کرار	یہ بات تونے سُنی ہے کہ حیدر کرار نے۔
چند کافر بکشت وقلعہ کشاد	بہت سے کافروں کو مارا اور قلعہ فتح کیا۔
لیک تا او نداد سہ اقراص	لیکن جبتک اُنھوں نے تین روٹیاں نہ دیں
پا برفتحِ عاقبت ننہاد	آخرت کی فتح پر پاؤں نہ رکھا۔

اے عزیز اس راہ میں مرد بن۔ اور دل کو پُر درد رکھ۔ کوئی خام کام نہ کر۔ اور حرص اور لالچ کی گلی میں مقام نہ کر۔

رباعی	ترجمہ
گر در رہِ شہوت دہوا خواہی رفت	اگر تو شہوت اور حرص کی راہ چلیگا۔ تو
از من خبرت کہ بے نوا خواہی رفت	میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ تو خالی جائیگا
بنگر چہ کسی و از کجا آمدۂ	دیکھ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے
میدان کہ چہ میکنی کجا خواہی رفت	اور معلوم کر کہ تو کیا کرتا ہے اور کہاں جائے گا

اے عزیز دنیا میں دل نہ لگا۔ کیونکہ تو خراب وخستہ حال ہوگا۔ دل خداوند تعالیٰ سے لگا۔ کہ تو خلاصی پائے گا۔ اگر تیرے پاؤں ہیں تو اس کی قید میں رکھ۔ اور اگر سر ہے تو بھی اس کی کمند میں بندھا ہوا رکھ۔ وہ (خدا) دریا ہے اور باقی تمام ندیاں ہیں۔ اگر تو موتی تلاش کرتا ہے تو دریا سے کر۔ ندی میں سے نہ کر۔ خواہ امیر ہے اور خواہ دربان دونوں پر واجب ہے۔ کہ خدا کی راہ میں عبادت کا بیج بوئیں۔ اور فرمانبرداری کی شراب پئیں۔ اور خداوند تعالےٰ کی عبادت میں کوشش کریں۔ خداوند تعالےٰ نے ہمیں پیدا کیا تاکہ ہم اسے کارساز جانیں۔ اور وہ موت اس لئے بھیجتا ہے۔ تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ وہ بے نیاز ہے۔ جس کو پیدا کیا عبادت کے لئے کیا۔

اے عزیز عبادت کی کوشش کر تاکہ دنیا کی محنت ختم ہو۔ اور عبادت کا بیج اُگے اور وصال کی صبح نمودار ہو۔ اور ازلی نصیبے کا چاند نکلے۔ اور نیک بختی کا دروازہ کھلے۔ اور دیدار الٰہی کا آفتاب منہ دکھلائے۔

اے عزیز کتوں کی دس عادتیں اپنے آپ میں پیدا کر۔ تاکہ معرفت کے آسمان

پر تو روشن چاند کی طرح چمکے ۔ اوّل ہمیشہ بھوکا رہنا کہ یہ نیک لوگوں کی عادت ہے دوسرے مقررہ مکان نہ رکھنا یہ اہل توکل کا طریقہ ہے ۔ تیسرے رات کو نہ سونا یہ محبت والوں کی عادت ہے ۔ چوتھے مرنے کے بعد ورثہ کا نہ چھوڑنا یہ آزاد آدمیوں کی حالت ہے ۔ پانچویں خواہ کتنا ہی ظلم دیکھیں اپنے مالک کو نہیں چھوڑتے ۔ یہ مریدوں کی رسم ہے ۔ چھٹے تھوڑی سی جگہ پر راضی ہونا یہ تواضع کرنے والوں کا طریقہ ہے ۔ ساتویں جب کوئی دوسرا ان کی جگہ پر غالب آجائے ۔ تو جگہ کو چھوڑ دیتے ہیں یہ عاجزوں کا طریقہ ہے ۔ آٹھویں ۔ جب ہٹاویں تو چلے جاتے ہیں ۔ جب پھر بلائیں تو آجاتے ہیں ۔ اور پچھلا غصہ دل میں نہیں رکھتے ۔ یہ اہل تسلیم کا طرز ہے ۔ نویں ۔ کھانا کھاتے وقت دور بیٹھتے ہیں ۔ اور انتظار میں رہتے ہیں ۔ یہ مسکینوں کی عادت ہے ۔ دسویں اگر ان کی طرف توجہ نہ کی جائے تو بھی خوش ہیں ۔ یہ مجذوبوں کی حالت ہے ۔ ضروری ہے کہ سالک ان دس خصلتوں سے خالی نہ ہو ۔ نہیں تو معرفت کا پانی اس کی ندی میں جاری نہ ہوگا +

اے عزیز بدن کے علاقے میں شہوت نامی ایک فساد کرنے والا ہے ۔ کہ بہت سی جماعت مثلاً جوانی ۔ غرور ۔ تکبر اور غفلت وغیرہ کے ساتھ فساد برپا کرنے کی خاطر سر اُٹھا کر عبادت کے ادا کرنے میں سستی کرتا ہے ۔ چاہئے کہ توکل کے گھوڑے پر سوار ہو کر اور درستی کی زرہ بدن پر پہنکر اور توکل کے لوہے کی ٹوپی سر پر رکھ کر اور رہبری کا تیرہ ہاتھ میں لیکر اور صدق کی تلوار کمر پر باندھ کر اور نامرادی کی ڈھال کندھے پر رکھ کر اور صبح کی دعا کا ترکش اپنے بدن پر لٹکا کر اور صبر کی کمان دل کے کندھے پر رکھ کر اور بندگی کا نقارہ بجا کر اور عالیشان عہدے داروں اور رستم جیسے بہادروں ۔ مثلاً عقل اور دل جمعی ۔ دعا ۔ بہادری ۔ سخاوت ۔ سب کو ہمراہ لیکر اس پر حملہ کرے ۔ اور اس پر فتح پا کر اس کے [illegible] بنیاد کو اکھیڑ دے تاکہ تو باطن کے ملک

پر تو روشن چاند کی طرح چمکے۔ اوّل ہمیشہ بھوکا رہنا کہ یہ نیک لوگوں کی عادت ہے دوسرے مقررہ مکان نہ رکھنا یہ اہل توکل کا طریقہ ہے۔ تیسرے رات کو نہ سونا یہ محبت والوں کی عادت ہے۔ چوتھے مرنے کے بعد ورثہ کا نہ چھوڑنا یہ آزاد آدمیوں کی حالت ہے۔ پانچویں خواہ کتنا ہی ظلم دیکھیں اپنے مالک کو نہیں چھوڑتے۔ یہ مریدوں کی رسم ہے۔ چھٹے تھوڑی سی جگہ پر راضی ہونا یہ تواضع کرنے والوں کا طریقہ ہے۔ ساتویں جب کوئی دوسرا ان کی جگہ پر غالب آجائے۔ تو جگہ کو چھوڑ دیتے ہیں یہ عاجزوں کا طریقہ ہے۔ آٹھویں۔ جب ہٹاویں تو چلے جاتے ہیں۔ جب پھر بلائیں تو آجاتے ہیں۔ اور پچھلا غصہ دل میں نہیں رکھتے۔ یہ اہل تسلیم کا طرز ہے ۔ نویں۔ کھانا کھاتے وقت دور بیٹھتے ہیں۔ اور انتظار میں رہتے ہیں۔ یہ مسکینوں کی عادت ہے۔ دسویں اگر ان کی طرف توجہ نہ کی جائے تو بھی خوش ہیں۔ یہ مجذوبوں کی حالت ہے۔ ضروری ہے کہ سالک ان دس خصلتوں سے خالی نہ ہو۔ نہیں تو معرفت کا پانی اس کی ندی میں جاری نہ ہوگا +

اے عزیز بدن کے علاقے میں شہوت نامی ایک فساد کرنے والا ہے۔ کہ بہت سی جماعت مثلاً جوانی۔ غرور۔ تکبر اور غفلت وغیرہ کے ساتھ فساد برپا کرنے کی خاطر سر اُٹھا کر عبادت کے ادا کرنے میں سستی کرتا ہے۔ چاہئے کہ توکل کے گھوڑے پر سوار ہو کر اور درستی کی زرہ بدن پر پہنکر اور توکل کے لوہے کی ٹوپی سر پر رکھ کر اور رہبری کا نیزہ ہاتھ میں لیکر اور صدق کی تلوار کمر پر باندھ کر اور نامرادی کی ڈھال کندھے پر رکھ کر اور صبح کی دعا کا ترکش اپنے بدن پر لٹکا کر اور صبر کی کمان دل کے کندھے پر رکھ کر اور بندگی کا نقارہ بجا کر اور عالیشان عہدے داروں اور رستم جیسے بہادروں۔ مثلاً عقل اور دل جمعی۔ دعا۔ بہادری۔ سخاوت۔ سب کو ہمراہ لیکر اس پر حملہ کرے۔ اور اس پر فتح پاکر اس کے [illegible] بنیاد کو اکھیڑ دے تاکہ تو باطن کے ملک

پر تو روشن چاند کی طرح چمکے۔ اول ہمیشہ بھوکا رہنا کہ یہ نیک لوگوں کی عادت ہے دوسرے مقررہ مکان نہ رکھنا یہ اہل توکل کا طریقہ ہے۔ تیسرے رات کو نہ سونا یہ محبت والوں کی عادت ہے۔ چوتھے مرنے کے بعد ورثہ کا نہ چھوڑنا یہ آزاد آدمیوں کی حالت ہے۔ پانچویں خواہ کتنا ہی ظلم دیکھیں اپنے مالک کو نہیں چھوڑتے۔ یہ مریدوں کی رسم ہے۔ چھٹے تھوڑی سی جگہ پر راضی ہونا یہ تواضع کرنے والوں کا طریقہ ہے۔ ساتویں جب کوئی دوسرا ان کی جگہ پر غالب آجائے۔ تو جگہ کو چھوڑ دیتے ہیں یہ عاجزوں کا طریقہ ہے۔ آٹھویں۔ جب ہٹاویں تو چلے جاتے ہیں۔ جب پھر بلائیں تو آجاتے ہیں۔ اور پچھلا غصہ دل میں نہیں رکھتے۔ یہ اہل تسلیم کا طرز ہے۔ نویں۔ کھانا کھاتے وقت دور بیٹھتے ہیں۔ اور انتظار میں رہتے ہیں۔ یہ مسکینوں کی عادت ہے۔ دسویں اگر ان کی طرف توجہ نہ کی جائے تو بھی خوش ہیں۔ یہ مجذوبوں کی حالت ہے۔ ضروری ہے کہ سالک ان دس خصلتوں سے خالی نہ ہو۔ نہیں تو معرفت کا پانی اس کی ندی میں جاری نہ ہوگا۔

اے عزیز بدن کے علاقے میں شہوت نامی ایک فساد کرنے والا ہے۔ کہ بہت سی جماعت مثلاً جوانی۔ غرور۔ تکبر اور غفلت وغیرہ کے ساتھ فساد برپا کرنے کی خاطر سر اٹھا کر عبادت کے ادا کرنے میں سستی کرتا ہے۔ چاہئے کہ توکل کے گھوڑے پر سوار ہو کر اور درستی کی زرہ بدن پر پہنکر اور توکل کے لوہے کی ٹوپی سر پر رکھ کر اور رہبری کا نیزہ ہاتھ میں لیکر اور صدق کی تلوار کمر پر باندھ کر اور نامرادی کی ڈھال کندھے پر رکھ کر اور صبح کی دعا کا ترکش اپنے بدن پر لٹکا کر اور صبر کی کمان دل کے کندھے پر رکھ کر اور بندگی کا نقارہ بجا کر اور عالیشان عہدے داروں اور رستم جیسے بہادروں۔ مثلاً عقل اور دل جمعی۔ دعا۔ بہادری۔ سخاوت۔ سب کو ہمراہ لیکر اس پر حملہ کرے۔ اور اس پر فتح پا کر اس کے [illegible] بنیاد کو اکھیڑ دے تاکہ تو باطن کے ملک

پر تو روشن چاند کی طرح چمکے۔ اوّل ہمیشہ بھوکا رہنا کہ یہ نیک لوگوں کی عادت ہے دوسرے مقررہ مکان نہ رکھنا یہ اہل توکل کا طریقہ ہے۔ تیسرے رات کو نہ سونا یہ محبت والوں کی عادت ہے۔ چوتھے مرنے کے بعد ورثہ کا نہ چھوڑنا یہ آزاد آدمیوں کی حالت ہے۔ پانچویں خواہ کتنا ہی ظلم دیکھیں اپنے مالک کو نہیں چھوڑتے۔ یہ مریدوں کی رسم ہے۔ چھٹے تھوڑی سی جگہ پر راضی ہونا یہ تواضع کرنے والوں کا طریقہ ہے۔ ساتویں جب کوئی دوسرا ان کی جگہ پر غالب آ جائے۔ تو جگہ کو چھوڑ دیتے ہیں یہ عاجزوں کا طریقہ ہے۔ آٹھویں۔ جب ہٹاویں تو چلے جاتے ہیں۔ جب پھر بلائیں تو آ جاتے ہیں۔ اور پچھلا غصہ دل میں نہیں رکھتے۔ یہ اہل تسلیم کا طرز ہے۔ نویں۔ کھانا کھاتے وقت دور بیٹھتے ہیں۔ اور انتظار میں رہتے ہیں۔ یہ مسکینوں کی عادت ہے۔ دسویں اگر ان کی طرف توجہ نہ کی جائے تو بھی خوش ہیں۔ یہ مجذوبوں کی حالت ہے۔ ضروری ہے کہ سالک ان دس خصلتوں سے خالی نہ ہو۔ نہیں تو معرفت کا پانی اس کی ندی میں جاری نہ ہوگا +

اے عزیز بدن کے علاقے میں شہوت نامی ایک فساد کرنے والا ہے۔ کہ بہت سی جماعت مثلاً جوانی۔ غرور۔ تکبر اور غفلت وغیرہ کے ساتھ فساد برپا کرنے کی خاطر سر اُٹھا کر عبادت کے ادا کرنے میں سستی کرتا ہے۔ چاہیئے کہ توکل کے گھوڑے پر سوار ہو کر اور درستی کی زرہ بدن پر پہنکر اور توکل کے لوہے کی ٹوپی سر پر رکھ کر اور رہبری کا نیزہ ہاتھ میں لیکر اور صدق کی تلوار کمر پر باندھ کر اور نامرادی کی ڈھال کندھے پر رکھ کر اور صبح کی دعا کا ترکش اپنے بدن پر لٹکا کر اور صبر کی کمان دل کے کندھے پر رکھ کر اور بندگی کا نقارہ بجا کر اور عالیشان عہدے داروں اور رستم جیسے بہادروں۔ مثلاً عقل اور دل جمعی۔ دعا۔ بہادری۔ سخاوت۔ سب کو ہمراہ لیکر اس پر حملہ کرے۔ اور اس پر فتح پا کر اس کے [illegible] بنیاد کو اکھیڑ دے تاکہ تو باطن کے ملک

اُردو ترجمہ رسالہ نقشبندیہ

اس رسالہ میں نقشبندیہ طریقہ کے ذکر اور لطائف قلبی مراقبہ وغیرہ کا بیان ہے اور اس کے ساتھ طریق مراقبہ بھی بتایا گیا ہے اور دل کا نقشہ دکھلا کر ہر ایک لطیفہ و مقام دکھلایا گیا ہے ۔ قیمت چار آنے ۴ر

اُردو ترجمہ مجمع الاسرار

جناب حضرت پیر بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں طریقہ قادریہ کے اذکار اور اوراد کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کتاب قابل دید ہے ۔ قیمت ۱۰ر

اُردو ترجمہ ہدیۃ القلوب و تحفۃ الارواح

یہ کتاب بھی تصوف میں ایک بیش بہا جوہر ہے۔ خدا سے رابطہ و اتحاد کرنے والوں کو اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کا ذکر اس میں نہ آیا ہو۔ کتاب قابل دید ہے ۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے .. .. عہ

اردو ترجمہ چہل حدیث

یہ کتاب چہل حدیث مطبوعہ مصر کا اردو ترجمہ ہے۔ مؤلف علیہ الرحمۃ نے ہر ایک حدیث کا نہایت وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ بزرگان عظام و صحابہ کبار جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس خوبی سے کیا ہے کہ پڑھ کر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ اگر ہمارا یہ کہنا غلط نکلے تو ہم حلف پر واپس لینے کے ذمہ وار ہیں۔ دل دردمندوں کے لئے تو گویا اکسیر ہے ۔ قیمت .. .. عہ

اُردو ترجمہ چہل مکتوب

یعنی جناب خواجہ عثمان جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے چالیس مکتوبات کا اردو ترجمہ۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل توحید و معرفت کو جس عمدگی سے ان مکتوبات میں ادا کیا ہے واقعی انہیں کا حصہ ہے۔ طالبان مولا اسے ضرور پڑھیں۔ بلکہ اس کو حرز جان بنائیں۔ اور اس سے عمدہ عمدہ سبق حاصل کریں۔ نہایت سلیس بامحاورہ اردو ترجمہ ۔ قیمت ایک روپیہ ۱ر

مثنوی تحفۃ العاشقین معہ تحفۃ العارفین

یہ دونوں کتابیں سالک حق پرست مست بادۂ الست مقبول بارگاہ احد حضرت شاہ عبد الصمد قدس سرہ نقشبندی مجددی کی تصنیف لطیف میں سے ہیں۔ اردو زبان میں سراپا برکت اور رحمت ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت مصنف کو ان کتابوں کی تصنیف کے لئے خواب میں جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوا تھا۔ اور یہی وجہ ان کے مقبول عام اور فائدہ مند ہونے کی ہے یہ دونوں کتابیں نہایت خوشخط اعلےٰ درجہ کے کاغذ پر بہت صحت سے چھپ گئی ہیں ۔ قیمت بارہ آنے ۱۲ر

دریائے حقیقت

یعنی پنجابی دوہڑے ہاشم شاہ۔ یہ کتاب آشنایان طریقت و واقفان رموز حقیقت و شناوران دریائے توحید و عاشقان الٰہی کیلئے در بے بہا جواہرات کے ٹکڑے ہیں ۔ قیمت ۲ر

تحفہ قادریہ زبان اُردو

اس بابرکت کتاب میں حضرت شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ لاہوری نے جو عاشق جناب سید عبد القادر جیلانی کے ہیں۔ جناب غوث پاک کے مناقب اور کرامات کو نہایت معتبر روایات سے عجیب دلکش اور پُر اثر طریق سے قلمبند فرمایا ہے اور تحریر عبارت میں جناب علیہ الرحمۃ نے اپنے سچے عشق اور بیتابی کا نہایت پُر درد الفاظ میں ثبوت دیا ہے۔ جس کے مطالعہ سے انسان پر فوری اثر نمودار ہوتا ہے۔ اس کتاب کو طالبان مولا کی خاطر نہایت عام فہم اُردو میں ترجمہ کیا گیا ہے اور بہت بڑی کوشش سے چھاپا گیا ہے ۔ قیمت آٹھ آنے ۸ر

ہر ایک درخواست ملک چنن الدین ملک تاج الدین خلف ملک فضل الدین ککے زئی تاجران کتب قومی بازار کشمیری لاہور کے نام ہو

ہو ل رہیں اس کے ہندوستان کی علمیت کے متعلقہ لیکچروں کو بڑی سرگرمی و شوق سے سنا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ ہندوستانی دوستوں۔ رفیقوں اور ملازموں کے بارہ میں حسب ذیل رائے ظاہر کرتا ہے "میں اپنی خوشی اور ضرورت کے باعث بہت عرصہ تک ہندوستانیوں کے درمیان رہا۔ اور دوسرے یورپین کی نسبت ان کے ساتھ زیادہ واقفیت کے موقع حاصل کرتا رہا۔ مثلاً کلکتہ کی ٹکسال میں مجھے کئی کاریگروں مزدوروں اور دیگر کارکنان سے روزانہ میل جول اور تعلق میں آنے کا کام پڑتا تھا چنانچہ میں نے دیکھا کہ ہندو لوگ خوش باش۔ ان تھک کام کرنے والے اپنے افسروں کے احکام کو بڑی خوشی سے ماننے والے۔ سخت سے سخت حکم کی تعمیل فوراً کرنے والے اور جفاکش تھے۔ نہ تو اُن کے چال چلن خراب یا قابل اعتراض تھے نہ ہی انکے اندر حکم عدولی کا خیال تھا۔ دیگر لوگوں کے مقابلہ میں بددیانتی بھی ان میں تھوڑی ہی تھی۔ دیگر ممالک کے ٹکسالوں کی نسبت یہاں نگرانی کرنے کی کم ضرورت پڑتی تھی۔ تیز فہمی اور ہشیاری کا مادہ انکے اندر موجود تھا۔ اُن کے اندر نیک دلی اور صاف دلی کمال درجہ کی تھی۔ ہندوؤں کے چلن میں یہ ایک عام وصف ہے کہ جہاں پورا استقلال ہو وہ بڑے صاف دل اور فیاض طبع ہوتے ہیں دیکھنے کا کافی موقعہ ملا ہے اور میں یقیناً کہہ سکتا ہوں۔ کہ وہ مقدمہ باز نہیں ہیں لیکن مِل صاحب اسپر اکتفا نہیں کرتا اور اس سے ایک قدم بڑھکر کہتا ہے۔ کہ برہمن جب چاہے کسی کو مار ڈالے وہ ہندو کو تمام بدیوں اور خرافات کا منبع خیال کرتا ہے جیسا کہ کرنیل ورنسی کینڈی نے ظاہر کیا کہ یہ سوسائٹی کبھی اکٹھی یا متفق نہ رہتی۔ اگر اس کے اندر اسی قسم کے رند آدمی ہی شامل رہتے اگر یہ بات درست ہے کہ برہمن جب چاہے اور جسے چاہے فوراً قتل کر سکتا ہے۔ تو یہ ہنود کے حق میں ایک زبردست شہادت ہے کہ باوجود ایسے خاص استحقاق ملنے کے برہمنوں نے کبھی اس سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ امر واقعہ نہیں ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انگلستان میں فی دس ہزار آدمی پیچھے ایک آدمی کو پھانسی کی سزا ملتی ہے۔ حالانکہ بنگال میں دس لاکھ کے پیچھے ایک سزائے قتل ہے۔ کرنیل سلیمن کی کتاب نے افسوس ہے کہ اس قدر اشاعت حاصل

نہیں کی جسکی وہ مستحق تھی۔ مگر تاہم اسکے خیالات کے اظہار کے لیئے میں چند اقتباس اسکی کتاب سے آپ کے سامنے پیش کرونگا۔ چنانچہ اس کی اکثر تحریرات اپنی ہمشیرہ کی طرف مخاطب ہوکر تحریر شدہ ہیں وہ اپنی ہمشیرہ کو حسب ذیل تحریر ایک مقام پر کرتا ہے "میری پیاری بہن۔ اگر ہندوستان میں کوئی ایک ہموطن کتنا ہی دریافت کرے کہ ہندوستان میں دل لگی کا سب سے بڑا ذریعہ کیا ہے۔ قریب ۹۹ حصہ آدمی جھٹ بول اٹھینگے کہ صرف خوشی کا ذریعہ کیول (صرف) وہ خطوط ہی ہیں جو ہمیشہ اپنی بہنوں سے ولائت سے آتے ہیں جہاں وہ ہماری دل لگی کا سامان پیدا کرتے ہیں ہمیں عمدہ شہری اور گورنمنٹ کا وفادار بننے کی طرف مائل کرتے ہیں۔ کیونکہ ہندوستان میں ہمیشہ اپنی زندگی کے جدوجہد میں ہمیں ان اصحاب کی پسندیدگی کیطرف نگاہ ڈالنی پڑتی ہے جو ہماری مہربان بہنیں ظاہر کرتی ہیں جو ہندوستان کی گورنمنٹ کی بلا تنخواہ مجسٹریٹوں جیسے اعلے فرائض کو سرانجام دینے والی تصور کی جانی چاہیئے"۔ ان چند الفاظ میں جو اسنے اپنی بہن کو تحریر کیئے ہیں زمانہ سلف کی انگریزی بہادری کی جھلک پائی جاتی ہے۔ جیساکہ وہ تسلیم کرتا ہے تمام خطوط کا جواب دینے میں وہ سست الوجود ہے اسنے اپنی فرصت کے موقعہ کو غنیمت سمجھا۔ جبکہ وہ نربدا سے ہمالیہ پہاڑ کو اپنی صحت کی خاطر جارہا تھا۔ اور ہندوستان میں اپنے تجارب اور خیالات کا مفصل حال اپنی بہن کو تحریر کرتا ہے جو کچھ اسنے حالات لکھے وہ دراصل اسکی ہمشیرہ اور دوسرے ممبران خاندان کی دلچسپی اور دل لگی کے واسطے تحریر کیئے۔ وہ آگے چلکر رقمطراز ہے میں ایک امر کا آپکو یقین دلایا کرتا ہوں کہ مجھے کہیں کبھی بناوٹ نہیں دیکھنی پڑی یعنی نہ تو گفتگو میں نہ کتابوں میں اور نہ ہی حکایات میں۔ جو کچھ کہ میں دوسروں کی شہادت پر بیان کرتا ہوں میں یقین کرتا ہوں کہ بالکل سچ ہے اور جو کچھ میں اپنے ذاتی تجربہ پر تحریر کرتا ہوں میں یقین کرتا ہوں۔ کہ درحقیقت امر واقعہ ہے ✤

جب اسنے اپنی یہ کتاب ۱۸۴۴ء میں شائع کرکے ہدیہ ناظرین کی اسنے امید تھی کہ انگلینڈ کے لوگ اسے پڑھکر اہل ہند کی اصلیت اور اندرونی حالت کو ٹھیک طور پر سمجھنے کے قابل ہو سکینگے کیونکہ ان کی قسمت کا بہت کچھ تعلق ہمارے اہل وطن

(مراد انگریزوں سے ہے) کے ہاتھ میں ہوگا - اور اسطرح اُن سے زیادہ مہربانی اور ہمدردی کے خیالات سے برتاؤ کرینگے - شائد آپ پوچھیں کہ ہندوؤں کے خصلت کے بارہ میں کیوں کرنیل سلیمن کو پروفیسر ولسن جیسے بے تعصب اور راستی پسند سے بھی زیادہ مستند اور قابل اعتبار سمجھتا ہوں - اس کا جواب صاف ہے کہ ولسن صاحب صرف کلکتہ میں قیام پذیر رہتے اور کرنیل سلیمن نے تو جابجا دیہات میں گشت کی جہاں کہ ہندوستان کی اصلی تصویر دیکھی جا سکتی ہے - کئی سال تک وہ محکمہ ٹھگی میں اسسٹنٹ کمشنر کا کام کرتا رہا - اور انسداد ٹھگی میں بہت نمایاں کام کیا - ٹھگوں کا پیشہ قتل کرنا تھا - یہ لوگ خون کرنا مذہبی رسم سمجھتے تھے - دراصل یہ لوگ مسلمان تھے - مگر عرصہ دراز تک حقوق در حقوق ہندوؤں کے ساتھ ملکر رہنے سے یہاں کے لوگوں میں خلط ملط ہوگئے تھے - مگر پھر بھی مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی - پس ان گروہوں کی تلاش میں کرنیل سلیمن کو اکثر دیہاتی لوگوں میں بود و باش کرنی پڑتی تھی ان کا اعتباری بننا پڑا اور انکی اندرونی اور اصلی خصلت کے حسن و قبح جانچنے کا موقعہ مل سکتا تھا - چنانچہ کرنیل مذکور اسبات پر سخت اصرار کرتا ہے کہ جس کسی نے اہل ہند کی دیہاتی زندگی کا مطالعہ نہیں کیا وہ کبھی اہل ہند کے خصائل کا اندازہ نہیں لگا سکتا - جسطرح کہ ہندمین دیہاتی زندگی اہل ہند کے خصائل کا پورا نمونہ اور اصلی تصویر ظاہر کرتی ہے وہ حالت کسی اور ملک میں نہیں پائی جاتی *

اگر لوگوں کو اپنے افسروں کی نیک نیت اور مزاج پر پورا اطمینان ہو جائے تو اسکے اندر بزدلی اور الگ تھلگ رہنے کا خیال دور ہو جاتا ہے اور اپنے افسر کی کمال درجہ کی عزت کرتے ہیں فرصت کے وقت وہاں کے عالم پنڈتوں سے میں نے پڑھنا شروع کیا اور انکے تعلق میں آنے سے انہیں محنتی - ذہین خوشباش - صادق دل - اور دیگر اعلےٰ اوصاف سے آراستہ پایا - ہندو لوگوں میں ایک خاص وصف یہ ہے کہ وہ بچوں کی طرح سادہ ہیں - اور زندگی کے کاروبار اور چالاکیوں سے ناآشنا ہیں - پنڈت اور دیگر عالم لوگ - یورپ کے لوگوں کے اخلاق سے ناواقف تھے - اسلئے اُنسے بہت ہراسان پائے جاتے ہیں - ہندو عالموں اور یورپین لوگوں کا باہمی میل جول راہ و رابطہ بہت کم ہے اسلئے کوئی

(مراد انگریزوں سے ہے) کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور اسطرح اُن سے زیادہ مہربانی اور ہمدردی کے خیالات سے برتاؤ کرینگے۔ شاید آپ پوچھیں کہ ہندوؤں کے خصلت کے بارہ میں کیوں کرنیل سلیمن کو پروفیسر ولسن جیسے بے تعصب اور راستی پسند سے بھی زیادہ مستند اور قابل اعتبار سمجھتا ہوں۔ اس کا جواب صاف ہے کہ ولسن صاحب صرف کلکتہ میں قیام پذیر رہتے اور کرنیل سلیمن نے تو جابجا دیہات میں گشت کی ہے جہاں کہ ہندوستان کی اصلی تصویر دیکھی جا سکتی ہے۔ کئی سال تک وہ محکمہ ٹھگی میں کمشنر کا کام کرتا رہا۔ اور انسداد ٹھگی میں بہت نمایاں کام کیا۔ ٹھگوں کا پیشہ قتل کرنا تھا۔ یہ لوگ خون کرنا مذہبی رسم سمجھتے تھے۔ دراصل یہ لوگ مسلمان تھے۔ مگر عرصہ دراز تک حبق درحبق ہندوؤں کے ساتھ ملکر رہنے سے یہاں کے لوگوں میں خلط ملط ہوگئے تھے۔ مگر پھر بھی مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی۔ پس ان گروہوں کی تلاش میں کرنیل سلیمن کو اکثر دیہاتی لوگوں میں بود و باش کرنی پڑتی تھی ان کا اعتباری بننا پڑا اور انکی اندرونی اور اصلی خصلت کے حسن و قبح جانچنے کا موقعہ مل سکتا تھا۔ چنانچہ کرنیل مذکور اسبات پر سخت اصرار کرتا ہے کہ جس کسی نے اہل ہند کی دیہاتی زندگی کا مطالعہ نہیں کیا وہ کبھی اہل ہند کے خصائل کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ جسطرح کہ ہندمیں دیہاتی زندگی اہل ہند کے خصائل کا پورا نمونہ اور اصلی تصویر ظاہر کرتی ہے وہ حالت کسی اور ملک میں نہیں پائی جاتی ؞

اگر لوگوں کو اپنے افسروں کی نیک نیت اور مزاج پر پورا اطمینان ہو جائے تو اسکے اندر بزدلی اور الگ تھلگ رہنے کا خیال دور ہو جاتا ہے اور اپنے افسر کی کمال درجہ کی عزت کرتے ہیں فرصت کے وقت وہاں کے عالم پنڈتوں سے میں نے پڑھنا شروع کیا اور انکے تعلق میں آنے سے انہیں محنتی۔ ذہین خوشباش۔ صادقدل۔ اور دیگر اعلےٰ اوصاف سے آراستہ پایا۔ ہندو لوگوں میں ایک خاص وصف یہ ہے کہ وہ بچوں کی طرح سادہ ہیں۔ اور زندگی کے کاروبار اور چالاکیوں سے ناآشنا ہیں۔ پنڈت اور دیگر عالم لوگ۔ یورپ کے لوگوں کے اخلاق سے ناواقف تھے۔ اسلئے انسے بہت ہراسان پائے جاتے ہیں۔ ہندو عالموں اور یورپین لوگوں کا باہمی میل جول راہ و رابطہ بہت کم ہے اسلئے کوئی

محذوف کرتا ہے جو ان مستفون کو بھی ہندؤں سے نفرت کا خیال رکھتے ہوئے بھی ظاہر کرنے پڑتے ہیں مثلاً بطور محول کہا گیا تھا کہ برہمن جھوٹ اور فریب میں بمنزلہ چیونٹی کے آشیانہ کے ہے۔ لیکن وہ اسکو سچا اور سنجیدگی سے پُرخیال کرکے تحریر کرتا ہے۔ دوسرا ہندؤں کی دروغگوئی کے ثبوت میں اُن کا مقدمہ باز ہونا پیش کرتا ہے وہ تحریر کرتا ہے جبکہ ہندو لوگ باہمی کدورت اور کینہ کا انتظام نہیں لے سکتے تو عدالتوں کی طرف دوڑتے ہیں اور باہم مقدمہ بازی کرتے ہیں۔

کیا یہی خیال دوسرے الفاظ میں اس طرح ظاہر نہیں ہوسکتا۔ جبتک اُنکی ضمیر اور قانون کی عزت انہیں ایک دوسرے سے انتقام لینے اور نفرت کرنے سے منع کرتی ہے وہ انگریزی انصاف پر پورا اعتبار کرتے ہیں قانونی عدالتوں کے سامنے قانونی چارہ جوئی کے لئے حاضر ہوتے ہیں" چنانچہ ڈاکٹر رابرٹسن صاحب اپنی کتاب موسومہ "ہندوستان کی نسبت تاریخی تحقیقات" میں ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اہل ہند کی مقدمہ بازی اُنکی اعلیٰ تہذیب کا ثبوت ہے نہ کہ وحشی پن کا۔ لیکن دل صاحب اسکی اصلاح یوں کرتے ہیں کہ ایسی ہشیاری۔ ـــــــــ ایرلنڈ کے وحشیوں سے زیادہ اور کہیں نہیں پائی جاتی" چونکہ انگریزی عدالتوں میں اسلامیہ سلطنت کی عدالتوں کی طرح رشوت ستانی کا بازار گرم نہیں تھا۔ اسلئے تعجب کی بات نہیں کہ ہندو لوگ ایسی عدالتوں کے شیدا ہوگئے ہوں لیکن کیا یہ فی الواقعہ امر ہے کہ ہندو لوگ دوسری قوموں سے زیادہ مقدمہ باز اور جھگڑالو ہیں۔ سر ٹامس منرو مدراس کا لائق گورنر اور رعیتواری بندوبستوں کا ایک زبردست حامی فرماتا ہے "مجھے اہل ہند کو ہر ایک حالت میں۔ جب ہم تاریخ ہند میں اسقدر راجوں مہاراجوں۔ بادشاہوں کے حالات پڑھتے ہیں تو ہم ہندوستان کو ایک مشرقی وسیع سلطنت سمجھتے ہیں جسپر کہ ایک مرکزی طاقت حکومت کرتی ہے اور اُس میں اُس سلف گورنمنٹ کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ جس کا کہ انگلستان کو فخر ہے لیکن جنہوں نے کہ زیادہ احتیاط سے ہندوستان کی پولٹیکل زندگی کا مطالعہ کیا ہے وہ اسکے برعکس نتیجہ نکالتے ہیں۔ ہندوستان میں مجلسی اور ملکی اتفاق کا ثبوت باوجود بیرونی حملہ وروں کے لگاتار حملوں کے بھی دیہاتی

زندگی میں ابتک پایا جاتا ہے اس قسم کے بعض پولیٹکل جتھے "گرام کلاں" کہلاتے ہیں جو کہ اپنی اپنی جگہ پر مکمل ہوتے ہیں۔ منوسمرتی میں اُن افسروں کے نام دیکھے ہیں جو دس بیس۔ سو یا ہزار گاؤں پر حکومت کرنے کے لئے متعین ہوتے تھے وہ تمام قسم کے محصول وصول کرنیکے ذمہ وار ہوا کرتے تھے اور اُن دیہاتوں کے اچھے چلن کے لئے بھی ذمہ وار متصور ہوتے تھے۔ اس زمانہ کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ ۸۴ گاؤں کا ایک حلقہ بنایا گیا اور ۳۶۰ گاؤں کے حلقے مقرر ہوئے اس سے پایا جاتا ہے کہ یہ صرف مالی محکمہ کے لئے انتظام کیا گیا تھا۔ ۹۹ فیصدی ہندوؤں کے لئے اپنا قصبہ یا گاؤں بمنزلہ دنیا کے سمجھا جاتا تھا۔ اور عام رائے یا عزت اسکی اپنے ہی قصبہ یا گاؤں تک محدود ہوا کرتی تھی۔ سب سے پہلے کرنیل سلیمن نے ایسی دیہاتی پنچایتوں اور جماعتوں کا موجود ہونا ثابت کیا اور بتلایا کہ زمانہ سلف اور زمانہ حال میں آریہ ورت کیلئے بلحاظ مجلسی اتفاق و امور معاشرت ایسی پنچایتیں ضروری اور ازبس مفید ہیں + اگرچہ سر ہنری مین صاحب نے زیادہ فصاحت کے ساتھ اسبارہ میں تحریر کیا ہے مگر کرنیل سلیمن کے تذکرات کا پڑھنا زیادہ دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ وہ محض مشاہدہ کرنے والے کے طور پر اپنی تحریر لکھتا ہے اور عام طور پر اُن مسائل سے بے لاگ ہے۔ جو آریہ قوموں میں ابتدائی ملکی اور مجلسی زندگی کے عروج کے متعلق پیش کئے جاتے ہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ سب سے پہلا شخص کرنیل سلیمن تھا۔ جسنے یہ امر ظاہر کیا۔ کہ تمام ہندوستان دیہاتی ریاستوں میں منقسم ہے بلکہ زمانہ قدیم کا نامی سیاح میگستھنیز بھی یہ حالت دیکھکر دنگ رہ گیا چنانچہ وہ تحریر کرتا ہے۔ کہ ہندوستان میں کسان لوگ اپنی عورتوں اور بچوں سمیت دیہات میں رہائش کرتے ہیں اور قصبات میں جانا بالکل پسند نہیں کرتے میگاسکس نے مشاہدہ کیا کہ اکثر خاندان مشترکہ کاشت کرتے ہیں۔ البتہ سب سے پہلے سلیمن نے یہ ظاہر کیا کہ ہندوؤں کے خصائل کا معیار انکی دیہاتی زندگی ہے۔ انگریز اعلیٰ حکام کو دیہاتی زندگی کا لطف بالکل معلوم نہیں ہے۔ بلکہ کسی انگریز افسر کی موجودگی سے ہی وہ اوصاف وخصائل معدوم ہو جاتے ہیں۔ جو ہند کے دیہات میں عام لوگوں کی زندگی اور رفاہ عام کے کاموں میں پائی جاتی ہیں۔ اگر کسی آدمی کو اس کی برادری سے خارج

کردیں یا اگر کسی آدمی کو اسکی دیہاتی جماعت سے الگ کردیں تو وہ سوسائیٹی کی تمام پابندیوں سے دور ہو جاویگا۔ وہ اپنی دیہاتی زندگی کے خیالات پر قائم نہیں رہیگا اور آزمائش میں پڑکر اپنے دیہاتی اوصاف کھو بیٹھیگا۔ ہر ایک گاؤں میں اخلاقی معیار کا امتیاز مختلف ہے۔ جس بات کو اپنے گاؤں کے لئے چوری یا لوٹ کہا جاتا ہے۔ دور کے گاؤں کے لئے کامیاب دہاڑا یا فتح سمجھا جاتا ہے جس بات کو نیچ کی زندگی میں فریب یا جھوٹ کہا جاتا ہے وہ دوسروں کے برخلاف فخریہ طور پر پالیسی اور چالاکی خیال کی جاتی ہے۔ برخلاف اسکے مہمان نوازی کے شرائط دوسرے گاؤں کے لوگوں پر برتی جاتی ہیں۔ اپنے گاؤں کا آدمی اتنتھی یا مہمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ کرنیل سلیمن کی رائے دیہاتی لوگوں کے اخلاق اور چال چلن کی بات وزن دار ہے۔ کیونکہ اسکو بحیثیت کمشنر السداد ٹھگی ہندوستانیوں کے حسن و قبیح دیکھنے کا کافی موقع مل سکتا تھا۔ وہ مجھے یقین دلاتا ہے کہ ایک ہی گاؤں کے لوگ آپسمیں کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ بلکہ گونڈ جیسی وحشی اقوام میں بھی لالچ کی خاطر بھی جھوٹ بولنا روا نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے قریبی میدان یا گاؤں کی بھیڑ یا مویشی چرانے میں تو پاپ نہ سمجھیں گے۔ مگر جھوٹ کبھی نہیں بولینگے ایسے آدمیوں کی نسبت شاید یہ کہا جاوے کہ وہ جھوٹ بولنے کی قدر تک نہیں جانتے میرے خیال میں ایسی عدم واقفیت ایسی قوم کے حق میں مبارک ہے۔ لیکن میں یہاں بھیل۔ گونڈ۔ سنتھال یا دیگر غیر آریہ قوموں کے لئے وکالت نہیں کر رہا۔ بلکہ میں تو ہندوستان کے مہذب اور شائستہ آریوں کا ذکر کر رہا ہوں۔ ان لوگوں میں جہاں اپنے حقوق۔ فرائض۔ اور ذاتی مفاد و اعراض کی نسبت تنازعہ ہو۔ تو عام رائے دوسرے فریق کو جھوٹ بولنے نہیں دیتی۔ ابھی دیوتوں کا خوف بھی ہندوؤں پر اپنا اثر رکھتا ہے۔ اکثر دیہات میں پیپل کا درخت متبرک ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ دیوتا لوگ اس کے پتوں میں بیٹھکر لوگوں کے راگ و نغمہ کو سنتے ہیں۔ پس ایک فریق پتہ کو ہاتھ میں لیتا ہے۔ دیوتا کو جو اسپر اسکے خیال میں بیٹھا ہوا ہوتا ہے اواہن کر کے کہتا ہے اگر میں جھوٹ بولوں تو یہ دیوتا جسطرح کہ میں پتے کو مروڑتا ہوں مجھے یا میرے قریبی رشتہ دار کو تباہ کرے۔ تب وہ پتے

کردیں یا اگر کسی آدمی کو اسکی دیہاتی جماعت سے الگ کردیں تو وہ سوسائیٹی کی تمام پابندیوں سے دور ہو جاویگا۔ وہ اپنی دیہاتی زندگی کے خیالات پر قائم نہیں رہیگا اور آزمائیش میں پڑکر اپنے دیہاتی اوصاف کھو بیٹھیگا۔ ہر ایک گاؤں میں اخلاقی معیار کا امتیاز مختلف ہے۔ جس بات کو اپنے گاؤں کے لئے چوری یا لوٹ کہا جاتا ہے۔ دُور کے گاؤں کے لئے کامیاب دہاڑا یا فتح سمجھا جاتا ہے جس بات کو نیچ کی زندگی میں فریب یا جھوٹ کہا جاتا ہے وہ دوسروں کے برخلاف فخریہ طور پر پالسی اور چالاکی خیال کی جاتی ہے۔ برخلاف اسکے مہمان نوازی کے شرائط دوسرے گاؤں کے لوگوں پر برتی جاتی ہیں۔ اپنے گاؤں کا آدمی اتنتھی یا مہمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ کرنیل سلیمن کی رائے دیہاتی لوگوں کے اخلاق اور چال چلن کی بات وزن دار ہے۔ کیونکہ اسکو بحیثیت کمشنر السداد ٹھگی ہندوستان کے حسن وقبیح دیکھنے کا کافی موقع مل سکتا تھا۔ وہ مجھے یقین دلاتا ہے کہ ایک ہی گاؤں کے لوگ آپسمیں کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ بلکہ گونڈ جیسی وحشی اقوام میں بھی لالچ کی خاطر بھی جھوٹ بولنا روا نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے قریبی میدان یا گاؤں کی بھیڑ یا مویشی چرانے میں تو پاپ نہ سمجھیں گے۔ مگر جھوٹ کبھی نہیں بولینگے ایسے آدمیوں کی نسبت شاید یہ کہا جاوے کہ وہ جھوٹ بولنے کی قدر تک نہیں جانتے میرے خیال میں ایسی عدم واقفیت ایسی قوم کے حق میں مبارک ہے۔ لیکن میں یہاں بھیل۔ گونڈ۔ سنتھال یا دیگر غیر آریہ قوموں کے لئے وکالت نہیں کر رہا۔ بلکہ میں تو ہندوستان کے مہذب اور شائستہ آریوں کا ذکر کر رہا ہوں۔ ان لوگوں میں جہاں اپنے حقوق۔ فرائض۔ اور ذاتی مفاد و اعراض کی نسبت تنازعہ ہو۔ تو عام رائے دوسرے فریق کو جھوٹ بولنے نہیں دیتی۔ ابھی دیوتوں کا خوف بھی ہندوؤں پر اپنا اثر رکھتا ہے۔ اکثر دیہات میں پیپل کا درخت متبرک ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ دیوتا لوگ اس کے پتوں میں بیٹھکر لوگوں کے راگ و نغمہ کو سنتے ہیں۔ پس ایک فریق پتہ کو ہاتھ میں لیتا ہے۔ دیوتا کو جو اسپر اسکے خیال میں بیٹھا ہوا ہوتا ہے اواہن کرکے کہتا ہے اگر میں جھوٹ بولوں تو یہ دیوتا جسطرح کہ میں پتے کو مروڑتا ہوں مجھے یا میرے قریبی رشتہ دار کو تباہ کرے۔ تب وہ پتے

بشرطیکہ اس سے اُن کا کوئی مطلب حل ہوتا ہو اور انہیں حلف بھی نہ دیا جاوے
حلف اٹھاتے ہوئے انہیں خدا کے قہر اور لوگوں کی نفرت کا خطرہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک
دن میں نے ایک پردہ نشین بیگم سے مختار نامہ لیا۔ اندر سے اُسنے انگوٹھا لگا کر بھیجدیا اور
باہر دو مسلمان گواہوں نے اسپر شہادت لگائی اب میں نے اُنسے پوچھا کہ اگر جج صاحب
تم سے پوچھیں کہ آیا بیگم صاحبہ نے تمہارے روبرو دستخط کئے تھے تو تم کیا جواب
دوگے انہوں نے کہا کہ اگر جج صاحب بلا حلف دینے کے ہم سے دریافت کرینگے
تو ہم اثبات میں جواب دینگے ورنہ ہم صاف منکر ہو جاوینگے کیونکہ ہمیں تمام لوگ
جھوٹی قسم کہانے والا کہکر پکارینگے۔ اور ہمارے دشمنوں کو یہ طعن کرنیکا موقع ملجاویگا
کہ ہم نے فلاں مقدمہ میں جھوٹ بولا تھا۔ تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو حلف پر بھی
جھوٹ بولنے سے دریغ نہ کرینگے۔ اگر اس سے انکو کچھ فائدہ پہونچتا ہو۔ اگر دیہاتی
لوگوں کے بیان انکی برادری اور پنچائیت کے روبرو لئے جاویں تو وہ کبھی جھوٹ
نہیں بولینگے۔ لیکن شہری لوگوں کی حالت ایسی نہیں ہے انپر برادری یا شہر
کے عوام لوگوں کا ایسا دباؤ نہیں ہے۔ جب کہ دیہاتی لوگوں پر انکی برادری کا
اسلئے دیہات میں قسم اول کے لوگ بہت ملینگے اگر اُنکے بیانات اُنکے بزرگوں اور
برادری میں لئے جاویں"۔ میں نے کرنیل سلیمن کی شہادت کا یہ مختصر اقتباس
پیش کیا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ دیہاتی لوگ کس قسم کے راستباز ہیں اور اگر
انہیں اپنی مرضی یا رائے پر چھوڑا جاوے۔ تو کسطرح وہ سچائی کو قایم رکھتے ہیں +

ہندوستان کے مسلمان فاتحوں کے جور و جبر کے زمانہ سے لیکر انگریزوں کے
قدم جمانے کے عہد تک اگر آپ حالات کا مطالعہ کریں تو فوراً بیساختہ آپ بول
اٹھینگے کہ کسطرح کوئی قوم ایسی پست اور ذلیل حالت میں بغیر شیطان بننے کے
زندہ رہ سکتی ہے۔ محمود غزنوی کے حملوں سے دو ہزار برس پہلے تھوڑے بیرونی
سیاح اور نکتہ چین پائے جاتے ہیں۔ لیکن نہایت ہی حیرت انگیز بات ہے کہ یونانی چینی
فارسی اور اعرابی جس کسی سیاح کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ ہندوؤں کی راستبازی
اور انصاف پسندی کی تعریف خصوصیت سے کرتے ہیں +

(۱) چنانچہ کیٹس جو آرٹے زکیسیز تمن شاہ یونان کا مشہور یونانی حکیم گزرا ہے۔

اور ۵۰۰ برس قبل عیسوی میں کیونکس کی لڑائی میں موجود تھا اور سب سے پہلا یونانی مصنف گزرا ہے۔ وہ ہندوؤں کے خصایل کی نسبت جو اسنے شاہ فارس کے دربار میں بیان کئے بہت کچھ روشنی ڈالتا ہے اور اہل ہند کے انصاف پر اپنی کتاب میں اُن نے ایک علیحدہ باب لکھا ہے۔

(۲) میجستھی نیز جو شاہ سلوکس کیطرف سے چندر گپت کے دربار واقعہ پاٹلی پتر میں بطور سفیر تھا تحریر کرتا ہے کہ ہندوستان میں چوری کرنا قریباً معدوم تھا۔ اور کہ اہل ہند صداقت اور نیک خصایل (سداچار) کی بڑی قدر کرتے تھے۔

(۳) آرین جو ایپکٹی ٹس کا شاگرد دوسری صدی عیسوی میں ہوگزرا ہے۔ ہندوستان کے منتظمان یا اورسیروں کے بارہ میں لکھتا ہے کہ وہ اچھی طرح غور سے دیکھتے ہیں کہ گاؤں یا قصبات میں کیا ہو رہا ہے اور ہر ایک واقعہ کی رپورٹ مجسٹریٹ یا بادشاہ کو کی جاتی ہے۔ جھوٹی رپوٹ دینا انکی سرشت سے بعید ہے لیکن فی الواقعہ کوئی ہندو جھوٹ بولنے کا مجرم نہیں ہے۔

(۴) اسکے بعد اہل چین نے ہند میں سیاحت کی اور وہ تمام سیاح بالاتفاق اسبات کی شہادت دیتے ہیں کہ ہندو متدین اور راستباز ہیں ہیونن سانگ جو چین کا مشہور سیاح ہوگزرا ہے اور ساتویں صدی عیسوی میں اسنے ہندوستان کی سیاحت کی۔ حسب ذیل تحریر فرماتا ہے " اگرچہ اہل ہند تنک مزاج ہیں لیکن اپنے چال چلن کی بیانتداری اور صداقت کیلئے ممتاز ہیں۔ کوئی چیز ناجائز طریق پر کسی سے نہیں لیتے۔ انصاف اور راستبازی اُنکے انتظام سلطنت کا مشہور وصف اور خاصہ ہے "

(۵) ہند کے اسلامی فاتحوں کے زمانہ میں گیارھویں صدی کیا ادرسی اپنے تذکرہ میں اہل ہند کی نسبت یہ رائے ظاہر کرتا ہے " اہل ہند انصاف پسندی کی طرف قدرتاً مائل ہیں اور عملی طور پر بھی اس سے کبھی انحراف نہیں کرتے۔ وہ اپنے کاروبار میں ایمانداری دیانتداری اور وفاداری کا پورا ثبوت دیتے ہیں اور وہ اُن اوصاف کیساتھ ایسے نامور ہیں۔ کہ لوگ چاروں طرف سے اُنکی طرف کھینچے چلے آتے ہیں "۔

(۶) تیرھویں صدی میں مارکیو پولو کی شہادت ہے۔ جو برہمن (مراد بیشتر ویش ہے) کی نسبت تحریر کرتا ہے کہ اگرچہ اُن کا پیشہ تو تجارت نہیں ہے لیکن اگر راجا انہیں تجارتی

کاروبار میں لگائے تو وہ بڑے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے
جبکہ برہمن سخت مصیبت زدہ تھے۔ اور ایسے حالات میں اُن کاموں کی بھی اجازت
ہو جاتی ہے۔ جو دہرم شاستر انکول نہ بھی ہوں۔ آگے چلکر وہ بیان کرتا ہے۔ کہ برہمن
دنیا میں سب سے بڑھکر تاجر ہیں اور نہائت ہی راستی پسند ہیں وہ روئے زمین پر
کسی چیز کی خاطر بھی جھوٹ بولنا گوارا نہیں کرینگے ٭

(۷) فرائر جارڈلس صاحب چودہویں صدی میں تحریر کرتے ہیں کہ جنوب مغربی
ہند کے لوگ اپنی کلام میں سچے اور انصاف میں لائق ہیں ٭

(۸) پندرھویں صدی میں کمال الدین عبد الرزاق سمرقندی جو کالی کٹ
کے شاہزادہ کے پاس خاقان کیطرف سے سفیر بن کر گیا تھا اور بعد ازاں وہ دیانگر
کے بادشاہ کے پاس گیا بتلاتا ہے کہ وہاں کے تاجر لوگ نہایت ہی امن و آرام سے
اپنی زندگی بسر کرتے ہیں ٭

(۹) سولہویں صدی میں ابوالفضل وزیر شہنشاہ اکبر۔ آئین اکبری میں یوں
فرماتا ہے "ہندو لوگ وہارک۔ ملنسار۔ خوشباش۔ انصاف پسند معتکف
کار دربار میں لائق۔ صداقت کے دلدادہ۔ شکر گذار اور پرلے درجہ کے وفادار ہیں
اُن کے سپاہی میدان کارزار سے ہرگز پشت نہیں دکھلاتے ٭

(۱۰) زمانہ حال میں مسلمان بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہندو لوگ اپنے ہم قوم
لوگوں کیساتھ کاروبار میں مسلمانوں کی نسبت زیادہ صاف دل اور راستی پسند ہیں
چنانچہ میر سلامت علی جو بقول کرنیل سلیمن ایک قابل تعظیم مسلمان نہائیت ہی
مفید سرکاری ملازم ہو گزرا ہے۔ مانتا ہے کہ ہندو مسلمان کو دہوکا دینا مباح
بلکہ فخر سمجھیگا۔ مگر وہ اپنے ہم مذہب کو کبھی دہوکا دینا پسند نہیں کریگا مسلمانوں
کے 72 فرقے ہیں۔ ہر ایک فرقہ نہ صرف دوسرے مذہب کے ہر ایک معتقد کو دہوکا
دینے سے دریغ نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے مذہب کے دوسرے فرقہ جات کے ہر ایک
معبر کو بھی دہوکا دینے سے باز نہیں آتے۔ اور حتٰی کہ ایک فرقہ دوسرے فرقہ
کے نزدیکی ہے۔ اسکے پیروکاروں کو دہوکا دینا اپنی تعریف سمجھیگا۔ پس میں کہاں
تک کتابوں کے حوالے نقل کرتا جاؤں۔ ہم ہر ایک کتاب سے اس امر کی شہادت

پاتے ہیں۔ کہ باہر کے جسقدر سیاح یا دیگر لوگ جو اہل ہند کے تعلق میں آتے رہے ہے کس
طرح اُنکی صداقت اور راستبازی کے دلدادہ ہو جاتے تھے اور کہ اہل ہند کی قومی
خصلت کا خاصہ راستی ہی تصور کرتے تھے۔ اہل ہند پہ کسی نے بھی دروغگوئی کا الزام
نہیں لگایا۔ اسکے لئے کافی وجوہات ہیں زمانہ حال میں سیاح لوگ کبھی یہ رائے
ظاہر نہیں کرتے کہ فلاں مقام کے رہنے والے راستبازی میں بینظیر ہیں۔ ان انگریز
سیاحوں کے حالات مطالعہ کیجئے جنہوں نے فرانس کی سیر کی۔ اور آپ کہیں نہیں
پاوینگے۔ کہ انہوں نے فرانسیسیوں کی سچائی اور دیانتداری کی تعریف کی ہو حالانکہ
فرانسیسیوں کے حالات انگلینڈ کے بارہ میں انکی بیوفائی کی طرف اکثر اشارہ کرتے
ہیں۔ لیکن اگر یہ سب سچ ہے تو کون انگلستان میں عام رائے اہل ہند کے برخلاف
ہے نہ تو انپر اعتبار کرتے ہیں نہ ہی انہیں مساوات کا درجہ دیتے ہیں میں پہلے ہی وجوہات
ظاہر کر چکا ہوں۔ کہ انگلستان میں عام رائے اُن لوگوں کے خیالات پہ مبنی ہے جنہوں
نے چند سال بمبئی۔ کلکتہ۔ مدراس یا چند دیگر بڑے بڑے شہروں میں سیر کئے ایسے
بڑے قصبات میں اصلی ہنود کے وصف جو دیہاتوں میں پائے جاتے ہیں نہیں ملتے
اسلیئے رائے برخلاف قایم کر لی جاتی ہے بلکہ قصبات میں ہی معزز گھرانوں کی خانگی
زندگی کے اندرونی حالات کا معلوم کرنا دشوار ہے اور اگر کچھ حالات مل بھی جاویں تو
اُنکے اخلاق کا معیار ہمارے اخلاقی معیار کے مقابلہ میں معلوم کرنا مشکل ہے۔ اسلئے
غلط بیانیوں اور غلط رائے کا قایم ہونا اغلب اور اکثر ہو جایا کرتا ہے۔ جبکہ ہم
ہندوؤں کے اخلاق اور چال چلن کی نسبت متضاد خیالات سنتے ہیں تو فوراً انکے اخلاق
کے برخلاف رائے کو تقویت دینے کے لئے طیار ہو جاتے ہیں۔ شاید آپ یہ خیال کریں
کہ میں اہل ہند کے اخلاق کا ٹھیک معیار بیان کرنے میں مبالغہ سے کام لے رہا ہوں
میں اسبارہ میں جناب الفنسٹن صاحب مصنف تاریخ ہند جیسے فاضل۔ نیکدل اور
لائق گورنر کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب تاریخ ہند میں فرماتے ہیں
"ہندوستان میں انگریزوں کو بہت کم موقعہ ملتا ہے۔ کہ ہندوستانیوں کے اخلاق کی نسبت
ٹھیک رائے قایم کر سکیں۔ انگلستان میں بھی لوگ اپنے ہی فرقہ یا قوم کے دیگر آدمیوں
کے حالات بہت کم جانتے ہیں جو کچھ رائے وہ قایم کرتے ہیں اخباروں یا دیگر تحریروں سے

لیتے ہیں۔ حالانکہ ہندوستان میں ایسا دستور نہیں ہے اُس مُلک میں بھی مذہب اور اخلاق ہمیں اہل ہند کے ساتھ تعلق پیدا کرنے نہیں دیتے اور باہمی ملاپ و تعلقات بہت کم ہوتے ہیں۔ اسلئے ایک دوسرے کے خصائل کی نسبت ٹھیک رائے بھی قائم نہیں ہو سکتی رسوائے رپوٹوں کے ہم لوگوں کے اندرونی حالات کیسے جان سکتے ہیں اور زندگی کے اُن بیشمار واقعات سے ذرا بھی آگہی نہیں ہوتی جن میں انسانی خصلت کے جوہر ظاہر ہو سکتے ہیں۔ مختلف مذہب کے پادری۔ جج۔ مجسٹریٹ۔ سیونمال اور جونگی کے حکام اور دیگر عالم لوگ بھی کسی قوم کے نیک و روشن پہلو کو نہیں دیکھتے جب تک کو کسی جذبہ یا ذاتی مفاد کے بس میں نہ ہوں۔ جو کچھ کہ ہم دیکھتے ہیں ہم اپنے اخلاقی معیار سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ معمولی موقعوں پر اگر کسی آدمی کو بچے کی طرح روتا دیکھتے ہیں تو ہم نتیجہ نکالتے ہیں کہ وہ کسی تکلیف کو صبر سے برداشت نہیں کرسکے گا اور جو آدمی اپنے تئیں جھوٹا کہلانا برداشت کر سکتا ہے وہ کسی کمینہ پن سے دریغ نہیں کریگا۔ ہمارے مورخ وقت اور مقام کے امتیاز میں گڑبڑ ڈالتے ہیں۔ وہ مرہٹوں اور بنگالیوں کو ایک ہی پلڑے میں دیکھتے ہیں اور موجودہ نسل کو مہابھارت کے ہیروں کے جرائم سے منسوب کرتے ہیں۔ کئی ناموافق شہادتوں کے برخلاف یہ کہا جاسکتا ہے کہ جن لوگوں کا عرصہ دراز تک ہندوستانیوں کے ساتھ تعلق یا واسطہ پڑا ہے۔ وہ اُنکی نسبت بہت اچھی رائے رکھتے ہیں لیکن یہ حالت ہر ایک قوم کی ایسی ہی ہے۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ وہ تمام لوگ جو ایکدفعہ ہندوستان کا سیر یا سفر کرکے واپس آئے ہیں۔ وہ دنیا کی نہائیت ہی مہذب اور پسندیدہ اقوام کی نسبت ہندوؤں کو زیادہ قابل قدر اور عمدہ سمجھتے ہیں۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ لوگ مخالف نکتہ چینوں کی باتوں پر زیادہ اعتبار کر لیتے ہیں بہ نسبت اُن اعلیٰ حکام کی رائے کے جو سول سروس کی حالت میں بحیثیت افسر اور رکن سلطنت کے ہندوستان میں قیام پذیر رہے۔ جن کی رائے زیادہ مستند اور قابل اعتبار ہونی چاہئے جنہوں نے کہبار نکتہ چینوں کے برخلاف آواز اٹھائی اور اپنی رائے کا اظہار کیا۔
چنانچہ میں یہاں چند معزز حکام کی رائے کا اقتباس پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں ×

(۱) وارن ہیسٹنگز سابق گورنر جنرل کشور ہند فرماتے ہیں کہ ہندو شریف اور فیاض طبع ہوتے ہیں اگر ذرا بھی اُن پر شفقت کی نظر کی جاوے تو بڑے شکر گزار اور

مرہون ہو جاتے ہیں۔ روئے زمین کی تمام قوموں کی نسبت کم انتقام جو ہیں۔ اگر اُن پر سختی بھی کی جاوے۔ یہ لوگ وفادار۔ محبتی اور قانون کے آگے فوراً سر تسلیم خم کرنے والے ہیں۔

(۲) بی شپ ہیبر صاحب فرماتے ہیں "ہندو۔ بہادر۔ خلیق۔ ذکی۔ علم اور ترقی کے شائق۔ منتقی۔ جفاکش۔ فرمانبردار۔ اپنے بچوں سے بہت محبت کرنے والے۔ سب سے شریفانہ برتاؤ کرنے والے۔ متحمل۔ ذراسی مہربانی سے متاثر ہونے والے ہیں اور دنیا کی دیگر تمام قوموں کی نسبت ذراسی ہمدردی ظاہر کرنے پر زیادہ شکرگزار ہیں۔

(۳) الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں "ہندوستان میں کوئی فرقہ الیسا ذلیل نہیں ہے جیسے کہ ہمارے بڑے بڑے قصبات میں ردی آدمی پائے جاتے ہیں۔ دیہاتی لوگ ہر جگہ خلیق اپنے قبیلہ سے محبت کرنے والے۔ اپنے ہمسایوں پر شفقت کرنے والے اور سب کیساتھ صادق اور راستباز ہیں۔ ٹھگوں اور ڈاکوؤں سمیت جرائم کی تعداد ہندوستان میں انگلینڈ کی نسبت بہت کم ہے۔ ٹھگوں کا ایک الگ فرقہ ہے۔ اور ڈاکو لوگ سخت سرکش غول کے غول پھرتے ہیں۔ ہندو لوگ ایشیائی قوموں میں سب سے بڑھکر شریف اور نرم دل قوم ہے۔ قیدیوں پر رحم کرنے والے ہیں۔ وہ سخت زناکاری سے بری ہیں اور حمیدہ اخلاق میں تمام قوموں سے خصوصیت رکھتے ہیں۔ تاہم الفنسٹن صاحب ہند کے لوگوں کے اصلی نقائص کو بہت سختی سے ظاہر کرتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ آجکل اُنکے اندر صداقت کی کمی ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ بدی زیادہ تر اُن لوگوں میں پائی جاتی ہے جو گورنمنٹ کے تعلق میں آتے ہیں یہ ایک جماعت ہے جو سندھ میں دور تک پھیلی ہوئی ہے کیونکہ مالگذاری کی نوعیت سے سب سے ادنے درجہ کا دیہاتی آدمی بھی طاقت کا مقابلہ دھوکے سے کرنے کے لئے مجبور ہوتا ہے

(۴) سر جان میلکم صاحب فرماتے ہیں۔ مجھے بہت کم اتفاق ہوا ہے۔ کہ اگر معتبر اور اچھے واقف کار آدمی کے ذریعہ کسی ہندوستانی کو سمجھایا گیا ہو یا نرمی سے اس کے ساتھ بات چیت کی گئی ہو تو فوراً ظاہر ہو جاتا ہے کہ کسی ہندو کا سچ نہ بولنا یا تو خوف کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یا ٹھیک طور پر مطالب نہ سمجھنے کے باعث ہیں یہ بات جرات سے کہنے کو طیار ہوں کہ ہماری ہندوستانی رعایا

اُن تمام اقوام سے جو اُنکے ہمسایہ ہیں اس عیب میں زیادہ بچے ہوئے ہیں۔ لیکن میں اس بات پر اصرار کرتا ہوں اور وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ دروغگوئی کیطرف زیادہ مائل نہیں ہیں ۔

(۵) سرٹامس منرو کی رائے اس سے بھی زبردست ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ اگر کسی مہذب قوم کی علامات حسب ذیل سمجھی جاویں (۱) زراعت کا باقاعدہ اور عمدہ انتظام (۲) اعلےٰ درجہ کی صنعتکاری و حرفتکاری (۳) آرام و آسائش کے سامان پیدا کرنے کی قابلیت (۴) ہر ایک گاؤں میں پڑھنے۔ لکھنے۔ حساب نکالنے کے مدرسہ جات کا ہونا (۵) آپس میں مہمان نوازی اور حسن سلوک (۶) عورتوں پر اعتبار کرنا۔ اُنکی عزت کرنا اور اُن کی نزاکت و آرام کا خیال کرنا ۔

تب تو میں وثوق سے کہونگا کہ ہندو یورپ کی قوموں سے کسی حالت میں بھی کم نہیں ہیں۔ لیکن اگر تہذیب کے معنی ہند اور انگلینڈ کے مابین تجارت کی اشیاء کا لیجانا ہے تو میرا یقین ہے کہ انگلستان اپنی اشیاء درآمد کے لحاظ سے کامیابی حاصل کریگا ۔ میرا اپنا ذاتی تجربہ ہندوؤں کے خصائل کی نسبت بہت محدود ہے کیونکہ جو ہندو یورپ میں میرے ذاتی دوست یا واقف بنے ہیں وہ ممکن ہے کہ نہائیت ہی اعلےٰ نمونہ کے سمجھے جاویں اور اس لئے وہ مستثنیات میں لئے جاویں۔ نیز میرا تعلق بھی اُن سے اس قدر اور اس قسم کا رہا ہے کہ اُن کے تاریک پہلو کے دیکھنے یا جانچنے کا موقعہ ملنا مشکل تھا۔ تاہم گذشتہ ۳۰ سال میں چند ہندوستانی طلباء کو ایسے حالات میں بڑے غور سے دیکھتا رہا ہوں۔ جہانتک اُنکے چال چلن اور اخلاق کا اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا۔ میرا مطلب تعلیمی کام اور تعلیمی گفتگو سے ہے۔ جو گفتگو اُن کی باہمی یا یورپ کے فاضلوں اور طلباء کے ساتھ ہوا کرتی۔ اس سے پایا جاتا ہے وہ صداقت کی بڑی عزت کرتے ہیں اور مردانہ و فیاضانہ طبیعت کا اظہار کرتے ہیں۔ جو اہل امریکہ و یورپین لوگ کبھی ایسا نہیں کرتے۔ جب اُن سے ذرا بھی غلطی ہو جاتی ہے۔ تو فوراً تسلیم کر لیتے ہیں۔ جب وہ راستی پر ہوں تو کبھی یورپین مخالفوں پر طنز نہیں کرتے۔ مجھے بارہا انگریز سوداگروں نے بتلایا ہے کہ تجارت کے لحاظ سے ہندوستان میں دوسرے ملکوں سے زیادہ عزت ہے۔ ہُنڈی یا بل

کو نہ ادا کرنا وہ نہیں جانتے ۔ میںنے ہندؤں کی اپنی شہادت کو آخیر پر رکھا ہے ۔ تاکہ کسی قسم کی طرفداری یا شک کی گنجائش نہ رہے ۔ ان کا تمام علم ادب ورز باندانی ایک سرے سے دوسرے سرے تک سچائی کی عزت اور راستی سے پیار کے اظہار سے بھرپور ہے ۔ اُن کا لفظ ست ہی معنی خیز ہے ۔ جس کے معنی ہیں جو ہے پس اُن کے واسطے سچائی یا صداقت کے معنی بھی یہی ہیں جو دراصل ہے ۔ انگریزی لفظ sooth سوتھہ بھی ست سے نکلا ہے ۔ ایسا ہی یونانی زبان کا لفظ ستت لاطینی شش بھی اس دھاتو سے پائے جاتے ہیں ہم عموماً سچ اُسے کہتے ہیں جسکو کثیر التعداد لوگ ماننے والے ہوں اس قسم کا سچ اختیار کرنا سہل ہے ۔ لیکن جو شخص کہ لوگوں کے شور وشر اور نکتہ چینی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سچائی پر قایم رہا ہے ۔ خواہ وہ گلیلیو یا ڈارون ۔ کولنیزو ۔ یا سٹینلے یا کوئی اور ہو وہی انوبھو کر سکتا ہے ۔ کہ جب اُسے یہ معلوم ہو جائے ۔ کہ یہ صداقت ہے یعنی یہی اصلیت ہے ۔ اُسے کس قدر خوشی اور مسرت ہوتی ہے ۔ خواہ روزانہ اخبار رسالے یا جرنل ۔ بشپ ۔ لاٹ پادری یا پوپ بھی کیوں نہ اس کے برخلاف رائے ظاہر کریں ۔ مگر وہ اپنی صداقت کے پالینے سے اپنے تئیں شہنشاہ سے کم خوش نہیں سمجھتا ۔ سنسکرت میں سچائی کے لئے دوسرا لفظ ریت ہے ۔ جس کے اصلی معنی سیدھے کے ہیں اور انرت کے معنی جھوٹ کے ہیں ۔ ویدوں میں دیوتوں کی اتم یہاں یہ ورنن کی گئی ہے کہ وہ سچ بولنے والے (راستباز) اور قابل اعتبار ہیں ۔ یہ عام مشہور بات ہے ۔ کہ زمانہ سلف اور زمانہ حال میں لوگ پرماتما اور دیوتوں کو انہی اوصاف سے متصف کرتے ہیں ۔ جن کو وہ سب سے اتم اور اعلےٰ سمجھتے ہیں ۔ ایک اور لفظ جو دیوتوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے وہ ادروگھہ ہے ۔ جس کے معنے ہیں نہ دھوکا دینے والا ۔ چنانچہ ادروگھہ واک کے معنی یہ ہیں جو اپنی زبان سے کبھی انحراف نہ کرے ۔ اسی لئے اندر کی تعریف میں ہنر لوگ یوں کہتے ہیں "وہ شسترو (دشمن) پر جھٹ پوچھ جاتا ہے اسے مغلوب کر لیتا ہے ۔ چوٹی پر کھڑا ہو جاتا ہے ۔ ست بانی بولتا ہے خیالات میں بڑا زبردست ہے" ۔ دروگھہ واک کے معنی دغاباز کے ہیں ۔

وسشنٹ جی کہتے ہیں "اُدگات وید تو کیوں ہم سے ناراض ہے۔ نہ میں نے جھوٹے دیوتوں کی پوجا کی ہے نہ میں نے مغرور دیوتوں پر شردھا رکھی ہے۔ جھوٹے اور کذب بیانی کرنے والوں کا ناش ہو" ستیم کا ترجمہ سچائی کیا جاتا ہے۔ مگر اُسکے معنی یہ بھی ہیں "جو ہے سچا اور اصلی"۔ چنانچہ رگ وید میں کئی منتر آتے ہیں۔ جہاں ستیم کے معنی صداقت کی بجائے اصلی "اُور جو ہے" کے آتے ہیں اس میں شک نہیں کہ
کے ارتھ زمین سچائی پر قایم ہے۔ ظاہرا اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک مترجم نے یہاں ست شبد کے ارتھ سچائی کئے ہیں۔ مگر فاضل لڈوگ اس کا ترجمہ جرمن زبان میں ایساہی
کرتا ہے۔ لیکن زمانہ قدیم کے رشیوں اور فیلسوفوں کے اندر ایسے باریک خیال کا ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ اُن کا مطلب یہ تھا۔ کہ زمین جس حالت میں کہ ہم دیکھتے ہیں۔ کسی ایسی چیز پر قایم ہے جو اصلی ہے۔ اگرچہ ہم اس کو دیکھ نہیں سکتے۔ کسی ایسی چیز پر جس کو وہ اصلی کہا کرتے تھے اور کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے اس کے کئی نام رکھے۔ مثلاً رت (ٹھیک یا درست) اور برہمن وغیرہ۔ جہاں سچائی کے واسطے اس قدر عزت اور قدر ہو وہاں جھوٹ ضرور بمنزلہ پاپ متصور ہوگا۔ اس لئے ایک رشی یوں پرارتھنا کرتا ہے۔ کہ پانی میرے جسم کو شدہ کرے۔ تمام پاپوں اور جھوٹوں کو دُور کرے۔ اے جل دیوتا۔ جو بُرائی میرے اندر ہے۔ اسے دور کر جہاں میں نے دھوکا دیا ہو یا کسی کو ملامت کی ہو یا جھوٹ بولا ہو وہ سب پاپ ناش کر (۱ ہنرو وید ادتالم منتر ۶)

تیرے مہلک پھندے اُن آدمیوں کو پہنا دیں۔ جو جھوٹ بولتے ہیں۔ اور اس کو ذرا بھی ضرر نہ پہونچا دیں جو سچ بولنے والا ہے ۔

برہمن گرنتھوں کے چند حوالجات

(۱) شتپتھ برہمن ادھیائے ۱۱ منتر ۲ - جو شخص سچ بولتا ہے وہ اپنے
آتما کے اندر اس طرح گیان کی آگ روشن کرتا ہے جس طرح کوئی کنڈ میں
گھی اہوتی ڈالنے سے اس کا اپنا تیج بڑھتا ہے - اور دن بدن وہ ترقی کرتا
ہے لیکن جو کوئی اسَت بولتا ہے وہ اپنے من کے پرکاش کو اس طرح مٹاتا ہے
جس طرح آگ پر پانی ڈالنے سے - اس کا اپنا تیج بھی دن گھٹتا ہے اور
وہ دن بدن زیادہ نشٹتا کو پراپت ہوتا ہے - اس لئے منشوں کو چاہئے
کہ ہمیشہ سچ بولا کریں -

(۲) شتپتھ برہمن ادھیائے ۳ منتر ۱۰۰۱۴ - منش جھوٹ بولنے سے
اپوتر ہو جاتا ہے -

(۳) میتری اپنشد ادھیائے ۱۰ منتر ۹ - جس طرح اگر ایک منش کو
تلوار کی دھار پر چلنا پڑے جو ایک گڑھے پر پڑی ہو اور وہ جانتا ہے کہ
میں گڑھے میں گر جاؤں گا - ایسا ہی منش کو چاہئے کہ جھوٹ بولنے سے
اجتناب رکھے -

الغرض ہم سچائی کے لئے اس حد تک جرأت اور قدم رکھتے ہیں کہ غلطی
سے وعدہ کیا ہو - اس کا بھی ایفا کرنا لازمی سمجھا جاتا تھا -

(۴) کٹھ اپنشد میں ذکر ہے کہ پتا سروید یگ کر رہا تھا - اس نے
سب کچھ دان کر دیا تھا - بیٹا جو پاس کھڑا ہوا تھا استفسار کرتا ہے کہ تو نے
مجھے کیوں دان نہیں کیا - اس پر باپ غصہ کی حالت میں اپنی مرضی کے
برخلاف اپنے لڑکے کو بھی قربان کرنے کو تیار ہو جاتا ہے - جب لڑکا یم
لوک میں جاتا ہے تو یم اسے تین ور مانگنے کے لئے کہتا ہے - وہ کہتا ہے
کہ مجھ پر پتا جی (باپ) خوش ہو جاوے - اگنی ودیا کی ودیا بتلائی
جاوے - تیسرا ور یہ کہ مرنے کے بعد انسان کی کیا حالت ہوتی ہے -
یم اسے ہر قسم کا لالچ دے کر تیسرے ور مانگنے سے منع کرتا ہے لیکن چونکہ

وہ وعدہ کر چکا ہے اسے پورا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بعد یا ہمیں اس مضمون پر گفتگو ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی حالت کیا ہوتی ہے۔ یہ گفتگو ہندوستان کے قدیمی علم ادب اور فلسفہ میں ایک نہایت ہی دلچسپ مفصل خیال کیجاتی ہے

(۴)۔ رامچند کے سارے قصہ کی بنیاد راجہ دسترتھ کا وہ وعدہ جو اس نے میدان کارزار میں اپنی رانی کیکئی سے کیا تھا کہ وہ اس کی دو خواہش جو ظاہر کرے گی پورا کرے گا۔ پس اس نے اپنے بیٹے کو مالک تخت و تاج بنانے کے لئے پہلا ور مانگا اور کوسلیا کے بیٹے رامچندر کو ۱۴ سال کا بن باس دوسرا ور مانگا۔ اگرچہ راجہ دسترتھ اپنے وعدہ سے انحراف کرنے کا خیال کرتا ہے مگر اس کا بیٹا رام اسے ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرنے دیتا وہ اپنے بھائی لکشمن اور استری سمیت جنگل کی راہ اختیار کرتا ہے۔ باپ کے مرنے کے بعد بھرت تخت پر بیٹھنا نہیں چاہتا اور رام کے پاس جاتا ہے۔ اسے سمجھاتا ہے کہ اپنے باپ کے راج کو قبول کرے لیکن رامچند اپنے ارادے کا دھنی ہے وہ ہرگز واپس آنا قبول نہیں کرتا اور اپنے باپ کے قول کو پورا کرنا دھرم سمجھتا ہے۔ چنانچہ جاوالی برہمن اور رامچندر کے مابین جو گفتگو عجیب و غریب ہوتی ہے اس کا بیان [illegible] خالی از لطف نہ ہوگا۔

برہمن جو کہتا ہے۔ اے رگھو کی سنتان تو ایسا [illegible] ہوئی اور شدہ آچرن ہوکر معمولی آدمی کی طرح ایسے نکمے خیال [illegible] رہا ہے کوئی آدمی کسی کا رشتہ دار نہیں ہے مانا کہ کسی سے ہمارا رشتہ ہے۔ نہ کوئی ہمارا سمبندھی ہے۔ جو کسی کو اپنا ماں باپ خیال کرتا ہے سمجھو کہ وہ پاگل ہے کوئی کسی کا نہیں ہے تجھے اپنے باپ کا راج ہرگز نہیں چھوڑنا چاہئے تھا اور ایسی تنہا لق و دق جنگلوں میں مصیبتوں کا انبار سر پر اٹھاتے ہوئے ادھر ادھر آوارہ پھرنے سے کیا فائدہ۔ چلو اب بھی ایودھیا میں چل کر سنگاسن پر بیٹھو۔ دسرتھ نہ تیرا کچھ لگتا ہے نہ تو اس کا لگتا ہے۔ تو اپنے پتروں کے نام پر پنڈ دان کریگا لیکن ایسا کرنے سے بھی خواہ مخواہ خوراک کو ضائع

وہ وعدہ کر چکا ہے پہلے سے پورا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بعد باہمیں اس مضمون پر گفتگو ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی حالت کیا ہوتی ہے۔ یہ گفتگو ہندوستان کے قدیمی علم ادب اور فلسفہ میں ایک نہایت ہی دلچسپ مفصل خیال کیجاتی ہے

(۴)۔ رامچندر کے سارے قصہ کی بنیاد راجہ دسرتھ کا وہ وعدہ جو اُس نے میدان کارزار میں اپنی رانی کیکئی سے کیا تھا کہ وہ اس کے دو خواہش جو ظاہر کرے گی پورا کرے گا۔ پس اس نے اپنے بیٹے کو مالک تخت و تاج بنانے کے لئے پہلا ور مانگا اور کوسلیا کے بیٹے رامچندر کو ۱۴ سال کا بن باس دوسرا ور مانگا۔ اگرچہ راجہ دسرتھ اپنے وعدے سے انحراف کرنے کا خیال کرتا ہے مگر اس کا بیٹا رام اسے ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرنے دیتا وہ اپنے بھائی لکشمن اور استری سمیت جنگل کی راہ اختیار کرتا ہے۔ باپ کے مرنے کے بعد بھرت تخت پر بیٹھنا نہیں چاہتا اور رام کے پاس جاتا ہے۔ اسے سمجھاتا ہے کہ اپنے باپ کے راج کو قبول کرے لیکن رامچندر اپنے ارادے کا دھنی ہے وہ ہرگز واپس آنا قبول نہیں کرتا اور اپنے باپ کے قول کو پورا کرنا دھرم سمجھتا ہے۔ چنانچہ جاوالی برہمن اور رامچندر کے مابین جو گفتگو عجیب وغریب ہوتی ہے اس کا بیان یہاں [illegible] خالی از لطف نہ ہوگا۔

برہمن جو کہتا ہے۔ اے رگھو کی سنتان تو ایسا [illegible] اور شدھ آچرن ہو کر معمولی آدمی کی طرح ایسے نکمے خیال سے کیوں پڑ رہا ہے کوئی آدمی کسی کا رشتہ دار نہیں ہے مانا کہ کسی سے ہمارا رشتہ ہے۔ نہ کوئی ہمارا سمبندھی ہے۔ جو کسی کو اپنا ماں باپ خیال کرتا ہے سمجھو کہ وہ پاگل ہے کوئی کسی کا نہیں ہے تجھے اپنے باپ کا راج ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیئے تھا اور ایسی تنہا لق و دق جنگلوں میں مصیبتوں کا انبار سر پر اٹھاتے ہوئے ادھر اُدھر آوارہ پھرنے سے کیا فائدہ۔ چلو اب بھی ایودھیا میں چل کر سنگاسن پر بیٹھیے۔ دسرتھ نہ تیرا کچھ لگتا ہے نہ تو اس کا لگتا ہے۔ تو اپنے پتر دان کے نام پر چل کر یگ کر لیکن ایسا کرنے سے بھی خواہ مخواہ خوراک کو ضائع

وہ وعدہ کر چکا ہے اسے پورا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بعد یا ہیں اس مضمون پر گفتگو ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی حالت کیا ہوتی ہے۔ یہ گفتگو ہندوستان کے قدیمی علم ادب اور فلسفہ میں ایک نہایت ہی دلچسپ مفصل خیال کیجاتی ہے

(۴)۔ رامچند کے سارے قصہ کی بنیاد راجہ دسترتھ کا وہ وعدہ جو اس نے میدان کارزار میں اپنی رانی کیکئی سے کیا تھا کہ وہ اس کے دو خواہش جو ظاہر کرے گی پورا کرے گا۔ پس اس نے اپنے بیٹے کو مالک تخت و تاج بنانے کے لئے پہلا ور مانگا اور کوسلیا کے بیٹے رامچندر کو ۱۴ سال کا بن باس دوسرا ور مانگا۔ اگرچہ راجہ دسترتھ اپنے وعدہ سے انحراف کرنے کا خیال کرتا ہے مگر اس کا بیٹا رام اسے ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرنے دیتا وہ اپنے بھائی لکشمن اور استری سمیت جنگل کی راہ اختیار کرتا ہے۔ باپ کے مرنے کے بعد بھرت تخت پر بیٹھنا نہیں چاہتا اور رام کے پاس جاتا ہے۔ اسے سمجھاتا ہے کہ اپنے باپ کے راج کو قبول کرے لیکن رامچند اپنے ارادے کا دھنی ہے وہ ہرگز واپس آنا قبول نہیں کرتا اور اپنے باپ کے قول کو پورا کرنا دھرم سمجھتا ہے۔ چنانچہ جاوالی برہمن اور رامچندر کے مابین جو گفتگو عجیب و غریب ہوتی ہے اس کا بیان [illegible] از لطف نہ ہوگا۔

برہمن جو کہتا ہے۔ اے رگھو کی سنتان تو ایسا [illegible] اور شدہ آچرن ہوکر معمولی آدمی کی طرح ایسے نکمے خیال سے پیچھے پڑ رہا ہے کوئی آدمی کسی کا رشتہ دار نہیں ہے مانا کہ کسی سے ہمارا رشتہ ہے۔ نہ کوئی ہمارا سمبندھی ہے۔ جو کسی کو اپنا ماں باپ خیال کرتا ہے سمجھو کہ وہ پاگل ہے کوئی کسی کا نہیں ہے تجھے اپنے باپ کا راج ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیئے تھا اور ایسی تنہا اور دق جنگلوں میں مصیبتوں کا انبار سر پر اٹھاتے ہوئے ادھر ادھر آوارہ پھرنے سے کیا فائدہ۔ چلو اب بھی ایودھیا میں چل کر سنگاسن پر بیٹھیے۔ دسرتھ نہ تیرا کچھ لگتا ہے نہ تو اس کا لگتا ہے۔ تو اپنے پتروں کے نام پر پنڈ (پنچل) کر لیگا لیکن ایسا کرنے سے بھی خواہ مخواہ خوراک کو ضائع

جھوٹ بولنے کے باعث نرک میں بھیجا گیا تھا۔ اس نے ایک دفعہ جنگل میں دیکھا کہ لٹیروں سے خوف کے مارے آدمی بھاگ کر جا رہے تھے اتنے میں دسیو (لٹیرے) آپہونچے انہوں نے کو شک سے دریافت کیا کہ آدمی کہاں بھاگ گئے ہیں۔ اس نے سچ سچ بتلا دیا چنانچہ ان لٹیروں نے اُن آدمیوں کو جا کر پکڑا اور قتل کر دیا۔ لیکن کو شک ایسے موقعہ پرست بولنے کی خاطر نرک میں ہوا معلوم ہوتا ہے کہ ہندو لوگ ہمیشہ سے برہمنوں کے جال میں پھنسے رہے ہیں اور ہمیشہ [illegible] کار کرتے چلے آئے ہیں۔ اس لئے مہابھارت میں آیا ہے کہ ایک ہزار اشومیدھ اور سچ بولنے کا پھل ایک ہی ترازو میں وزن کرو۔ ست کا پلڑا بھاری رہیگا۔ یہ الفاظ ہیں جو سکنتلا نے راجہ دشینتی کو جب اُسے اور اس کے بیٹے کو شناخت کرنے سے انکار کیا۔ مخاطب ہو کر کہے تھے اور جب اس نے اس کی اپیل کو سننے سے انکار کیا۔ تو وہ بڑے زوردار الفاظ میں اُسے "ضمیر کی آواز" کے الفاظ سے اپیل کرتی ہے۔ وہ راجہ کو کہتی ہے کہ اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ میں تنہا ہوں مجھے معلوم نہیں کہ تمہارے اندر [illegible] ندر دانا پرش (یعنی یا ضمیر) موجود ہے وہ تمہارے [illegible] کاموں کو جانتا ہے۔ اس کی نظر میں تم پاپ کرتے ہو [illegible] آدمی [illegible] کیا ہو ممکن ہے کہ وہ کہے کہ مجھے کسی نے نہیں دیکھا۔ لیکن دیوتاؤں کو معلوم ہے اور بوڑھا آدمی (مراد ضمیر سے ہے) جو تمہارے اندر ہے اس سے مخفی نہیں ہے"۔

میرے خیال میں اس قدر کافی ہوگا۔ اس ساری بحث سے میری یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ ہندوستان کے ۲ کروڑ سب کے سب دیوتا یا فرشتے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ثابت کرنے کا ہے کہ وہاں کے زمانہ قدیم کے لوگوں کے برخلاف جو جھوٹ بولنے کا سخت الزام لگایا جاتا ہے وہ بے بنیاد اور لغو ہے۔ زمانہ حال میں جو ۱۰۰۰ عیسوی سے میں خیال کرتا ہوں جبکہ مسلمانوں کے خوفناک حملے اور تجاہر کا حال پڑھتا ہوں تو میں حیران ہوتا ہوں کہ کس طرح ان کے اندر صداقت اور نیک خصائل

اب تک باقی چلے آتے ہیں۔ کریلی کے سامنے چوبیاسے سچ بولنے کی امید کی جاسکتی ہے تو ایک مسلمان حاکم کے روبرو ہندو بھی سچ بول سکتا ہے۔ اگر آپ لڑکے کو خوف زدہ کر دیں تو وہ ضرور ہے کہ جھوٹ بولے ایسا ہی اگر آپ لاکھوں آدمیوں کو خوف زدہ کر دیں تو ممکن ہے۔ کہ وہ بھی مارے خوف کے راستی سے قدم پیچھے ہٹا لیں۔ صداقت ہماری زندگی میں بمنزلہ ایک قسم کی عیاشی کے لئے اور مبارک ہے وہ آدمی جسے عالم طفولیت سے ایسی عیاشی اور آسائش کے حاصل کرنے کا موقعہ ملتا رہا ہو ممکن ہے کہ زمانہ حال میں اور انگلینڈ جیسے آزاد ملک میں اس کا حاصل کرنا سہل ہو۔ لیکن جوں جوں ہم بڑے ہوتے ہیں۔ بہت مشکل معلوم ہوتا ہے کہ ہم محض سچ ہی بولیں اور سوائے سچ کے اور کچھ منہ سے نہ نکالیں

شتپتہ برہمن میں ایک چھوٹی سی کتھا آئی ہے جو بہت دل پسند ہے جس میں صداقت کی مہما کا ورنن ہے اور کس طرح ست بولنے میں مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ارن اپولسی کو اس کے سمبندھی نے کہا۔ اب تو بڑا ہو گیا ہے تجھے اب یگ کرنا چاہئے۔ اس نے جواب دیا کہ تمہارا مطلب ہے میں آیندہ اپنی زبان کو بالکل بند رکھا کروں کیونکہ جو آدمی یگ کرنے والا ہو وہ کبھی جھوٹ نہ بولے اور اگر زبان بالکل بند رکھیں تب ہی جھوٹ نہیں بولا جاوے گا۔ پس یگوں کی مہماں یہاں تک ورنن کی گئی ہے

مجھے شک ہے کہ دنیا کے کسی اور قدیمی دھرم پستکوں میں اس درجہ کی ضمیر پرستی اور صداقت پسندی کا نشان مل سکے جو خاموشی کو بمنزلہ سونے کے ظاہر کرے اور کلام کو بمنزلہ چاندی کے اور راستبازی کی اس قدر اعلیٰ قدر ظاہر کرے۔

میں ان اصحاب کے دل پر نقش کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے ہندوستان کے لاکھوں آدمیوں پر جا کر حکومت کرنی ہے کہ وہ قومی نقصانات کو اپنے

وسے ترک کریں جو انسان کو اخلاقی درجے سے گرا کر دیوانہ بنا دیتے ہیں۔ دنیا میں نیک اور بُرے آدمی ہر ملک میں پائے جاتے ہیں۔ انگلستان میں بھی یہی حالت ہے۔ مگر نقص تو یہ ہے کہ ہم سب لوگ فریب یا کیمطرح دوسروں پر نکتہ چینی کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ میں نے چند روز ہوئے کہ ایک مہذب راج نیتی کے جانتے والے پرش کے چند الفاظ خوب غور سے پڑھے ہے۔ صرف تجربہ ہو کر سکھلاتا ہے کہ ایک اخلاق سے گری ہوئی قوم کے لئے کوئی اور امر پیدا و حیرت میں ڈالنے والا نہیں ہے جتنا کہ اس قوم کا نظارہ جس پر کہ اسے پورا اعتبار ہو۔ ہندوستان کے لوگ اپنی کمزوری کو محسوس کرتے ہیں انہیں بجائے اس کے کہ سائنس اور علم ادب بڑھایا جاوے۔ ان کے اخلاق سدھارنے کیطرف زیادہ توجہ کرنی چاہئے۔ اگر آپ ہندوستان کو اس طرح کی تعلیم دین گے تو وہ آپ کو صداقت اور بردباری کا نہ صرف ثبوت دین گے بلکہ الٹا اپنی ان دونوں وصفوں سے سبق سکھلا دین گے۔ مہارشی یاگولک کہتا ہے کہ ہمارا دہرم سادھو بننا ہی نہیں ہے نہ ہی ہمارا جسم دچمڑا) شبھ آچرن بناتا ہے۔ شبھ آچرن (نیک خصلت) سادھن سے پراپت ہوتی ہے اس لئے دوسروں کے ساتھ وہ سلوک نہ کرو جو تمہیں اپنے آپ کیساتھ پسند نہیں ہے۔ یعنی جو بات کہ تم اپنے اوپر پسند نہیں کرتے ہو وہ دوسروں سے بھی نہ کرو۔

ایسا ہی منوسمرتی میں بھی فرمایا ہے۔ بُرے کام کرنے والے سمجھتے ہیں کہ ہمیں دیکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ لیکن دیوتے اُنہیں دیکھتے ہیں اور اپنے اندر ضمیر بیٹھی ہوئی دیکھتی ہے۔ آتما ہی آتما کا ساکھش ہے اور اور آتما ہی آتما کا پناہ ہے لہ اپنے آتما سے چونکہ منش کا سب سے تم ساکشی گھیرنا (نفرت) نہ کرو۔ اگر تیرا خیال ہے کہ تو بالکل اکیلا ہے دھیان کرکہ تیرے اپنے اندر مہان آتما جو چپ چاپ سوچ کر رہا ہے موجود ہے اور وہ شبھ اور اشبھ کرم کو تاڑ رہا ہے۔ اے دوست جو شبھ کام کو تو نے

پیدائش کے وقت سے گئے ہیں۔ تمام نشپھل جا دین گے۔ اگر تو کبھی جھوٹ بولے گا۔"

ایسا ہی وششٹ ادھیائے ۵ شلوک ۱۔ ست کا سادھن کرو۔ ست کا بیوہار کرو۔ است کو تیاگو۔ سچ بولو جھوٹ کبھی نہ بولو۔ دور کی طرف نگاہ کرو۔ نزدیک نہ دیکھو۔ سب سے مہان کیطرف نگاہ ڈالو نہ کہ کسی پست چیز کی طرف۔ اسمیں شک نہیں کہ ہندوستان میں اخلاقی کمزوری موجود ہے لیکن دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں اخلاقی کمزوری نہ پائی جاوے ہمیں یہ بھی خیال رہے کہ اخلاقی معیار سب جگہ مختلف ہوتے ہیں اور بعض امور میں تو ہندوستان کے اخلاقی معیار [illegible] پایا جاتا ہے۔ ہمیں تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ [illegible] بات کو [illegible] سمجھ کر نفرت کریں جنہیں کہ اس کے باپ دادے درست اور ٹھیک سمجھتے تھے ہمیں اپنی [illegible] کے مطابق اندازہ کرنا چاہئے کہ فلاں امر ٹھیک ہے یا غلط۔ لیکن دوسروں پر نکتہ چینی کرتے ہوئے بحیثیت مورخ یا مدبر ہمیں بھولنا نہیں چاہئے کہ [illegible] کبھی نقصان نہیں پہنچاوے گا۔ یقیناً ہندوستان میں انگریزی راج کے مستقل قیام کے لئے میں اس سے زیادہ خطرناک مضر اور نقصان رساں کوئی اور بات نہیں سمجھتا جتنا کہ نوجوان سول سروس کے امیدواران ہندوستان کا سفر کرتے ہوئے یہ خیال دل میں لے کر جاویں کہ ہندوستانی اخلاقی حالت میں چاہ ضلالت میں گرے ہوئے ہیں وہ جھوٹ کے تودے ور انبار کھڑے کر دیتے ہیں۔" وہ آدمی کبھی نقصان اور غلطی سے نہیں بچ سکتا جو زود بازی میں بیساختہ یہ کہے کہ تمام آدمی جھوٹے ہیں۔"

باب سوئم

علم سنسکرت کا پڑھنا کیوں ہمارے لئے مفید اور دلچسپ ہے

میرے پہلے لیکچر کا مدعا یہ تھا کہ میں اُس تعصبانہ خیال کو دور کردں۔ ہندوستان ہمارے لئے ایک اجنبی ملک ہے جو یورپین لوگ وہاں جاکر رہائش کرتے ہیں وہ اُن عالی خیالات اور زندہ دلی کی لہر سے دور رہتے ہیں۔ جو انہیں انگلستان اور یورپ کے دیگر ممالک میں رہتے ہوئے میسر نہیں ہوسکتی۔ میرے دوسرے لیکچر کا مدعا اس غلط خیال کو دور کرنا تھا کہ ہندوستان کے لوگ جن کے ساتھ نوجوان سول افیسروں کو اپنی زندگی کا بڑا قیمتی حصہ بسر کرنا ہے۔ ایسی قوم ہے جو اخلاقی طور پر گری ہوئی ہے۔ راستی کی مطلق پرواہ نہیں کرتی اس لئے ان کے ساتھ میل جول یا رابطہ اتحاد قطعی نہیں ہونا چاہئے۔ آج میں تیسری غلط فہمی کے رفع کرنے کی کوشش کروں گا وہ یہ ہے کہ ہندوستان کا علم ادب اور خاصکر پُرانی سنسکرت زباندانی (ممکن ہے کہ علماء اور محققان اس میں کچھ دلچسپی لیتے ہوں یا کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہوں)۔ لیکن ہم عام لوگوں کو اس میں کوئی ایسی بات نہیں ملتی جو دیگر ذرائع سے ہم حاصل نہ کرسکتے ہوں۔ بالخصوص نوجوان سول افسروں کے لئے عملی طور پر وہ کچھ بھی مفید نہیں ہے۔ اگر یہ افسران اپنے خیالات کو ہندوستانی یا تامل زبان میں ظاہر کرنے کی لیاقت حاصل کرسکتے ہیں تو اُن کے لئے اتنی لیاقت کافی ہے۔ بلکہ یہاں تک خیال کرتے ہیں کہ چونکہ انہیں عوام الناس کے

کے ساتھ عام معاملات میں برتاؤ کرتا ہے اور دنیادار بن کر رہتا ہے اگر وہ علمیت کے سوالوں میں الجھیں گے یا زمانہ قدیم کے مذہب۔ داستانوں اور فلسفہ کی تحقیقات میں اپنا وقت لگا دیں گے تو نہ صرف اپنا وقت ضائع کریں گے بلکہ ان کا ایسا کرنا خطرناک بھی ہے۔ میں اس خیال کی تائید نہیں کرتا۔ میں ہر ایک نوجوان کو جو اپنی زندگی کی بہار ہندوستان میں بسر کرنا چاہتا ہے اور وہاں اپنی رہائش کے ایام اپنے لئے اور دوسروں کے لئے مفید بنانا چاہتا ہے نصیحت کروں گا کہ سنسکرت کا مطالعہ کریں اور خوب غور سے کریں۔ اکثر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آجکل سنسکرت پڑھنے سے کیا فائدہ ہے۔ کیا یہ مردہ زبان نہیں ہے۔ کیا ہندو لوگ خود اپنی پرانی زباندانی سے شرمندہ نہیں ہیں کیا وہ خود انگریزی نہیں پڑھتے اور کیا وہ اپنی قدیمی فلسفہ اور شاعری کی نسبت مل۔ ہیوم اور لاک کی تصنیفات کو ترجیح نہیں دیتے۔ اس میں شک نہیں کہ سنسکرت ایک گونہ مردہ زبان ہے۔ میرا خیال ہے کہ دو ہزار سال سے پہلے سنسکرت مردہ زبان تھی۔ مہاتما بدھ نے ۵۰۰ برس قبل عیسے اپنے حواریوں کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کی عام بولی میں بدھ مذہب کا پرچار کریں راجہ اشوک نے ۲۵۰ برس قبل مسیح اپنے فرمان اور ہدایات جاری کئے جن کا مطلب یہ تھا کہ لوگ انہیں پڑھیں اور سمجھیں اس نے انہیں چٹانوں اور ستونوں پر کابل سے لیکر دہلی تک۔ گنگا اور جمنا کے دہانہ سے لیکر الہ آباد۔ پٹنہ بلکہ اڑیسہ تک لوگوں کی مختلف بولیوں میں نصب کرایا یہ مختلف بولیاں سنسکرت سے اس قدر مختلف ہیں جیسے اٹلی زبان لاطینی سے اس لئے اس بات کے تسلیم کرنے کے لئے کافی وجہ ہے کہ سنسکرت زبان حضرت عیسے سے ۳۰۰ سال پیشتر عام لوگوں میں بولی جانی بند ہو گئی تھی۔ کل واگ پستک میں ایک دلچسپ فقرہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدھ کی زندگی میں اس کے چند حواریوں نے جو برہمن نسل سے تھے شکایت کی کہ لوگ بدھ کے کلام اور مطلب کو اپنی اپنی مختلف

بولیوں میں بیان کرنے سے فوت کر دیتے ہیں اور غلط ظاہر کرتے ہیں انہوں نے تجویز کی کہ بدھ کے خیالات کو سنسکرت میں ترجمہ کیا جاوے۔ لیکن اس نے انکار کیا اور حکم دیا کہ ہر ایک آدمی اپنی اپنی زبان میں اُس کے سدھانتوں کو پڑھے اور پرچار کرے۔

مسٹر ہارڈی اپنی کتاب مینوئل آف بدھ ازم" میں لکھتے ہیں کہ جب بدھ نے پہلے پہل پرچار شروع کیا تو سامعین میں سے ہر ایک یہ خیال کرتا تھا کہ رشی میری طرف مخاطب ہو کر مجھے اپنی بولی میں سنا رہا ہے اگرچہ جس زبان میں وہ تقریر کرتا تھا وہ انگدہ دیش کی بھاشا تھی ہیں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ ۵ سو سال قبل مسیح سنسکرت زبان بولی جانی بند ہو چکی تھی۔ لیکن بایں ہمہ ہندوستان کے زمانہ حال اور زمانہ ماضی کے درمیان اب تک حیرت انگیز سلسلہ زبان سنسکرت برابر قائم ہے اور جاری چلا آتا ہے اگرچہ بارہا مجلسی انقلاب ہوئے۔ مذہبی اصلاحیں ہوئیں۔ غیر ملک کے لوگوں کے حملے ہوئے لیکن باوجود اس کے سنسکرت زبان ہی اس وسیع ملک کے تمام علاقہ جات میں بولی جاتی ہے۔ اگرچہ بدھ مذہب کے پیرو کار راجوں نے اپنے فرمان اپنی اپنی عام بول چال کی زبانوں میں جاری کئے۔ سرکاری کتبے اور دستاویزات آج تک سنسکرت میں بنے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ بدھ اور جین مت کی مقدس کتب کی زبان عام لوگوں کی بولی ہے۔ لیکن ہندوستان کا علم ادب یا نئی رشی کی سنسکرت میں تحریر ہونا کبھی بند نہیں ہوا سوائے چند مستثنیات کے مثلاً کالیداس وغیرہ کے ناٹکوں میں عورتیں اور ادنے علمیت کے لوگ پراکرت بھاشا بولتے پائے جاتے ہیں اور یہ ناٹک تاریخی شہرت رکھتے ہیں۔ بلکہ زمانہ حال میں جبکہ انگریزوں کو سلطنت کرتے ہوئے ایک صدی گزر چکی ہے اور انگریزی تعلیم زور سے پھیل رہی ہے میرا خیال ہے کہ سنسکرت زبان ہندوستان میں زیادہ سمجھی جاتی ہے بہ نسبت اس کے کہ ڈینٹی کے زمانہ میں یورپ میں

لاطینی زبان سمجھی جاتی تھی جب کبھی مجھے ہندوستان کے کسی عالم آدمی کی چٹھی آتی ہے وہ سنسکرت زبان ہی میں ہوتی ہے۔ جب کبھی ہند میں قانون یا دہرم کے کسی مسئلہ پر بحث ہوتی ہے اس پر جو رسالے ہندوستان مین لکھے جاتے ہین وہ سنسکرت میں ہی ہوا کرتے ہیں۔ کئی ماہواری رسالے سنسکرت میں شائع ہوتے ہیں۔ جس کے پڑھنے اور مدد کرنے والے ضروری سنسکرت دان ہون گے جو کہ عام لوگوں کی بول چال سے عالمانہ زبان سنسکرت کو ترجیح دیتے ہیں چنانچہ رسالہ پنڈت" بنارس سے شائع ہوتا ہے جس میں نہ صرف زمانہ سلف کے شلوکوں یا سوتروں کی تشریح ہوتی بلکہ زمانہ حال کے مضامین پر بھی بحث ہوتی ہے یہاں تک کہ انگلستان میں جو کتب شائع ہوتی ہیں ان پر بھی سمالوچنا (ریویو) ہوتی ہے اور بحث مباحثہ کے مضامین تمام سنسکرت میں ہوتے ہیں ایسا ہی ایک اور اخبار پرتن کرمندنی (قدیمی اشیاء کے پسند کرنے والوں کو آیندہ دینے والا) بھی بنارس سے شائع ہوتا ہے جس میں بہت علمی مصالحہ ہوتا ہے۔ بنگال میں ایک اور رسالہ ودیودے (ودیہی یا ودیا کا طلوع ہونا) کلکتہ سے شائع ہوتا ہے جس میں بہت ضروری اور مفید مضامین شائع ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کئی اور بھی رسالے ہوں جنکا مجھے علم نہیں ہے۔ مہاشئے ایشور کانتج" بمبئی سے ماہواری سلسلہ کتب نکالتے ہیں۔ جس کا نام ست درشن چنتکا (سچے فلسفہ پر وچار) ہے جس میں پراچین درشنوں پر بحث ہوتی ہے سنسکرت میں ویاکھیا ہوتی ہے اور مضامین بھی سنسکرت میں ہوتے ہیں۔ اگرچہ ساتھ ہی مرہٹی اور انگریزی میں ترجمہ بھی ہوتا ہے۔ رگ وید جو سنسکرت کی نہایت ہی پرانی پستک ہے اس کی دو اڈیشن ماہواری شائع ہوتی ہیں۔ ایک بمبئی میں آزاد خیال کے لوگ شائع کرتے ہین اور دوسری الہ آباد میں ودیا تندر سرسوتی جو کہ ہندوستان کے پرانے خیالات

کاوگیل ہے شائع کر رہا ہے۔ پہلے قسم کے اڈیشنوں میں منتروں کی سنسکرت میں دیا کھیا کی جاتی ہے ساتھ ہی مرہٹی اور انگریزی میں ترجمہ کیا جاتا ہے دوسرے اڈیشن میں پہلے سنسکرت میں بھاشیہ ہوتا ہے پھر ہندی بھاشا میں ترجمہ کیا جاتا ہے۔ یہ کتب ماہواری چندے پر شائع ہوتی ہیں اور ان کے خریداروں کی فہرست بھی خاصی ہے۔

کئی اور رسالے ہیں جو بنگالی۔ مرہٹی یا ہندی میں چھپتے ہیں لیکن انمیں اکثر مضامین سنسکرت میں بھی شائع ہوتے ہیں مثلاً ہرس کندر کندر کا بنارس میں شائع ہوتا ہے۔ تتو بودھنا کلکتہ میں شائع ہوتا ہے اور ایسا ہی کئی دیگر رسالہ جات۔

چند روز ہوئے میں نے ایک رسالہ کیرل میں جو کشیپ چندر سین فرقہ کی طرف سے نکلتا ہے ایک مضمون دیکھا جسمیں ایک مباحثہ کا ذکر تھا جو بصورت سمدھیا ے ندیا کے مشہور ویدوں کے ماہر اور **کاشی ناتھ ترمبک ایم۔ اے** بمبئی یونیورسٹی کے مابین واقعہ ہوا ایک مشرق اور دوسرا مغرب کی طرف سے آیا اور ہر دو پنڈت فر فر سنسکرت میں بات چیت کرتے تھے۔ زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ سنسکرت کی کتابیں جو دیسی مطابع میں چھپتی ہیں ان کی بڑی مانگ رہتی ہے۔ کیونکہ جب کبھی انگلینڈ میں یہ کتابیں سال دو سال شائع ہونے کے بعد منگائی جاتی ہیں تو یہ جواب ملتا ہے کہ کل کتب ہندوستان میں ہی فروخت ہوگئی ہیں حالانکہ انگلینڈ میں اینگلو سکسن کتابوں یا اٹلی میں لاطینی زبان کی کتابوں کی یہ حالت نہیں ہے۔ اس سے بڑھکر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اب تک مندروں میں رامائن اور مہابھارت کی جو زمانہ سلف کی دو مشہور رزمیہ کتابیں ہیں کتھا ہوتی ہے اور ہزاروں آدمی جاکر سنتے ہیں۔ دیہات میں بھی خاصی تعداد دیہاتی لوگوں کی کتھا کرنے والے کے گرد جمع رہتی ہے اور جبکہ رامائن کا شورویر رامچندر بن باس کو جاتا ہے تو اس وقت کا نظارہ دیکھ کر سامعین کے آنسو نکل آتے ہیں

اور جبکہ وہ کامیابی کا سہرا سر پہ باندھے ہوئے اجودھیا کو لوٹتا ہے تو گھروں میں روشنی دوپ مالا کیجاتی ہے اور پھولوں وغیرہ سے مکانات آراستہ کیئے جاتے ہیں بعض دفعہ مہابھارت کا بھوگ پانے میں تین ماہ اور بسا اوقات چھ ماہ صرف ہو جاتے ہیں۔ لوگوں کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ کتھا کرنے والا برہمن پہلے سنسکرت کا شلوک پڑھے اور پھر ویاکھیا کرے۔ بہت ایسے سامعین موجود ہوتے ہیں۔ کہ ویاس اور والمیک کے شلوکوں کو سمجھتے ہیں یا کم از کم ان کے رویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان شلوکوں کو سمجھ گئے ہیں جو پنڈت صاحب پڑھتے ہیں۔ اس وقت بھی ہشیار برہمن ایسے ہیں جو اب بھی ویدوں کو ازبر کرتے ہیں اور زبانی سنا سکتے ہیں اگرچہ ویدوں کے پڑھنے کے لئے آجکل کوئی حوصلہ افزائی یا ترغیب نہیں رہی یہی حالت کئی دیگر پستکوں کی ہے

اگر سنسکرت کو مردہ زبان بھی تصور کریں تو بھی ہندوستان کی تمام پراچلت آرین اور دراوڑی زبان سنسکرت زبان سے ہی اپنی روح اور جان حاصل کرتی ہیں۔ میں بارہا کہہ چکا ہوں اور مجھ سے پیشتر کئی یورپ کے لائق و فائق علماء نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے کہ ہندوستان کی تمام زبانیں سنسکرت سے ہی مصالحہ حاصل کرتی ہیں ہر ایک امیدوار (طالبعلم) جوکہ ابتدائی ویاکرن کو بھی جانتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ میری مراد اس سے کیا ہے خواہ اس کی خاص زبان بنگالی۔ ہندوستانی یا تامل ہو۔

سول سروس کے دو یورپی ملازم ہوں جن میں سے ایک نے سنسکرت اور ہندوستانی دونوں زبانیں پڑھی ہوں اور دوسرا جس نے صرف ہندوستانی سیکھی ہو وہ دونوں اگر ہندوستان یا اس کے باشندوں کی ذہانت اور لیاقت معلوم کرنے لگیں تو ان کے مابین ٹھیک ایسے ہی امتیاز ہوگا جیسا کہ ان دو سیاحوں کے درمیان جن میں سے ایک تو لاطینی زبان پڑھ کر اٹلی کی سیاحت کرے اور دوسرا وہ جو میسرس کک اینڈ کو کے ذریعہ سے روما کی سیر کرے۔

آؤ ہم اس اعتراض کی جانچ پڑتال کریں کہ آیا سنسکرت مردہ یا بناوٹی زبان ہے تاکہ ہم معلوم کرسکیں کہ اسمیں کچھ صداقت بھی ہے یا نہیں بعض اصحاب کی رائے ہے کہ سنسکرت میں جو کتب اس وقت دستیاب ہوتی ہیں۔ اُن کے اندر کبھی جان نہیں تھی۔ یعنی صرف عالم لوگ انہیں تحریر کرتے تھے۔ عام لوگ اس کو نہیں پڑھتے تھے۔ اس لئے ہمیں اُن سے ہندوؤں کے دماغی ترقی کی نسبت کوئی پتہ نہیں لگتا۔ بعض اصحاب کی رائے ہے۔ انگریزی سلطنت کے قائم ہونے کے بعد (جس کو صرف ایک سو برس گذرا ہے) سنسکرت کے اندر جان نہیں رہی اور جو کچھ ہندوؤں کے دل و دماغ کے خیالات ہیں وہ اب سنسکرت زبان کے ذریعہ نہیں معلوم ہو سکتے نہ ہی اب سنسکرت ہندوؤں کے نیک و بد افعال پر کچھ اثر رکھتی ہے۔

سنسکرت زباندانی ایک وسیع اور غیر محدود نفظا ہے اگر وید ۱۵۰۰ برس قبل مسیح قلمبند ہوئے اور اگر یہ امر واقعہ ہے کہ اب بھی سنسکرت زبان میں کتابیں لکھی جارہی ہیں تو ہمارے سامنے علمی زندگی کی لہر بہتی ہوئی نظر آتی ہے جو کہ ۳۲۰۰ برس سے برابر چل رہی ہے۔ اور سوائے چین کے تمام دنیا میں یہ لہر غیر متوازی ہے۔ سنسکرت کی مختلف کتب اور ان کی اشاعت و توسیع کو واضح کرنا بڑا مشکل ہے۔ ہم آہستہ آہستہ اُن بے حساب خزائن سے واقفیت حاصل کرتے جاتے ہیں جو اب دستیاب ہیں۔ گورنمنٹ ہند نے چند سال سے حکم دیا ہے کہ ہند میں باقاعدہ طور پر کتب قدیمہ کا کھوج کیا جاوے چنانچہ یورپین اور ہندوستانی سنسکرت کے عالم مختلف مقامات پر بھیجے گئے ہیں جہان سے کہ سنسکرت کے قلمی نسخہ جات فراہم کریں تاکہ ان کی جانچ پڑتال کیجاوے اور مکمل فہرست تیار کی جاوے چنانچہ بعض فہرستیں چھپ کر شایع بھی ہوگئی ہیں ان سے پتہ لگتا ہے کہ سنسکرت زبان کی الگ تصنیفات جن کے قلمی نسخہ جات تا حال موجود ہیں دس ہزار تک پہنچتی ہے میرے خیال میں اگر لاطینی اور یونانی ذبان کی کل کتب کو اکٹھا کیا جاوے تو یہہ

قلمی نسخے ان کے مجموعہ سے زیادہ ہیں اس میں شک نہین کہ اس مجموعہ میں
سے بہت کچھ ناکارہ یا فضول ہوگا لیکن آپ سے مخفی نہیں کہ زمانہ حال
میں بھی ایک لائق سے لائق فلاسفر کی تصنیفات فضول سمجھے لفظ سے
منسوب کی گئی ہیں۔ میرا مطلب ظاہر کرنے کا یہ ہے کہ تین چار ہزار
سال سے تمام ہندوستان کی تاریخ میں سنسکرت زباندانی کے لئے ایک
شاہی سڑک موجود ہے یا دوسرے الفاظ میں ایک اونچا پہاڑی راستہ
موجود ہے جو میدان کی تکالیف سے زیادہ سخت ہے۔ ممکن ہے کہ لاکھوں
آدمیوں کو جنہیں روزانہ اپنی زندگی قائم رکھنے کے لئے جدوجہد کرنی پڑتی
ہے ایسا رستہ دشوار گذار نہ معلوم ہو سکے۔ لیکن بنی نوع انسان کے
محققان۔ انسانی دماغ کے نشوونما کے مطالعہ کرنے والے طالبعلموں کیلئے
ایسے چند سیاح (سنسکرت قدیم کی زباندانی کا مطالعہ کرنے والوں سے
ہے) ہندوستان کے سچے وکیل وقتاً فوقتاً کہے جا سکتے ہیں ہمیں مغالطہ
میں نہیں پڑنا چاہئے کہ دنیا کا سچا اتہاس ہمیشہ تھوڑے آدمیوں کا اتہاس
ہوا کرتا ہے جس طرح کہ ہمالیہ پہاڑ کی بلندی کو ایورسٹ چوٹی کی بلندی سے
اندازہ کرتے ہیں ایسا ہی ہمیں آریہ ورت کی اوستھا کا اندازہ کرتے ہوئے
وید درشٹا رشیوں اور اپنشدوں کے کرتا۔ ویدانت اور سانکھیہ فلسفہ کے
بانی تتو گیانیوں اور پراچین سمرتیوں کے کرتاؤں کے خیالات سے اندازہ
لگانا چاہئے نہ کہ ان لاکھوں آدمیوں کی اوستھا سے جو کہ اپنے گاؤں میں
پیدا ہوتے ہیں اور مرتے ہیں اور ایک منٹ بھی اپنے خواب غفلت سے
بیدار نہیں ہوتے اس میں شک نہیں کہ سنسکرت زبان ہندوستان کے
کثیر التعداد لوگوں کے لئے نہ صرف مردہ زبان تھی بلکہ بالکل معدوم تھی لیکن
یہ حالت قدیم دنیا کی تمام زبانوں پر عائد ہوتی ہے نہ کہ صرف سنسکرت پر
لیکن بہر حال میں اس صداقت کو کسی حد تک ماننے کو تیار ہوں کہ سنسکرت
زباندانی کسی حد تک نہ تو عوام الناس میں بولی جاتی تھی اور نہ ہی قومی
زبان کی حیثیت میں رائج رہی ہے جس طرح کہ یونانی اور اہل روما کی زبان

تمام قوم کی زندگی کو اپنے زمانہ میں ظاہر کرتی تھی اور یہ بھی سچ ہے کہ سنسکرت
کی تمام کتب جو عوام الناس میں مشہور ہیں وہی ہندوستان کے عنفوان
کا زمانہ عروج سلسلا ملتی ہیں کیونکہ یہ کتب ان لوگوں نے تحریر کی ہیں
خود سنسکرت کا مطالعہ ٹھیک اسی طرح کرنا پڑتا تھا جیسا کہ لاطینی زبان
کا۔ اور وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ فقط عالموں اور اہل
دماغ کے لئے یہ کتابیں لکھ رہے ہیں نہ کہ عوام الناس کے واسطے۔
یہ امر تشریح طلب ہے چنانچہ ہم تمام سنسکرت علم ادب کو رگ وید سے
لے کر سوامی دیانند کے رگوید آدی بھاشں بھومکا تک جو کہ ایک دلچسپ
کتاب ہے دو زمانوں میں تقسیم کرتے ہیں ایک تو رانیوں کے حملہ
سے پہلے کا زمانہ۔ دوسرا اس کے بعد کا۔

پہلے زمانہ میں ویک گرنتھ اور بدھ مذہب کی تمام قدیمی تربانداری شامل
ہے دوسرے زمانہ میں باقی کل پستکیں

میں ساکا یا سیتھین یا انڈو سیتھین یا دشکا لوگوں کے حملوں تورانی لوگوں
کے حملے کہتا ہوں محض اس لئے کہ میں ان قوموں کو ابھی قومیت کا درجہ
دینے کو تیار نہیں جنہوں نے کہ ایک سو برس قبل مسیح سے لیکر ۶۰۰ برس
عیسوی تک ہندوستان کی سلطنت کو اپنے قبضہ میں رکھا۔ ان کو چین کی
تاریخی اصلاح میں یوچی کہتے ہیں چینی تاریخی کتب خاص ذریعہ ہیں جن
سے ان کے ہندوستان پر حملہ کرنے سے پہلے اور پیچھے کے ان قوموں کے
حالات کا ہمکو کچھ پتہ ملتا ہے۔ دیگر نسلوں کے ساتھ ان کے تعلقات کے
بارہ میں کئی مختلف رائے ظاہر کی گئی ہیں ان کے ؟ گورے ہیں
گھوڑے کی پیٹھ پر سے گولی چلاتے ہیں ان کے تمام یوچی کی مشابہت گوتھی
دیا گیا تھا) قوم سے ہوتی ہے جو رمیوست لے ہندمن نسل کے لوگوں کیساتھ
اور بعض کی رائے میں گیٹی قوم سے مشابہت ہے جو ان کے ہمسایہ میں
رہائش پذیر ہیں مگر ٹاڈ صاحب ایک قدم اور آگے بڑھے ہیں۔ اور
ہندوستان کے جاٹ اور راجپوت لوگوں کو یوچی اور گیٹی لوگوں کو ایک سے

بنا دیا۔ ممکن ہے کچھ عرصہ مدید تک اس تاریکی پر روشنی پڑ جاوے۔ لیکن بالفعل ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ایک سو برس قبل عیسوی سے ۲۰۰ برس عیسوی تک تو راتیوں یا شمالی نسل کے باشندوں کے بار ہا حملوں سے ہندوستان کی ملکی حالتیں بڑا انقلاب برپا رہا جیسا کہ چین کے مورخ تحریر کرتے ہیں ان کا ہند میں یورش کرنا سکوں کتبوں اور زبان زد خلائق قصوں سے پایا جاتا ہے لیکن ہندوستان میں ان کی موجودگی کا ثبوت اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ ان چار سو سالوں میں برہمنی علم ادب ہندوستان میں بالکل نہیں ملتا۔ اگر ہم اس ملک کی ملکی و مجلسی حالت پر غور کریں تو ہم آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ جنگجو قوم کی فتوحات اور حملوں سے ملک کی حالت کیسی ہو گئی ہو گی۔ حملہ آوروں نے قلعوں اور شاہی محلوں پر فوراً قبضہ کر لیا ہو گا یا تو قدیمی راجگان کو تخت سے اتار دیا ہو گا یا انہیں اپنا خراج گزار یا نائب السلطنت مقرر کر لیا ہو گا

× ×

× × × × × × × × × × × × × × باقی ہر ایک کام بدستور چلتا رہا ہو گا۔ محصول ادا ہوتے رہے ہوں گے۔ اور عام دیہاتی لوگوں کی زندگی گورنمنٹ کے تبدیل ہو جانے سے اس امان سے بسر ہوتی رہی ہو گی۔ نقصان صرف برہمنوں (جماعت علما) کو ہی پہنچا ہو گا بشرطیکہ حملہ آوروں کے ساتھ انہوں نے صلح نہ کر لی ہو۔ چونکہ یہی لوگ علم کے پھیلانے والے تھے اس لئے ان کے راجاؤں کی حکومت نہ ہونے سے لازمی تھا کہ علمی حالت کو بھی سخت دھکا لگے اور علمی اشاعت قطعی بند ہو جاوے بدھ مذہب کے عروج اور مہاراجہ اشوک کے بدھ مذہب گرہن کرنے سے برہمن مذہب کو سخت نقصان پہنچ چکا تھا اور ان کا رعب داب جاتا رہا تھا۔ شمالی طرف کے خاندان خواہ وہ کسی مذہب کے پیرو کار ہوں کم از کم وہ ویدوں کے ماننے والے نہیں تھے۔ انہوں نے بدھ مذہب کے ساتھ کچھ صلح کر لی یا تو ان کے یا ہمیں اس راجنامہ کا نتیجہ ہے یا یہ کہ

ساکائی داستانیں بدھ مذہب کے سدہانتوں کے ساتھ خلط ملط ہوگئیں جس سے
بدھ مذہب نے مہایان صورت اختیار کی اور خاصکر امتیابہہ پوجا
شروع ہوگئی جو کہ ایک سو برس عیسوی میں ہندوستان کے تورانی حاکم
کانشکا کے زیر حکومت کونسل میں آخر کار قائم ہوگئی پتنجل مصنف مہابھاش
کے زمانہ میں سرمن (بدھ مذہب کے پرچارک) اور برہمنوں کے درمیان
اس قدر اختلاف پیدا ہوگیا تھا کہ انہیں کوے - الو - کتے - گیدڑ اور جانی
دشمن وغیرہ ناموں سے پکارا گیا ہے پس اگر تمام سنسکرت علم ادب کو
دو زمانوں میں تقسیم کریں ایک زمانہ تورانیوں کے حملوں سے پہلے اور
دوسرا اس کے بعد کا تو پہلے زمانہ کے علم ادب کو قدیمی اور قدرتی اور
دوسرے زمانہ کو نیا اور بناوٹی کہیں گے -

پہلے زمانہ میں سب سے پہلے اور قدیمی کتب ہمارے پاس وید ہیں
جن کے معنی گیان کے ہیں جو کہ علم ادب کا بھاری ذخیرہ ہیں لیکن بڑے
بھاری طوفان میں سے یہ تھوڑا سا حصہ ٹکڑے کی طرح بچا ہوا ہے
ب - وہ ذخیرہ جو بدھ مذہب کی ترشکا میں فراہم شدہ ہے جو آج کل
پالی کا ہنا اور سنسکرت زبان میں پایا جاتا ہے اور پچھلے دنوں میں
اس میں بہت ملاوٹ ہوگئی ہے -

سنسکرت زباندانی کے دوسرے زمانہ میں باقی تمام کتب وغیرہ شامل
ہیں - ان زمانوں کے پھر حصے در حصے ہو سکتے ہیں لیکن چونکہ اس مضمون
سے ان کا زیادہ تعلق نہیں اس لئے ہم اسے یہاں ہی چھوڑتے ہیں
اب میں اس بات کے تسلیم کرنے کو تیار ہوں کہ دوسرے زمانہ
کی سنسکرت کبھی عام طور پر بولی نہیں جاتی ہیں نہ ہی یہ قومی زبان تھی
اس میں ابتدائی زمانہ کے عادات اور خیالات کہیں کہیں پائے جاتے
ہیں - جو کہ پورے کے زمانہ کے علمی - مذہبی اور اخلاقی حالات کے مطابق
بتلائے گئے ہیں اور جب کبھی ہم زمانہ قدیم کے حالات و واقعات کو
الگ کرنا چاہیں تو زمانہ سلف کے واقعات کے صحیح حالات معلوم کرنے

سگ لئے اُن سے بڑی امداد ملتی ہے اور جو کچھ علم ادب ویدک زمانہ میں تلف ہو چکا ہے یا گم ہو چکا ہے اس کے کھوج لگانے میں ضمیمہ کا کام دیتے ہیں مثلاً قدیمی دہرم شاستروں میں وہ قدیمی باتیں موجود ہیں جو ویدک زمانہ میں پائی جاتی ہیں کچھ تو منتروں میں ہیں جن میں سوتر کہتے ہیں اور کچھ نہایت ہی قدیمی چھندوں میں جنہیں گوہتا کہتے ہیں۔

راماین اور مہابھارت کی رزمیہ کتابوں نے اتہاس اور اکھیان کی جگہ لی ہے پرانوں میں اگرچہ بہت کچھ تغیر و تبدل ہو گیا ہے لیکن پھر بھی وہ مسالحہ دستیاب ہوتا ہے جو ویدک علم ادب میں پران کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے مگر دوسرے زمانہ کے علم کا بہت سا حصہ بناوٹی یا علمی ہے جسمیں دلچسپ مضامین اور رنگین عبارتیں مشرقی علماء کیلئے بہت دلکش معنی خیز اور مفید ہیں جو کہ فلاسفروں اور مورخوں کی ہمدردی کھینچنے کے لئے بہت ہی اعلیٰ ہیں۔

ہندوستان کے قدیمی علم ادب کی حالت مختلف ہے یہ علم ادب ویدک اور بدھ مت کے اصولوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس علم ادب میں انسانی نسل کی تعلیم کا پورا حال پایا جاتا ہے جس کا ثانی نہیں اور کہیں نہیں ملتا اس لئے ان مشتاقین اصحاب کو ہماری زبان کے تاریخی عروج ہمارے ابتدائی حالات و خیالات و ترقی کا سلسلہ دریافت کرنا ہو۔ جس کسی کو مذہب اور داستانوں کے قدرتی اور سنجیدہ ترقی کے واقعات کا پتہ لگانا ہو۔ جس کسی کو علم ہیئت۔ صرف و نحو۔ علم عروض و قوافی وغیرہ کے ابتدائی بنیادی اصولوں سے واقفیت حاصل کرنے کا شوق ہو جس کسی کو فلسفانہ خیالات کے ابتدائی چنگاروں۔ گرہست آشرم۔ دیہاتی زندگی۔ راجا اور پرجا کے سنجیدہ وغیرہ کے حالات معلوم کرنے ہوں جن کی بنیاد دہرم سنسکاروں یگوں اور داستانوں وغیرہ پر رکھی گئی ہے۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ویدک زباندانی کا مطالعہ بھی ویسے ہی شوق اور تن دہی سے کریں جیسے کہ وہ یونان اور روما اور جرمنی کی زباندانی کا مطالعہ کرتے ہیں۔

میں بالفعل اس بات پر بحث نہیں کروں گا کہ ہمیں بدھ مذہب کے علم ادب سے کیا کیا سیکھنا مل سکتی ہے کیونکہ ان تھوڑے سے لیکچروں میں اس مضمون پر وچار کرنے کا میرا ارادہ نہیں ہے۔ ان لیکچروں میں مشکل سے ویدک علم ادب پر سرسری نظر ڈالی جاسکتی ہے اور صرف وہ موٹی موٹی باتیں ظاہر کی جاسکتی ہیں۔ جو ہم وید منتروں۔ برہمن گرنتھوں اپنشدوں اور سوتروں سے سیکھ سکتے ہیں۔ [illegible] سنسکرت نظم و ادب یورپ میں عام لوگوں تک [illegible] بھگوت گیتا۔ کالیداس کے ناٹک مثلاً شکنتلا [illegible] مہابھارت اور راماین کے کئی حصص مثلاً نل دمینتی بہت [illegible] کی اخلاقی کہانیاں۔ بھرتری ہری شتک بلاشک نہایت ہی عجیب ہیں۔ جب پہلے پہل یہ کتب یورپ میں پہنچی تو خیال کیا جاتا تھا کہ یہ نہایت ہی قدیمی زمانہ کی ہیں۔ چونکہ پہلے یہ خیال تھا کہ یہ لوگ اعلیٰ خیالات اور علمیت سے نابلد ہیں اس لئے ان کتب نے سر ولیم جونس کو انگلستان میں ہرڈر اور گیٹی کو جرمن میں ان کا مفتون و شیدا کر لیا جو نہایت ہی اعلیٰ تحسین اور تعریف کے گیت ان کے حق میں گانے لگ گئے۔ اس زمانہ کا فیشن ہو گیا کہ کالیداس کو ہارس اور ورجیل کا بڑا ہمعصر اور ہم پایہ خیال کرنے لگے جیسا کہ سکندر ژواں ہمبولٹ نے اپنی کتاب کاسمس میں تحریر کیا ہے۔ یہ کالیداس راجہ وکرم آدیتہ (بکرماجیت) کے شاہی دربار میں ایک رتن تھا۔ یہ وہی راجہ بکرماجیت ہے جس نے اپنا سمبت ۵۶ سال قبل مسیح رائج کیا۔ لیکن اب یہ خیالات تبدیل ہو گئے ہیں۔ جس وکرمادیتہ نے ساکا کو شکست دی اور ۵۶ سال قبل مسیح ایک سمت رائج کیا وہ یقیناً ایک سو برس قبل مسیح نہیں ہو سکتا ہے نہ ہی اب یہ خیال ہے کہ زمانہ سلف کے ہندو ان پڑھ تھے اور ان کی نظم بے سلیقہ بے ترتیب یا خشک خیال کی جاتی ہے برخلاف اس کے ان کی قابلیت کا وہی پایہ سمجھا جاتا ہے جو ایرانیوں۔ عربی۔ اٹلی اور فرانس کی قوموں کا ہے اور اس معیار سے اندازہ لگانے پر کالیداس کے ناٹک

ان بہت سے ناٹکوں سے بہت اعلیٰ نہیں ہیں جو مدتوں تک ہمارے کتب خانوں کی الماریوں میں مٹی اور گرد و غبار میں بلا کسی کے مس کرنے کے پڑے رہے ہیں۔ کوئی سنسکرت کا عالم ان کی دیرینہ قدامت کا دعوےٰ نہیں کرتا چنانچہ ایک کتبہ میں جو ۵۸۵ یا ۵۸۶ عیسوی کا ہے کالیداس کا نام مشہور شاعر بھاردی کے ساتھ درج ہے۔ اس لئے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ اس سے بہت پہلے زمانہ کا پایا جاوے چنانچہ اونیت جس نے کہ بھاردی کرنا رجن پتنگ کے پندرہ سرگوں پر ٹیکا کی ہے وہ ۸۶۷ عیسوی میں ہو گزرا ہے۔ پس اگر ہم یہ تاریخ ٹھیک سمجھیں تو ظاہر ہے کہ کالیداس اور بھاردی چوتھی اور پانچویں صدی کے مابین ہو گزرے ہیں۔ قوانین منو کے بارہ میں جو نہایت ہی قدیمی خیال کئے جاتے تھے اور آجکل بھی جو لوگ کہ قیاسی گھوڑے دوڑا کر یا سنی سنائی باتوں پر عمل کر کے لکھنے والے ہیں وہ انہیں بہت قدیمی زمانہ سے منسوب کرتے ہیں لیکن میں اس بات کے دعوے کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ موجودہ صورت میں جو منو سمرتی موجود ہے وہ چوتھی صدی عیسوی سے پہلے کی نہیں ہے بلکہ اس سے بھی بعد کی مرتب ہوئی معلوم ہوتی ہے میں یقین کرتا ہوں کہ سنسکرت کے کئی عالم میرے اس خیال کے برخلاف آواز اُٹھا دیں گے۔ لیکن ہم نے دیانتداری سے اپنی ضمیر کے مطابق کام کرنا ہے۔ کیا کوئی شہادت اس امر کی ملسکتی ہے کہ موجودہ مانو دھرم شاستر جو سلسلہ وار سلوکوں میں پایا جاتا ہے ۳۰۰ برس عیسوی سے پہلے کا ہو۔ اگر ایسی شہادت نہیں ملتی تو ہم کیوں کھلم کھلا یہ خیال ظاہر نہ کریں اور جو لوگ اس کے برخلاف رائے رکھتے ہیں ان سے بحث کریں۔ اگر وہ ہمارے خیال کو پلٹ دیں تو ہم ان کا شکریہ ادا کریں۔ اسمیں شک نہیں کہ اُس زمانہ سے پہلے منو ایک اعلیٰ مقنن تھا اور منو اور مانوم کا ذکر اکثر قدیمی گرہیہ اور دھرم سوتروں میں آتا ہے لیکن یہ امر اس خیال کو مضبوط کرتا ہے کہ جو علم ادب تورانی حملوں کے بعد ہمارے تک پہنچا

اس میں وہ پرانے خیالات موجود ہیں جو درمیانی طوفان سے محفوظ رہ گئے اگر منو کا دہرم شاستر اس سے پہلے جسٹی نین کے کوڈ کی طرح قوانین کا مرتب مجموعہ ہوتا تو ضروری ہے کہ اس کے حوالجات اس زمانہ کی دیگر پستکوں میں کہیں نہ کہیں درج ہوتے وراھمر جو ۵۸۶ء میں ہو گزرا ہے کئی جگہ منو کے حوالے پیش کرتا ہے نہ کہ منو دہرم شاستر کے۔ اور جبکہ وہ منو کے شلوکوں کے حوالے دیتا ہے یہ حوالے ہماری منوسمرتی میں دستیاب نہیں ہوتے۔ میرا یقین ہے کہ چوتھی۔ پانچویں اور چھٹی عیسوی صدی میں ہندوستان میں علم ادب کے عروج کا زمانہ تھا کالیداس اور بہاردی اس زمانہ میں بہت مشہور ہو گذرے ہیں یہ امر کتبہ جات کی شہادت سے ثابت ہے۔ چھٹی صدی میں ہند کے علم ادب کا شہرہ ایران میں پہنچا اور خسرو نوشیرواں شاہ ایران نے (۵۳۱ سے ۵۷۹ عیسوی تک حکومت کی) اپنے حکیم برزومی کو ہندوستان میں بھیجا تاکہ پنچ تنتر کا ترجمہ سنسکرت سے پہلوی زبان میں کرلاوے۔ نورتن یعنی نو عالموں کا ذکر بھی اس صدی کے حوالجات میں پایا جاتا ہے اور مجھے شک ہے کہ سوائے ویدک اور بدھ مذہب کی تصنیفات کے ہم باقی سنسکرت۔ علم ادب کی کسی کتاب کو اس سے پہلے زمانہ کے ساتھ منسوب نہیں کرسکتے۔ اگرچہ زمانہ حال کی سنسکرت کی کتب نے عام لوگوں کو چونکا دیا اور شائق لوگ ان کے پڑھنے کے لئے ہمہ تن مائل ہو گئے اب تک ہندوستان کے علم ادب کیساتھ بہت ہمدردی اور دلچسپی کا اظہار کیا جاتا ہے لیکن زیادہ وچار والے اور سنجیدہ عالموں نے ان کتابوں پر چنداں غور نہیں کیا۔ ان کو عمدہ اور دلکش ملنتے ہوئے بھی دنیا کے علم ادب میں وہ جگہ نہیں دی جو یونان۔ جرمن۔ لاطینی۔ اٹلی۔ فرنچ یا انگریزی کو دی گئی ہے۔ ایک زمانہ تھا جبکہ لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ جو کچھ ہندوستان کے علم ادب سے جاننے کے قابل تھا۔ ہم نے جان لیا ہے سنسکرت کو یونیورسٹی میں علم کی ایک مستند شاخ اس لئے قرار

دینا چاہئے کہ سنسکرت سائنس آف لنگویج (زبانوں کا علم) کے مطالعہ کے لئے ازبس مفید ہے۔ آج سے پچاس برس پہلے ایک نئی لہر اٹھی جس نے سنسکرت علمیت کو ایک بالکل نئی رنگت دی ہے۔ اس تحریک کا خاص بانی برنوف ہے جو پیرس کے کالج میں پروفیسر تھا وہ اعلیٰ درجہ کا عالم آدمی تھا اور بڑے وسیع خیالات والا اور سچے تاریخی جوش والا تھا۔ نل اور شکنتلا جیسی کتابوں پر اپنا قیمتی وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس کا باپ یونان کی مشہور صرف نحو کا مصنف تھا کچھ عرصہ کے لئے یہ ہونہار نوجوان بیرسٹری کا کام کرتا رہا اس کے دوست صاحب رسوخ تھے مثلاً گینوٹ۔ ہتائر۔ مگنٹ اور وسیع اس کے خیالات میں اس کے معاون تھے اس کو اپنی زندگی میں بڑی بڑی امیدیں تھیں اس لئے وہ سنسکرت کے خوبصورت گیتوں پر اپنی زندگی صرف کرنے والا نہیں تھا جب اس نے اپنے تئیں سنسکرت کی طرف محو کیا تو اس کا مدعا یہ تھا کہ وہ تاریخ انسانی بلکہ دنیا کی تواریخ کا پتہ لگائے اور اس لئے اس نے ویدک اور بدھ مذہب کے علم ادب کو ایسی عمدگی اور کامیابی کے ساتھ مطالعہ کیا کہ اس کی تحقیقات کا مطالعہ دنیا میں یادگار رہیگا۔ افسوس کہ وہ عالم شباب میں فوت ہو گیا اور اس عملی عمارت کے صرف محراب و ستون چھوڑ گیا جسکو تعمیر کرنیکا اس کا ارادہ تھا۔ لیکن اس کا جوش اس کے شاگردوں اور دوستوں میں [illegible] اب کوئی [illegible] ویدوں اور بدھ مذہب [illegible] انہوں نے [illegible] اس کا تحریک [illegible] فرانس کے کالج میں کی تھیں۔ [illegible] آپ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ ہمیں قدیمی علم ادب سنسکرت میں کیا کچھ مل سکتا ہے جو اور کہیں نہیں ملسکتا میرا جواب یہ ہے کہ ہمیں اس میں وہ آریہ نسل کے نقش ملتے ہیں جنکی ہم مختلف صورتیں اس وقت دیکھتے ہیں۔ مثلاً یونانی۔ روما۔ جرمن

کلٹ اور سلیو اب بالکل نئی شکل میں نمودار ہوتے ہیں۔ جو آریہ لوگ شمال کی طرف چلے گئے ان کی چالاکی اور پولیٹیکل حالت اعلیٰ درجہ تک تکمیل کو پہنچی ہوئی تھی۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں لوگ مست اور حضرت خدا کی دنیا میں سیر کرنے والے موجود ہیں۔ رگ وید کے بعض منتروں میں کئی ابتدائی حالات معلوم ہوتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ آریہ نسل کے لوگ نئے علاقے فتح کر رہے ہیں اور جنگ کے دیوتا اور مروت کی زیر نگرانی سیاہ فام اصلی باشندوں اور پیچھے آئے ہوئے آریوں کے برخلاف جنگ کر رہے ہیں۔ لیکن یہ جنگ کا زمانہ جلدی ختم ہوا جبکہ بہت لوگ اپنے علاقوں میں آباد ہو گئے تو فوجی اور جنگی فرائض ایک قوم نے سنبھال لیئے وہ ایک مختصر سلطنت مطلق العنان بنگئی اور بہت لوگ اپنی زندگی دیہات میں بسر کرنے لگے جو کہ بیرونی دنیا کے معاملات میں کچھ دخل نہ رکھتے تھے اور قدرتی پھل پھولوں پر گزارہ کر لیتے تھے۔ جبانکہ کچھ محنت نہ کرنی پڑتی تھی چنانچہ بھرتری ہری کہتا ہے "ہر ایک جنگل میں درختوں پر پھل ہے جو ہر ایک آدمی اگر چاہے بغیر تکلیف کے توڑ سکتا ہے۔ ہر جگہ دریاؤں میں ٹھنڈا اور میٹھا پانی موجود ہے/ سندر بیل بوٹوں کی شاخوں سے مخمل کا فرش بچھا ہوا ہے اور باایں ہمہ بد نصیب لوگ دولتمندوں کے دروازوں پر جاکر دکھ اٹھاتے ہیں" بادی النظر میں تو ایسے خیالات زندگی کو شانتی دینے والے نظر آتے ہیں لیکن زیادہ نظر تعمق سے دیکھنے پر بجائے ترقی یا عروج کے یہ حالت پستی کی طرف لیجانے والی ہے۔ اگر اعلیٰ نقطہ خیال سے دیکھا جاوے تو ظاہر ہوگا کہ جنوبی آریوں نے اچھا طریق اختیار کیا جو انہیں پسندیدہ معلوم ہوا۔ شمالی طرف کے آریہ لوگ زیادہ محتاط تھے اور کئی امور میں جفاکش تھے تاہم یہ سوال مزید غور طلب ہے کہ جس طرح قدرتی نظر میں شمال اور جنوب میں ایسا ہی انسانی سرشت میں بھی دو ہی قسم کے پہلو ہیں جو کہ ہر دو قابل ترقی ہیں۔ ایک چالاک جنگجو اور پولیٹیکل دوسرا کم چالاک

مگر دقیقہ شناس اور فلسفہ کے خیالات سے پُر دماغ ۔ اس سوال کے حل
کرنے کے لئے کوئی علم ادب اس قدر مصالحہ ہم نہیں پہنچا سکتا جس قدر کہ
ویدوں سے دستیاب ہو سکتا ہے جو کہ منتروں سے شروع ہو کر اُپنشدوں
پہ ختم ہوتا ہے ۔ ہم نئی دنیا میں قدم رکھتے ہیں جو ہمیں ہمیشہ اگرچہ دلکش
معلوم نہیں ہوتی لیکن اس کے اندر ایک تجربہ یہ حقیقی اور طبعی ہے
اور ہر ایک ترقی نشوونما یافتہ چیز کی طرح اس کے اندر بھی مخفی اسرار
ہیں جو ہمیں اتم سکھشا دیتے ہیں ۔ ایسی سکھشا ہمیں اور کہیں سے نہیں
مل سکتی ۔ ہمارا یہ کام نہیں کہ قدیم سنسکرت علم ادب کی تعریف کریں یا اسے
لعنت ملامت کریں بلکہ ہمارا یہ فرض ہے کہ اس کا مطالعہ کریں اور اس کے سمجھنے
کی کوشش کریں ۔ کئی ایسے جھول آدمی بھی ہیں جنہوں نے ہندوستانی
دماغ کو سب سے بلند اور اعلیٰ ظاہر کیا ہے جو ہمیں ویدوں اور بُدھ مذہب
کے گرنتھوں کی طرف اس لئے مائل کرتے ہیں کہ ہم ان میں اپنے سے زیادہ
صداقت آمیز مذہب زیادہ پاکیزہ اخلاق اور زیادہ اعلیٰ فلسفہ پاتے
ہیں میں ان مصنفوں یا ان کی کتابوں کے نام ظاہر کرنا نہیں چاہتا لیکن
مجھے اس سے بڑھ کر حیرت ہوتی ہے جبکہ میں دوسری طرف اُن نکتہ چین
عالموں کے خیالات دیکھتا ہوں جو ہندوستان کے قدیمی علم ادب پر
اس طرح نکتہ چینی کرتے ہیں گویا کہ انہیں انیسویں صدی کی کتابیں تصور
کرتے ہیں اور انہیں اپنے دشمن سمجھ کر شکست فاش دینے کو مستعد ہیں
اور ان پر ذرا رحم نہیں کرتے ۔ کون انکار کر سکتا ہے کہ ویدوں کے اندر
جھولانہ اور وحشیانہ خیالات نہیں ہیں لیکن یہ وحشیانہ خیالات ہی ہمیں
اعلیٰ سبق دینے والے ہیں اور دلچسپ ہیں بلکہ ان میں سے بعض
کے اندر تو سچائی کے رتن اور روشنی کی کرنیں ہیں جو کہ نہایت ہی تاریک
رات کے پردوں میں سے ہمیں پڑتی ہیں ۔ ان کے اندر وہ سچا جوش
سرگرمی اور صداقت ہے جس پر نہ صرف معترض علماء یا زمانہ سلف کی
تاریخ کے محققان کو غور کرنا چاہئے بلکہ ہر ایک تعلیم یافتہ مرد اور عورت

کا فرض ہے کہ اس پر دھیان دے کئی ایسے مسائل ہیں جنہیں کچھ عرصہ
تک نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔ جنہیں بالفعل ضروری التواء میں رکھنا
چاہئے جبکہ ہم اپنی زندگی کی جد و جہد میں مستقل ہیں لیکن انہیں بہرکیف
کبھی نہ کبھی حل کرنا پڑے گا اور جبکہ وہ حل ہوں گے تو ہمیں وہ زیادہ
متحرک کریں گے بہ نسبت اس کے کہ ہم دوسروں کے آگے اقبال کرنا
پسند کریں۔

یہ سچ ہے کہ ہمارے لئے ہفتہ میں ایک دن آرام اور تنہائی میں
سوچنے کے لئے علیحدہ کیا ہوا ہے اور ان امور کے وچار کرنے کے لئے
جن کو یونانی میں سب سے اعلیٰ چیز کہا گیا ہے ضرور وقت نکالنا چاہئے
یہ سچ ہے کہ ہم میں سے بہت اصحاب یہ ساتواں دن بھی صرف حسب
معمول گرجا میں جانے یا خالی پڑے رہنے یا آرام کرنے میں گزار دیتے
ہیں لیکن خواہ ہفتہ کے دنوں میں یا اتوار کے دن جوانی میں یا بڑھاپے
میں چند ایسے لمحے ضرور آتے ہیں گو شاذ و نادر ایسا ہوتا ہے۔ مگر تاہم
وہ ہماری زندگی کے نہایت ہی نازک لمحے ہوتے ہیں جبکہ وہی پرانا سیدھا
سادہ سوال بڑے زور شور کے ساتھ ہمارے دل سے اٹھتا ہے اور ہم
اپنے ہی دل سے پوچھتے ہیں کہ ہم کون ہیں کس لئے ہم دنیا میں آئے
کیا ہمیں کبھی آرام نہیں ملیگا اور ہمیشہ جد و جہد کرتے رہیں گے۔ اور اپنی
خوشی کا مکان اپنے ہمسایوں کی خوشی کے کھنڈرات سے تیار کرتے رہیں گے
جب ہم روئے زمین پر اپنے مکان کو ایسا قابل آرام و آسائش تیار کرینگے
جیسے کہ چھاپہ گھاس اور برقی روشنی سے تیار ہو سکتا ہے تو پھر سوال اٹھتا
ہے کہ آیا ہم ان ہندوؤں سے زیادہ آسودہ ہیں جو اپنے ابتدائی زمانہ
کے جھونپڑوں میں اپنے جیون بسر کرتے تھے۔ جیسا کہ میں نے ابھی بتلایا
ان شمالی علاقہ جات میں جہاں تک زندگی ایک سخت جد و جہد میں رہی ہے
جہاں کہ عالم ضعیفی کے نشیب و فراز مجلسی زندگی کی پیچیدگیوں اور حادثات
سے بچاؤ کی خاطر دولت کا فراہم کرنا ضروری اور لابد ہو گیا ہے۔ ایسے

حالات میں ہماری سوسائٹی میں ہم لوگوں کے آرام اور اعتکاف کے لئے وقت نکالنا بہت مشکل ہو گیا ہے جہاں تک ہمیں علم ہے یہی حالت ٹیوٹن نسل کے لوگوں کی تھی اور یہی اوستقابل روما یونان کی تھی۔ یورپ کی تو آب و ہوا جہاں عرصہ دراز تک سخت سردی پڑتی ہے کئی مقامات پر تو کاشت کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے فرقوں میں باہمی ضد اور مخاصمت کے پیدا ہونے سے تو حفاظتی کا مادہ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ یورپ کی سوسائٹی کے کئی حسن و قبح اس ذریعہ تک بھی لکھے جا سکتے ہیں۔ ہمارے اپنے اخلاق پر تعلیم ضرورت اور پیتر کے سنسکاروں نے ان امور کا اثر ڈال رکھا ہے۔ ہماری زندگی جھگڑالو ہے ہماری زندگی کا اعلیٰ آدرش ہی دن رات لڑائی جھگڑا کرنا ہے۔ ہم اس وقت تک کام کئے جاتے ہیں جب تک کام کرنے کے قابل رہتے ہیں یعنی جب تک کہ موت ہمیں آکر بند نہیں کر دیتی اور اس بات کا فخر کرتے ہیں کہ بوڑھے گھوڑے کی طرح ٹمٹم کے آگے جوئے ہوئے ہی موت کا لقمہ ہوں۔

ہم زمانہ حال کی تہذیب کے اچنبھے دکھلا کر خوش ہوتے ہیں۔ ہمارے عالیشان شہر۔ شاہی سڑکیں۔ پلیں۔ ہمارے جہاز۔ ریلوے۔ تار گھر برقی روشنی تصاویر۔ بت۔ باجے اور ناچ گھر ہم خیال کرتے ہیں کہ ہماری زندگی ان اشیاء کے میسر ہونے سے دنیا میں بڑے آنند میں ہے بعض حالات میں ہم اپنی زندگی ایسی اعلیٰ سمجھتے ہیں کہ اس کے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا لیکن جو سبق کہ ہم کو برہمن یا بدھ مت کے رہبر لگاتار سکھلاتے ہیں یہ ہے کہ یہ زندگی بمنزلہ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں سفر کے ہے دنیا جائے قیام نہیں بلکہ مسافر خانہ ہے۔ جس طرح کہ ایک مسافر کسی گاؤں میں سفر پر جاتا ہے۔ رات کو کھلے میدان میں آرام کرنے کے لئے بسیرا کرتا ہے اور دوسرے دن اٹھ کر پھر اپنی منزل مقصود کی طرف راہی ہوتا ہے۔ ایسا ہی باپ۔ ماں۔ استری اور دھن یہ سب کچھ رات کے بسیرے کی طرح ہیں۔ بدھیان لوگ ہمیشہ ان اشیاء پر دل نہیں لگاتے۔ بجائے اس کے

کہ ہم ہندوؤں کی زندگی کی نسبت ایسے خیالات کو محض حقارت سے ہی دیکھیں ہمیں ایک لمحہ کے لئے یکشیات رہت ہو کر اس پر گمبھیرتا سے وچار کرنا چاہئے کہ آیا ان کی زندگی کی فلاسفی بالکل غلط ہے اور ہماری بالکل صحیح۔ آیا یہ دنیا درحقیقت صرف کام کرنے کے لئے بنی ہے دکیونکہ ہمارے لئے تو خوشی بھی کرم (کام کرنا) سے مبدل ہو گئی ہے اور ہمیشہ اسی ادھیڑ بن میں لگا رہتا ہے یا یہ کہ ہم شمال کے رہنے والے پھرتیلے آریہ لوگ کچھ کم کام اور کچھ تھوڑی خوشی سے مطمئن نہ ہونگے بلکہ تھوڑے سے وچار اور آرام کے ساتھ شانتی نصیب ہوگی۔ چونکہ ہماری زندگی بہت تھوڑی ہے تا ہم اُن برساتی کیڑوں کی طرح دنیا میں نہیں آئے جو مینہ اٹھتے ہی پیدا ہوتے ہیں اور بارش کے خاتمہ پر فنا ہو جاتے ہیں۔ ہم نے اپنے زمانہ سلف اور زمانہ مستقبل کی طرف بھی نگاہ ڈالنی ہے اور یہ ممکن ہے کہ آیندہ زندگی کے چند لمحے گذشتہ زمانہ کی دانائی پر وچار کرنے سے حل ہو جاویں پھر سوال پیدا ہوتا ہے کیوں ہم اپنی نگاہ زمانہ حال کے معاملات پر ہی ڈالے رکھیں کیوں ہم ہمیشہ دولت یا طاقت یا ثروت حاصل کرنے کے لئے گھوڑ دوڑ کریں۔ کیوں ہم کبھی آرام نہ کریں اور پرماتما کا دھیان دا دا نکریں مجھے اس سے انکار نہیں کہ مردانہ ہمت چُپ چاپ بُردباری۔ ہمدردی عامہ اور یورپ کے شہری لوگوں کی ذاتی خوبیاں ایک پہلو ظاہر کرتی ہیں جو کہ اپنی قسمت کا نہایت ہی ضروری پہلو ہے جو ہر ایک انسان نے روے زمین پر سرانجام کرتا ہے لیکن ہماری سرشت کا یقیناً ایک اور پہلو بھی ہے اور اس زندگی کے سفر میں انسان کے لئے قسمت آزمائی کا ایک اور میدان ہے جس کو بالکل نظرانداز نہیں کرنا چاہئے۔ اگر ہم اپنی توجہ مشرق کیطرف بالخصوص ہندوستان کی طرف لگادیں جہاں کہ زندگی ایسی سخت جدوجہد نہیں ہے یا کم از کم زمانہ سلف میں نہیں تھی جہانتک آب وہوا معتدل بلکہ نرم ہے زمین زرخیز ہے جہانتک نباتاتی غذا تھوڑی مقدار میں بھی صحت اور جسمانی طاقت قائم رکھنے کے لئے کافی ہے جہانتک سادہ سے سادہ جھونپڑی بالا

جنگل میں غار دیکھا) سر چھپانے کے لئے کفتی خیال کیجاتی ہے۔ جہانتک سماجک اوستھائے لنڈن یا پیرس جیسی ہیبت ناک صورت اختیار نہیں کی بلکہ دیہاتی برادریوں اور پنچایت کے تنگ دائرہ میں محدود رہی ہے کیا ایسی جگہہ میں قدرتی طور پر اُن کے جیون کا مدعا ایسا ظاہر نہیں ہوتا کہ زندگی کا دوسرا پہلو بھی مضبوط کیا جاوے وہ کونسا پہلو ہے۔ وہ پہلو نہ تو زندگی کی کشمکش۔ تنازعات اور دن رات کاروبار میں لگا رہنا ہے بلکہ سوچ وچار کرنے۔ یوگ ابھیاس اور مراقبہ کا۔ کیا یہہ تعجب کا مقام ہے کہ جن آریہ لوگوں نے سندھ یا گنگا کی گھاٹیوں اور خوشنما میدانوں میں بطور اجنبی کے آکر قدم جمائے وہ زندگی ہمیشہ اتوار یا رخصت کے دن کی طرح سمجھتے رہے ہوں اور یہ خیال کرتے رہے ہوں کہ جبتک زندگی بسر ہو خوشی سے گذرے لیکن دیروزا اس کا خاتمہ ہو جاوے گا۔

ان کو دولت جمع کرنے کی کیا ضرورت تھی کیوں وہ عالیشان محل بناتے کیوں رات دن وہ سخت محنت کرتے۔ روزانہ اپنی جسمانی ضروریات کے لئے سامان بہم پہنچانے کے بعد انہوں نے پہلے سوچا کہ اس اجنبی علاقہ میں جبانتک ہم چلا وطنیوں کی طرح رہائش رکھتے ہیں ہمارا فرض ہے کہ اپنی اندرونی اوستھا کا بھی کچھ وچار کریں اور پھر ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ آیا وہ زندگی کے اسرار کا سچا مطلب بھی سمجھ سکتے تھے۔ ہم بلاشک زندگی کے ایسے خیالات کو وہمی۔ فرضی اور ناقابل عمل کے نام سے پکارتے ہیں لیکن کیا وہ ہمارے زندگی کے خیالات کو کوتہ اندیشی اور ناعاقبت اندیشی پر مبنی نہیں سمجھتے جو کہ آخرکار نہایت ہی ناقابل عمل درآمد ہے کیونکہ ایک زندگی کی خاطر دوامی زندگی کو قربان کرنا پڑتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ دونوں طرف سے یہ غایت درجہ کے خیالات ہیں اور کسی قوم نے ایشیا یا یورپ میں آجتک اس انتہائی درجہ تک خیالات کو اپٹیمو ہتیں کیا۔ ہم ہر وقت جدوجہد میں نہیں لگے ہوئے۔

بسا اوقات آرام۔ شانتی اور سوچ وچار کے لئے وقت نکالتے ہیں نہ ہی زمانہ سلف کے ہندو ہمیشہ اور ہر وقت زندگی کے ادیش پر ہی سوچ وچار میں مشغول رہتے تھے بلکہ حسب ضرورت جنگ کرنے کو خوب تیار ہوتے تھے اور لقیر کلا کوشل کے صبر اور استقلال سے نہایت ہی رذیل قسم کے دستی کام کو ہنر کا کام بنا دیتے تھے جو کہ بنانے والے اور خریدنے والے ہر دو کے لئے آنند دینے والا ہوتا۔

اس لئے میں اب صاف طور پر واضح کرتا ہوں کہ آریہ لوگ جو ہندوستان میں اپنے جیون کا ادیش پورا کرنے آئے تھے ممکن ہے کہ جنگی اوصاف اور دیگر عملی کاموں میں کمزور ہوں اور شمالی آریوں میں یہ اوصاف اس جد و جہد کے باعث بڑھ گئے ہوں جس کے بغیر اُن کے لئے زندہ رہنا مشکل ہوتا لیکن آریہ لوگوں کی زندگی روئے زمین پر محض ناکارہ اور تضیع اوقات نہیں تھی اگرچہ ہم شمالی علاقوں میں ان کی زندگی کی تقلید نہیں کرسکتے لیکن بہر حال ہمیں اُن سے کافی سکھشا مل سکتی ہے اور نیز عبرت حاصل کرسکتے ہیں کہ ہم جیون کے اعلیٰ ادیش کو بالکل تیاگ نہ دیں۔

زمانہ قدیم کا سب سے بڑا فاتح ہندوستان (سکندر اعظم) ہندوستان کے ایک بیراگی کے سامنے چپ چاپ حیرت زدہ ہو کر کھڑا رہا اور افسوس کرتا تھا کہ میں ان کی زبان میں اِن سے بات چیت نہیں کرسکتا اور ان کی دانائی بجز چند مترجمان کے وسیلہ کے میرے تک نہیں پہنچ سکتی مگر آجکل ایسی حالت نہیں ہے سنسکرت اب مشکل زبان نہیں رہی۔ میں ہر ایک نوجوان امیدوار سول سروس کو جو ہندوستان میں جانے والا ہو یقین دلا سکتا ہوں کہ اگر وہ اہل ہند کی دانائی کے سرچشمہ کی طرف جانا چاہتا ہے تو وہاں سے اسے کئی اعلیٰ سبق ملیں گے جو سیکھنے کے قابل ہیں اور جنہیں ہم جلد بازی میں نظر انداز کرتے ہیں یا حقارت سے دیکھتے ہیں۔ میں آپ کو چند اُپدیش سناتا ہوں جو اب تک ہندوستان میں جب کہ دن کی گرمی یا محنت کے بعد بوڑھے اور نوجوان اپنے گاؤں کے درخت

کے سایہ کے نیچے اکٹھے ہوتے ہیں تو وہاں سنائے جاتے ہیں - یہ اُپدیش انہیں بالکل سچے معلوم ہوتے ہیں لیکن مجھے ڈر ہے کہ ہم انہیں شاید پورا پورا سچ نہ خیال کریں - چنانچہ چند نمونے حسب ذیل ہیں -

(۱) جبکہ سب نے زمین کے فرش پر (شمشان بھومی میں) مل کر اکٹھا سونا ہے کیوں بیوقوف لوگ ایک دوسرے کو دُکھ دینا پسند کرتے ہیں -

(۲) - جو آدمی موکھش کا متلاشی ہے وہ ان تکالیف کے سویں حصہ سے پراپت کر سکتا ہے جو کہ بیوقوف آدمی دھن کی پراپتی میں برداشت کرتا ہے

(۳) - غریب آدمی امیروں کی نسبت زیادہ اچھا لذیذ کھانا کھاتے ہیں کیونکہ بھوک ان کے کھانے کو زیادہ ملذذ بنادیتی ہے -

(۴) - ہمارا جسم بمنزلہ کف سمندر ہے ہماری زندگی بمنزلہ پرندکے - ۲ ہماری رفاقت ہمیشہ ان کے ساتھ قائم نہیں رہتی - جنہیں ہم محبت کرتے ہیں - او میرے فرزند اُٹھ تو کیوں سو رہا ہے -

(۵) - جس طرح لکڑی کے دو ٹکڑے سمندر میں آملتے ہیں اور پھر الگ ہو جاتے ہیں ایسا ہی انسانوں کا باہمی سمبندھ ہے -

(۶) - ہمارا ملاپ استری - دوستوں اور رشتہ داروں سے ہمارے سفر پر واقع ہوتا ہے - اس لئے ہر ایک انسان کو معلوم کرنا چاہئے کہ میں کہاں ہوں - میں نے کہاں جانا ہے میں کون ہوں اور کسلئے یہاں ٹھیرا ہوا ہوں اور کیوں دنیوی اشیاء کے واسطے فکر کرتا ہے -

(۷) - کٹمب - استری - بچے ہمارے جسم اور ہماری دولت یہ سب ہم سے جدا ہو جاوینگے یہ ہمارے نہیں ہیں تو پھر ہمارا کیا ہے ہمارے شبھ اشبھ کرم

(۸) - جب تو یہاں سے کوچ کرے گا کوئی تیرا ساتھ نہیں دیگا - صرف تیرے اُتم یا مندے کرم ہی تیرا ساتھ دینگے جہاں کہیں تو جاویگا -

(۹) - خواہ کوئی کام نیک یا بُرا جو انسان کرتا ہے اُسے اس کا پھل اوش بھوگنا پڑتا ہے -

(۱۰) - اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ میرا یہ شریر میرا نہیں ہے اور تمام پرتھوی میری

اور پھر یہ خیال ہو کہ یہ میری وہ تیری ہے تو پھر کوئی نقصان پیدا نہیں ہوتا۔

(۱۱) جس طرح کہ شخص دنیا میں پرانا لباس اتار کر نیا اور مختصر لباس پہنتا ہے
ایسا ہی آتما اپنے اعمال کے بموجب نیا شریر دھارن کرتا ہے۔

(۱۲) ویدک سدھانتوں کے مطابق آتما انت ہے لیکن تمام پرانیوں کا شریر
انت ہے جب جسم ختم ہو جاتا ہے تو آتما ہمارے کرموں کی زنجیروں سے
علیحدہ ہو کسی اور جگہ چلا جاتا ہے

(۱۳ اور ۱۴) آتما کو نہ کوئی ہتھیار کاٹ سکتا ہے نہ آگ جلا سکتی ہے نہ
پانی اسے گلا سکتا ہے نہ ہوا اسے خشک کر سکتی ہے یہ غیر فانی۔ انادی نہ
بدلنے والا اور نہ حرکت والا ہے۔ یہ غیر مادی ہے بدھی کے گیان سے
پرے اور نہ بدلنے والا ہے اگر تم جیو آتما کو اچھی طرح جان لو تو تمام کلیشوں
سے چھوٹ جاؤ گے۔

(۱۵ اور ۱۶) دنیا میں جیو آتما کے گیان کی پراپتی سے کوئی چیز اتم نہیں ہے
تمام پرانی آتما کے شریر پراپت ہونے سے پہلے جو مادہ میں لپٹ کر رہتا ہے۔ اور
امر شدھ پوتر ہے۔

(۱۷)۔ وہ لوگ جو آتما کو اٹل مگر ناپائدار مکان میں رہنے والا مان کر اسکی
پوجا کرتے ہیں وہ امر ہو جاتے ہیں۔ بدھیمان آدمی کو چاہئے کہ تمام اشیاء کو
چھوڑ کر اپنی آتما کے گیان پراپت کرنے کے لئے یتن کرے

ہم اس مضمون کی طرف پھر کسی وقت اپنی توجہ مبذول کریں گے۔
کیونکہ آتما کا یہ گیان درحقیقت ویدانت ہے جو کہ ویدوں کا سب سے
اتم اور اعلیٰ ادیش (پرم دھرم) ہے۔ یونانیوں کا سب سے اعلیٰ اُتم گیان
تھا کہ ہم اپنے تئیں جانیں مگر ہندوستان کا سب سے اعلیٰ گیان یہ ہے کہ
ہم اپنے جیو آتما کا گیان حاصل کریں۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ ہندوؤں کے
آچرن کا وشیش گن مختصر طور پر کیا ہے۔ جیسا کہ میں نے یہاں ظاہر کرنے
کی کوشش کی ہے تو میں کہوں گا کہ یہ مہر اسے اُتم (یعنی ہمیشہ سے برابر
اعلیٰ درجہ کا چلا آیا ہے) جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کا میلان طبع برہم گیان

کی پراپتی کی طرف رہا ہے۔

لیکن با اینہمہ ہندو اس زندگی سے پرے ایک زندگی سمجھتا ہے جس کسی نے ایک دفعہ بھی اس کی طرف نظر کی ہے وہ اس منش کی طرح ہے جس نے سورج کو دیکھا ہو تو جہاں کہیں وہ نظر ڈالتا ہے اسے سوریہ کی تصویر ہی نظر آتی ہے آپ اُس سے محدود اشیاء کا ذکر کریں تو وہ اُسے پیدایش کا دوسرا نام بتلاوے گا۔ آپ اُسے وقت (کال) کی بابت کہیں تو وہ بتلاویگا کہ یہ تو انادی کال (لا محدود وقت) کا سایہ ہے۔ ہمکو ہمارے احساس و دنیا کے طاقتور انجن۔ ہتھیار اور وسائل معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن ایک ہندو کے لئے یہ بھاری بیڑیاں ہیں جو روح کو پرواز کرنے سے روکتی ہیں۔ ہمیں یہ زمین زندگی اور جو کچھ ہم دیکھتے یا سُنتے ہیں یقینی اور اصلی دکھائی دیتے ہیں۔ ہم محسوس کرتے ہیں یہ ہمارا گھر ہے اس کام کو کرنا ہی ہمارا فرض ہے اور اس کام میں ہمیں آنند معلوم ہوتا ہے مگر اس کے لئے یہ زمین ایک ایسی شئے ہے جو پہلے کسی وقت نہیں تھی اور پھر وقت آئیگا کہ نہیں رہے گی یہ زندگی مثل ایک خواب کے ہے جس سے کہ ہم جلدی بیدار ہو جاوینگے یہ مت خیال کریں کہ ایسے آدمی کو صرف وہمی ہیں نہیں ہرگز نہیں۔ اگر ہم دیانتداری سے اس پر وچار کرینگے تو ہمیں ماننا پڑیگا کہ ہمارے اندر بھی کبھی نہ کبھی ایسے خیالات کی ترنگ اٹھتی ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ اہل ہند کی خصلت میں اتم گیان اور سداچار کی پراپتی کے خیال نے اور لوگوں کی نسبت زیادہ اقتدار حاصل کیا۔ لیکن کوئی قوم یا فرد بشر ایسا نہیں ہے کہ جس کے دل میں آیندہ اور زندگی کے بعد کی اعلیٰ خواہش پیدا نہ ہوئی ہو جس کو ہم دوسرے الفاظ میں مذہب کے نام سے پکارتے ہیں تاہم یہ ضروری ہے کہ دہرم اور مذہب کے درمیان امتیاز کیا جاوے جیسا کہ ہم زبان۔ بولی یا کسی زبانوں کے درمیان امتیاز کرتے ہیں۔ ایک آدمی ایک مذہب کو قبول کرتا ہے وہ عیسائی بن جاتا ہے وہ اپنا خاص مذہب وقتاً فوقتاً تبدیل کرتا رہے جیسا کہ وہ مختلف زبانیں بولتا ہے۔ لیکن کسی مذہب

کا پیرو کار ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ دہارمک ہو یعنی دہرم کو ماننے والا ہو اُس نے اپنی زندگی میں کم از کم ایک دفعہ اس دنیا کے افق سے پرے نظر ڈالی ہوگی اور پرماتما کے نظاروں اور چمتکاروں کو اپنے دل میں انوبھو کیا ہوگا جو پھر کبھی اس کی یادداشت سے دور نہ ہوں گے مگر جو آدمی کہ اندریوں کا غلام ہے اُن کی عارضی طاقت یا خوشی کا خیال نہیں کرتا اور اُن کی محسوسات کو عارضی نہیں سمجھتا اس کے اندر دہرم کا انکور پیدا نہیں ہو سکتا۔ جبکہ تمام انسانی علم کی محدود شکتی کو انوبھو کر لیتا ہے تب انسان کا من (دبدہی) اسکو انوبھو کرتا ہے جو محدود سے پرے ہے خواہ اُسے اگوچر۔ اننت۔ قانون قدرت سے پرے یا پرماتما کہیں اس منزل پر قدم رکھنے کے بعد جو مذہب اختیار کیا جاوے سمجھ میں آسکتا ہے یہ مذہب کس قسم کا ہوگا۔ ہر ایک قوم کی خصلت اس کے اردگرد کے تعلقات اور اس کے تاریخی تجربات پر منحصر ہے شاید ہم خیال کریں کہ ہم بہت مذاہب کی بابت واقفیت رکھتے ہیں میرا مطلب قدیم زمانہ کے مذاہب سے ہے جو کہ بعض اوقات قومی یا (قدرتی) ہے نہ ان مذاہب سے جو بعد میں خاص پیغمبروں یا اصلاح کرنے والوں نے اختراع کئے۔ تاہم اُن قدیمی مذاہب میں جو نہایت ہی ضروری بات ہے یعنی ان کی ماہیت۔ اصلیت۔ آغاز اور بتدریج بڑھنا اس سے ہم قطعی ناواقف اور لاعلم ہیں۔ خیال ہے کہ یہودیوں کا مذہب شروع سے مکمل اور پورا ہے اور اس کے اصلی ابتداء اور تاریخی طور پر نشوونما پانے کا حال معلوم کرنا واقعی بڑا مشکل ہے۔

ایسا ہی یونانیوں اور اہل روما کے مذاہب کی اگر پڑتال کریں۔ ٹیوٹن سلیونک اور کلٹ لوگوں کے مذاہب کی طرف نگاہ ڈالیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان کے عروج کا کارنامہ ہماری واقفیت اور ان کو جاننے سے پہلے گزرا ہوا معلوم ہوتا ہے اور جیسے ہم اُن مذاہب کے حالات سے آگاہ ہوئے ہیں۔ تمام اُن کی تبدیلیاں۔ مضامین کی شکل اور صورت میں ہیں لیکن اصلی تبدیلیوں کی منزل سے وہ ہمارے علم سے پہلے کے گزر چکے ہیں۔ آؤ ہم اب

کہ کوئی بات ان میں بعید از عقل نہیں اگرچہ ہم زیادہ صحت کے ساتھ یوں
کہہ سکتے ہیں کہ ان میں کوئی ایسی بات نہیں جو دلیل یا ظنیات عقل سے کے
واقف کار انسانوں کو عجیب معلوم ہو۔ جو لوگ کہ اپنے تئیں انسانی زندگی
کا مطالعہ کرنے والے کہتے ہیں یہ ان کا یقین رہا ہے کہ سب سے ابتدائی
زمانہ کے حالات جاننے کے لئے ہمیں وحشی قوموں کی زندگی کا مطالعہ
کرنا چاہئے جیسا کہ ہمیں ایشیا۔ افریقہ۔ پالن ایشیا اور امریکہ کے کئی
حصوں میں اب بھی دیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ اسمیں بہت کچھ صداقت
ہے اور اُن مشاہدات سے زیادہ مفید کوئی چیز نہیں جو وسٹیٹر۔ ٹیلر اور
لیبک وغیرہ جیسے شائقین کی تصنیفات میں پاتے ہیں۔ لیکن ہمیں
دیانتداری سے کام کرنا چاہئے اور پہلے تسلیم کرنا چاہئے کہ جن وسائل
اور ذریعہ پہ ہم نے انحصار کیا ہے وہ نہایت ہی ناقابل اعتبار ہیں۔
یہی بلکہ ہم اُن وحشی قوموں کے حالات ان کی تاریخ سے آخری باب
کے سوا ہم کیا جانتے ہیں۔ کیا ہم کبھی اُن کے ابتدائی حالات کی طرف اندرونی
نگاہ ڈالتے ہیں۔ کیا ہم سمجھتے ہیں کہ اس ضروری اور معنی خیز سبق کو سیکھنے
کی کوشش کرتے ہیں جو یہ ہے کہ ہم موجودہ حالت کو کس طرح پہنچے۔ وہ
اپنی زبان رکھتے ہیں اور اس زبان میں ان کی ترقی و نشوونما کے آثار
پائے جاتے ہیں جو ہمیں زمانہ سلف کو یاد دلاتے ہیں جیسے کہ ہومر کی
یونانی اور ویدوں کی سنسکرت۔ ان کی زبان ثابت کرتی ہے کہ یہ نام
نہاد بت پرست (یا وحشی لوگ) اُن کی داستانوں کی پیچیدہ ترتیب اُن کے
مصنوعی رواج ان کی نہ سمجھ میں آنے والی وہم یا وحشیانہ خیالات آجکل
کے بنائے ہوئے نہیں ہیں۔ جب تک ہم ان وحشیوں کے لئے خاص قسم
کی پیدائش تسلیم نہ کریں وہ ایسے ہی قدیم زمانہ کے ماننے پڑیں گے جسطرح
کہ ہند و یونانی اور اہل روما اور ہم خود تھا۔ البتہ ہم یہ بات فرض کر سکتے
ہیں کہ ان کی زندگی ایک ہی جگہ پر قائم رہی تھی انہوں نے ترقی اور گیان
کے میدان میں قدم آگے نہ رکھا اور وہ آجکل ایسی حالت میں ہیں جیسی

آج سے تین ہزار برس پہلے ہندو نہیں تھے لیکن یہ محض قیاس ہے اور ان کی زبان کے واقعات سے ہی اس کی تردید ہو جاتی ہے۔ وہ کئی انقلابات سے گزرے ہونگے اور جسے ہم ابتدائی زمانہ خیال کرتے ہیں وہ وحشیانہ زمانہ کے بعد شروع ہوا ہوگا۔ جو ابتدائی حالات میں سنجیدہ اور قابل فہم تھا اس کا بگاڑ ہوگا۔ ذرا ان پابندیوں کی طرف خیال کرو جو ادنے طبقہ کے وحشی قوموں میں شادی کے متعلق پائی جاتی ہیں۔ ان کی پیچیدگیاں ہماری سمجھ سے باہر ہیں تمام قسم کا تعصب۔ توہمات۔ غرور۔ تکبر اور ناواقفیت کا ایک بے ڈھب مجموعہ معلوم ہوتا ہے تاہم ان سب بے سمجھی کی باتوں میں بھی کہیں کہیں عقل کی باتیں ملتی ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ کس طرح عقل کو بے دلیل اور لچر باتوں میں ڈگمگانا پڑا۔ رواج اور رسومات میں تبدیلی آئی سنسکار ایک قسم کی نقل بن گئے۔ پس وحشیانہ زندگی کی یہ حالت ہم کو انسانی زندگی کا نچلا طبقہ دکھلاتی ہے چونکہ تہذیب اور شائستگی کا ابتدا ہے محض اس لئے کہ ہم اس سطح سے پرے کھوج نہیں لگا سکتے۔

میں چاہتا ہوں کہ میری نسبت آپ کو غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ میں ہندوستان کے قدیم علم ادب کے واسطے اس سے زیادہ دعوے نہیں کرتا جتنا کہ میں وحشی قوم کی حکایات زبان زد خلائق روایات اور گیتوں کے لئے سمجھتا ہوں جو ہم آجکل اصلی حالتیں دیکھتے اور پڑھتے ہیں۔ علم انسانی کے مطالعہ کرنے والے کے لئے دونوں قسم کے دستاویزات ضروری ہیں۔ میرا صرف یہ مطلب ہے کہ ویدوں میں ہم ابتدائی زمانہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے ہاٹن ٹاٹ یا خاردار جھاڑیوں میں رہنے والوں کے گیتوں کی نسبت زیادہ عقلی اور عمدہ باتیں پاتے ہیں لیکن جب میں ابتدا کا لفظ استعمال کرتا ہوں تو اس سے بالکل ابتدا یا تمام چیزوں کی ابتدا سے مراد نہیں ہے۔ بارہا یہ سوال پوچھا جاتا ہے کہ آیا ہم یہ بات تسلیم کر سکتے ہیں کہ انسان جوں ہی اپنی پانو کے بل کھڑا ہوا وید منتر گانے لگ پڑا کیسی نے یہ مسئلہ تسلیم نہیں کیا۔ یقیناً ہر ایک شخص جو آنکھ رکھتا ہے دیکھ سکتا ہے کہ

ہر ایک وید منتر اور ان کے شبدوں میں اس قدر حلقے در حلقے موجود ہیں جیسے کہ ایک پرانے درخت میں جو جنگل میں کلہاڑے سے کاٹا ہوا پڑا ہو۔ میں اس سے بھی زیادہ کہنے کو تیار ہوں جیسا کہ آپ نے پہلے کہا ہے اگر ہم یہ مان لیں کہ ویدوں کے منتر حضرت عیسے سے ۵۰۰ یا ۱۰۰۰ برس پہلے کے تیار ہوئے ہیں سمجھ نہیں آتا کہ کس طرح اس قدر ابتدائی زمانہ میں۔ ہندوستان کے خیالات اس قدر اعلیٰ نشوونما پا گئے تھے جو آجکل کے خیالات کے بین بین ہیں۔ میں اس نتیجہ پر پہنچنے سے رُک نہیں سکتا کہ بعض وید منتر جو دس منڈلوں میں جمع ہیں کم از کم ۱۰۰۰ سال قبل عیسوی موجود تھے یعنی بدھ مذہب کے عروج سے پانچسو برس پہلے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ آئندہ کوئی ایسا مصالحہ ہم نہیں پہنچیگا جس سے یہ ثابت نہ ہو کہ وید اس کے بعد تحریر ہوئے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جہاں تک ہمیں اب تک علم ہے جہانتک کہ تمام پکشیات رہت سنسکرت کے عالم لوگ اسوقت تک جانتے ہیں ہم اس قابل نہیں کہ بدھ مذہب کے پہلے کے علم ادب کو ۵۰۰ برس پہلے سے زیادہ تنگ دائرہ میں رکھ سکیں تو پھر اب کیا کرنا چاہیئے۔ ہمیں ابتدائی نسل کے انسانوں کے پہلے سوچے ہوئے خیالات کو کچھ دیر کے لئے بند رکھنا چاہیئے اور اگر ہم کو پتہ لگتا ہے کہ تین ہزار سال پہلے کے لوگ اُن خیالات سے آشنا تھے جو ہمیں عجیب اور انیسوین صدی کے خیالات کے مطابق معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے ہم ابتدائی زمانہ کے وحشیوں کے بارہ میں اپنے خیالات کی کچھ ترمیم کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ بسا اوقات جو امورات کہ داناؤں اور دور اندیشوں سے مخفی رہتے ہیں وہ بچوں پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ بقول سعدی

گاہ باشد کو دکے ناداں ——— بغلط بر ہدف زند تیرے

گاہ باشد زپیر دانشمند ——— بر نیاید درست تدبیرے

اس لئے میرا دعوے ہے کہ انسانی جیون کا مطالعہ کرنے کے لئے یا کم از کم آریہ نسل کے انسانوں کے مطالعہ کرنے کے لئے وید جیسی

ضروری کوئی اور کتاب روئے زمین پر نہیں ہے۔ میرا یہی دعوےٰ ہے کہ ہر ایک انسان کے لئے جسے اپنی بابت کچھ سوچ وچار کرتا ہے۔ اپنے بزرگوں۔ اپنی تواریخ یا اپنی ذہنی نشو ونما کے لئے خیال کرنا چاہتا ہے۔ ویدک علم ادب کا مطالعہ لازمی ہے اور آزادانہ تعلیم کے عنصر کے طور پر بابل اور فارس کے سلاطین کی سلطنتوں بلکہ یہود اور بنی اسرائیل کے بادشاہوں کے کارناموں اور تاریخوں سے بھی زیادہ ضروری ہے یہ بات دیکھ کر تعجب آتا ہے کہ ایسے واقعات کو بڑی کشش و پیچ سے مانا جاتا ہے بالخصوص وہ لوگ جنہیں ایسے واقعات کا معلوم ہونا مبارک ہے۔ میرا مطلب علم انسانی کے مطالعہ کرنے والوں سے ہے۔ بجائے اس کے کہ اپنی تمام طاقت ان دستاویزات کے مطالعہ کی طرف مبذول کریں جو ہمیں بطور معجزہ کے دستیاب ہوئے ہیں وہ صرف حیلہ سازی اور بہانہ بازی کرتے ہیں کہ ان کے پڑھنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ یہ کبھی خیال نہ کریں کہ چونکہ رگوید کے انگریزی۔ فرانسیسی اور جرمنی زبان میں کئی ترجمے ہو چکے ہیں اس لئے جو کچھ کہ ہم ویدوں سے سیکھنا گرہن کر سکتے ہیں وہ سب کچھ معلوم ہو چکی ہے ہرگز نہیں ہنوز دلی دور است۔ ہر ایک ترجمہ آزمائشی طور پر پیش کیا گیا ہے جسے میں مکھی پر مکھی مارنا یا قیاسی کہہ سکتا ہوں۔ جو کہ ۱۲ منڈلوں کا ہے ایک با ترتیب مکھی پر مکھی مارنا ہے۔ ہم تو ابھی ویدک علم ادب کی سطح کے اوپر اوپر پھرتے ہیں اور باایں ہمہ ہمارے نکتہ چین اصحاب دلیل بازی کرنے کو تیار ہیں اور کہتے ہیں کہ ویدوں سے ہمیں انسان کی ابتدائی حالت کا کچھ مصالحہ نہیں ملتا۔ اگر ان کی مراد ابتدائی حالت سے وہ حالت ہے جو کہ بالکل آغاز دنیا میں تھی تب تو وہ لوگ اُس چیز کے خواہشمند ہیں جو اُنہیں کبھی بھی دستیاب نہیں ہو سکتی خواہ آدم اور حوا کی ذاتی خط و کتابت بھی ہمیں ہے دستیاب کیوں نہ ہو جاوے۔ لیکن ہم ابتدائی حالت سے مراد ابتدائی حالت لیتے ہیں جس کی بابت ہم حالات کے موافق کچھ واقفیت حاصل کرنے کی امید کر سکتے ہیں جو کچھ کہ زبان کے محقق اسنوز اور تمام آریہ نسل کی زبانوں

کے مشترکہ خزانوں کے دفاتر میں جو کچھ پڑا ہے اور نیز جس کے غیر مشتق کلمات میں ہر ایک لفظ مرکب کیا ہوا ہے - دنیا میں کوئی علمی یادگار سوائے رگ وید کے نہیں ہے جو ایسا راستی پسند علم لسانی کے ماہر یا فلسفہ لسانی کے مطالعہ کرنے والے طالب علم کے لئے اعلیٰ سبق ہے

اعتراضات اور اُن کے جواب

یہ سچ ہے کہ ایسا اوقات مناظرہ بجائے مفید پڑنے کے زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے تمام فہمی قوائے میں سے سب سے خراب کو بڑھاتا ہے اکثر اوقات تو دیانتداری کے دائرہ سے باہر جا پڑتا ہے اور عوام الناس کو زیادہ گھبراہٹ میں ڈالتا ہے - عام مشہور ہے کہ کوئی ہشیار وکیل ایسا مقدمہ لینے سے بھی انکار نہیں کرے گا جس میں اس کو یہ ثابت کرنا پڑے کہ زمین تمام دنیا کا مرکز ہے اور انگریزی جیوری کے ہوتے بھی جس کیلئے میرے دلمیں کمال عزت ہے گلیلیو کے برخلاف فتوے حاصل کرنا چنداں مشکل نہیں ہے - مجھے اس سے انکار نہیں کہ صداقت میں ایک طاقت اور جان ہے جو انجام کار غالب آتی ہے اور تمام مخالفت کو عبور کر جاتی ہے جیسا کہ گلیلیو کے مسائل سے ہی ظاہر ہے جو اس وقت سینکڑوں اور ہزاروں آدمی مانتے ہیں جو نہایت ہی مشکل معلوم کرتے ہیں کہ ایک دلیل بھی اس کے حق میں پیش کر سکیں - میں بھی تسلیم کرنے کو تیار ہوں کہ جن لوگوں نے بہت اعلیٰ درجہ کے کام کئے ہیں اور علمی ترقی اور صداقت کے

پھیلانے کے لئے کوشاں رہے ہیں وہ اپنے وقت کو فضول جھگڑوں میں
ضائع نہیں کرتے بلکہ سیدھا آگے بڑھتے رہتے ہیں اور انہوں نے لوگوں کی
تحسین یا دوسری طرف سے تفریق کی مطلق پروا نہیں کی۔ یہ
سب کچھ سچ ہے لیکن بایں ہمہ مجھے ایک تقریر محض ان اعتراضات کے
جواب میں کرنی پڑی ہے جو ان خیالات کے برخلاف اٹھائے گئے ہیں
جو میں نے ویدک علم ادب کی تاریخ ضرورت اور فضیلت کے بارہ میں
تحریر کئے ہیں۔ ہمیں بھولنا نہیں چاہئے کہ سچے محققین کے لئے لائق
نکتہ چینوں کی تعداد بہت کم ہے اور غلطیوں کا ہونا نہ صرف ممکنات
سے بلکہ لازمی ہے۔ غلطیاں اکثر ہوا کرتی ہیں لیکن وہ اکثر اوقات کی غلطیاں
بھی سبق آموز ہوا کرتی ہیں۔ صداقت کے دریافت کے لئے بسا اوقات
قریباً ضروری طور پر کچھ لینا پڑتا ہے۔ بعض ایسی نکتہ چینیاں ہوا کرتی
ہیں جن کو اگر نظرانداز کیا جاوے تو کچھ حرج نہیں بشرطیکہ نکتہ چینی
بدنیتی یا کمینہ خیال سے محض نکتہ چینی کی خاطر کی جاوے۔ لیکن کئی
دفعہ شکوک اور مشکلات ہوا کرتی ہیں جو قدرتاً پیدا ہوتی ہیں اعتراض
جنکو سننا ہمارا فرض ہے اور جن کا رفع کرنا صداقت کے قلعہ کے نزدیک
پہنچنے کے لئے اشد ضروری ہے یہ اصول کبھی اس قدر زور سے نہیں
تسلیم کیا گیا اور نہ عمل درآمد ہوا ہے جیسے کہ ہندوستان کے علم ادب
میں خواہ کوئی مضمون شروع کیا جاوے قاعدہ یہ ہے کہ بحث
پوروپکش کے ساتھ شروع کی جاوے یعنی جو کچھ خاص رائے یا
خیال کے برخلاف کہا جا سکتا ہے کہا جاوے۔ ہر ایک اعتراض جو
کیا جا سکتا ہے مبارک ہے بشرطیکہ وہ فضول اور لچر نہ ہو اس کے
بعد اُتّرپکش شروع ہوتا ہے یعنی اصل رائے کے حق میں اور اعتراضوں
کے جواب میں کہا جاوے۔ جب اس طریق پر پورا عمل کیا جاوے تب
پورا نتیجہ نکلے اُسے سدھانت یا مسلم رائے کہتے ہیں

اس لئے ویدوں کے صفحات کو کھولنے سے پہلے اور نیز قبل اس کے

کریں آپ کو قدیم ہندوؤں کے فلسفہ مذہب اور شعر پردازی کا مفصل حال بتلاؤں مجھے مناسب سمجھا ہے کہ سب سے پہلے چند اصول موضوع قائم کروں جن کے بغیر ویدمنتروں کی تاریخی منزلت اور اہمیت کا ٹھیک اندازہ لگانا ہمارے لئے بہت مشکل ہے کیونکہ ہم ان ابتدائی زمانہ کے رشیوں سے بڑے دور دراز فاصلہ پر ہیں - پہلا اصول موضوعہ بالکل ابتدائی ہے یعنی ہندو زمانہ سلف اور زمانہ حال میں ایک ایسی قوم ہے جو ہماری دلچسپی اور ہمدردی کی مستحق ہے ہمارے اعتبار کے لائق ہے اور اُن الزام کی مستوجب ہرگز نہیں ہے جو سخت بے پرواہی سے انپر لگایا جاتا یعنی وہ جھوٹ بولنے کے عادی ہیں

(۲) - ہندوستان کا قدیم علم ادب صرف ایک عجوبہ کے طور پر خیال نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی مشرقی علماء کے خوش رائے پر ہی اُسے چھوڑ دیا جاوے بلکہ بلحاظ زبان کے علم سنسکرت اور بلحاظ قدیمی علمی دستاویزات ہونے کے وید ہمیں وہ سکھشادیتے ہیں جو ہمیں اور کہیں سے نہیں ملسکتی۔ مثلاً ہماری اپنی زبان کی ابتدا ہمارے اپنے شبدوں کی ابتدائی بناوٹ اور اس میں تہذیب کے تمام سچے بیج (جوہر) بکھرے پڑے ہیں - یا کم از کم آریہ نسل کی تہذیب کے اصل اصول پائے جاتے ہیں - جس کی ہم سب ایرانی - ہندو - یونانی - اہل روما - سلیو - کلٹ اور ٹیوٹن اولاد ہیں - ہوسکتا ہے کہ ایک آدمی اچھا اور مفید ہل چلانے والا ہو جو علم طبقات ارضی سے نابلد ہو اور نہ ہی اُس تختہ زمین کی ماہیت جانتا ہو جس پر وہ کھڑا ہو کر اپنا کام کرتا ہے۔ ہل چلاتا ہے اور اس سے خوراک حاصل کرتا ہے ۔ ایسا ہی ہوسکتا ہے کہ ایک انسان بغیر مورخ ہونے کے اچھا کاریگر اور مفید شہری ہو - بغیر لسانیات کے علم کے کہ یہ دنیا کسطرح بنی جس میں کہ وہ اقامت پذیر ہے اور انسان کو زبان - مذہب اور فلسفہ کے لحاظ سے کس قدر مختلف منازل سے گزرنا پڑا -

لیکن ان لوگوں کی خود رائے کا ہونا ضروری ہے جو ہماری تمام عمدہ

اشیاء کو نہ صرف نارمن کانونٹ یا سکنڈ نیویا کے بادشاہ یا سکس اسل تک پہنچاتے ہیں بلکہ نہایت ہی قدیمی آباو اجداد اور مربیان تک پہنچاتے ہیں جنہوں نے ہزاروں سال پہلے ہماری خاطر خون کو پسینہ بناکر کام کیا اور جن کے بغیر ہم کبھی موجودہ حالت میں نہ ہوتے جو ہمارے تمام آریا نسل کے آبا و اجداد تھے ہمارے الفاظ کے موجد ہمارے خیالات کے سب سے پہلے شاعر ہمارے قانون کے پہلے بنانے والے ہمارے دیوتاؤں اور اور پرماتما کی طرف سے پہلے پیغمبر تھے اُن لوگوں کے اقتدار یا خودرائے کو جو لوگ جانتے ہیں بلا بہانے کی کوشش کرتے ہیں ان سب پر ظاہر ہے جو زمانہ سلف کے واسطے کچھ محسوس کرتے ہیں جو ہمارے خیالات کے ابتدائی حالات معلوم کرنے میں کچھ دلچسپی رکھتے ہیں اور ہماری ذہنی و دماغی بزرگوں کی طاقت کے لئے کچھ عزت کرتے ہیں جو درحقیقت سچے مورخ ہیں اُن امور میں سچی تحقیقات کرنے والے ہیں جو کہ زمانہ سلف کے متعلق موجود ہیں

(۲۰) - میں آپ کو بیان کر چکا ہوں کہ کیوں ہندوستان کا قدیمی علم ادب اس ملک کا درحقیقی قدیمی علم ادب یعنی ویدوں کے زمانہ کا علم ادب ہر ایک کے لئے ہر ایک مرد و عورت تعلیم یافتہ کے لئے جو اس بات کے جاننے کی خواہش رکھتا ہو کہ کس طرح ہم انگلستان میں اور انیسویں صدی میں موجودہ حالت کو پہنچے ہیں گہری توجہ کا محتاج ہے اور کہ خالی مشرق کے عالموں کیلئے ہی اس کا پڑھنا کافی نہیں - میں نے آپ کو اس بات کے جتلانے کی کوشش کی ہے کہ ہندوستان اور یورپ کی سرزمین کے مختلف آب و ہوا میں انسانی خصائل کی ترقی میں قدرتی اور لازمی طور پر بڑا بھاری فرق ہے اس بات کو مانتے ہوئے کہ ہندو کئی مردانہ خصائل اور عملی ہنروں میں نامکمل تھے جن کی ہم اعلیٰ قدر کرتے ہیں میں نے ساتھ ہی یہ دکھلانے کی کوشش کی ہے کہ دماغی دنیا کے دوسرے صیغہ میں ہندو سب کو سبقت لے گئے تھے یعنی یوگ ابھیاس اور اعلیٰ چلن میں ہم

ان سے اپنی زندگی میں کئی ایسی اُتم شکشائیں حاصل کر سکتے ہیں - جن کو ہم
نظر انداز کر دیتے ہیں یا اُن سے نفرت کرتے ہیں۔

(۳) اس بات کا اندیشہ کیا جا سکتا ہے کہ ہم نے ویدک ہندوؤں کی
فلسفہ - مذہب اور زمانہ سلف کی دانائی کو مبالغہ آمیز الفاظ میں ظاہر
کیا ہے۔ یہ بتلانا ہی اپنا غرض مقصد سمجھتا ہوں کہ ویدک دھرم اگرچہ
ابتدائی دھرم ہے لیکن علم انسان کی حقیقت میں ایسا ابتدائی نہیں ہے
جیسا کہ ان انسانوں کے اعتقاد ہوتے ہوں جو سب سے پہلے
زمین سے پیدا ہوئے اور ابھی ابھی دنیا میں پہلے پہل حیرت زدہ ہو کر
ادھر ادھر گھومتے پھرتے تھے۔ وید ابتدائی زمانہ کی کتب کہی جا سکتی
ہیں کیونکہ ان سے پہلے کا کوئی تحریری دستاویز روئے زمین پر نہیں ملتا۔
لیکن جو زبان - مذہب، فلسفہ اور داستانیں ویدوں میں پائے جاتے
ہیں زمانہ سلف کے ان مخفی گوشوں کو منکشف کرتے ہیں جن کو کوئی
انسان خیالوں میں لانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

جہاں ویدوں کے اندر سیدھے سادھے قدرتی اور بچوں والے خیالات
ملتے ہیں وہاں ان میں کئی ایسے خیالات بھی ہیں جو زمانہ حال کے معلوم ہوتے
ہیں یا دوسروں سے ہو کر ہم تک پہنچے ہوئے یا تیسرے درجہ پر ہمارے
پاس پہنچے ہوں۔ لیکن تمام دیگر تحریری دستاویزات سے زیادہ قدیمی ہیں
اور انسانی خیالات کی تاریخ میں ایسے نئے ہی واقعات بتلاتے
ہیں جن کے بارہ میں ویدوں سے معلوم ہونے سے پہلے ہمیں قطعی لاعلمی
تھی۔ لیکن باوجود اس کے ابھی تک فیصلہ نہیں ہے اور اعتراضات ویدوں
کے متعلق ان کے تاریخی دستاویزات ہونے کے بارہ میں اٹھائے گئے
ہیں۔ ان میں سے بعض تو نہایت ہی بیہودہ ہیں کئی دفعہ میں نے بھی ان
میں حصہ لیا ہے بعض اعتراضات کچھ نہ کچھ سچ ضرور ہیں اور ہمیں اس
بنیاد کے اندازہ لگانے کا موقعہ دیتے ہیں جس پر ہم کھڑے ہیں۔

ویدوں کو تاریخی دستاویز سمجھنے کے بارہ میں ایک اعتراض یہ ہے

کہ وید اپنی نوعیت کے لحاظ سے سچے معنوں میں قومی لٹریچر نہیں ہیں۔
وید ہندوستان کی تمام آبادی کے خیالات کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ ایک قلیل
تعداد ان لوگوں کے کام کرتے ہیں جو بلحاظ پیشہ کے برہمن کا کام کرتے ہیں۔
(جواب) ۔ اعتراضات کو ان سوالوں سے الگ نہیں رکھنا چاہئے جو
بلحاظ حالات کے بے وجہ معلوم ہوں۔ کیا انہوں نے یقین کر لیا کہ انجیل
تمام یہودیوں یا ہومر تمام یونانیوں کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ اسی
طرح وید بھی ہندوستان کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ اسمیں شک نہیں
کہ جب عہد نامہ عتیق متبرک کتب کے نام سے فراہم کیا گیا تھا۔ اس
وقت یہودیوں کی کثیر التعداد انہیں جانتی تھی لیکن جب ہم یہودیوں کی
ابتدائی حالت کے بارہ میں ذکر کرتے ہیں ان کے اخلاق اُن کی ذہنی
اور مذہبی حالت کا بیان کرتے ہیں جبکہ وہ میسوپوٹیمیا۔ کنعان یا مصر
میں تھے۔ ہمیں پتہ لگتا ہے کہ پرانا عہد نامہ ہمیں تمام یہودیوں کی نسل
کے بارہ میں اس قدر کم علم دیتا ہے جیسا کہ ہومر کی نظم یونانی قوموں کی
بابت یا وید منتر ہندوستان کے تمام باشندوں کے بارہ میں۔ یقیناً بلکہ جب
ہم اہل روما و یونانیوں کی تاریخ کے بارہ میں ذکر کرتے ہیں ہم جانتے ہیں
کہ ہمیں وہاں تمام قوم کی مذہبی۔ ذہنی اور مجلسی حالت کی تصویر نہیں ملتی۔
کسی قوم کی دماغی اور اخلاقی زندگی کا مکمل طور پر حال معلوم کرنا بہت
مشکل ہے۔ چنانچہ وسطی زمانہ میں بلکہ آجکل بھی قریباً ایسا ہی دشوار ہے
جیسا کہ زمانہ سلف میں تھا۔ ممکن ہے کہ ہم جرنیلوں۔ کمانیر افواج کے کچھ
حالات معلوم کر لیں لیکن دوسرے لاکھوں آدمیوں کی نسبت ہمیں کچھ
واقفیت نہیں ہو سکتی۔ جو کچھ کہ ہم بادشاہوں۔ جرنیلوں یا وزیروں کے
حالات جانتے ہیں وہ یونانی شاعروں یا یہودی پیغمبروں کے ظاہر کردہ
خیالات کا اخذ ہیں۔ اس سے زیادہ ہمیں کچھ علم نہیں ہے۔ یہ لوگ اپنے
ہمعصروں میں فی دس لاکھ ایک ہونگے۔ لیکن البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ
اگرچہ لکھنے والے تو قلیل تھے مگر پڑھنے والے بہت تھے۔ یہ حالت بھی

نہیں ہے۔ میرے خیال میں تو آجکل بھی پڑھنے والوں کی تعداد قلیل ہے
حالانکہ زمانہ سلف میں تو پڑھنے کا دروازہ ہر ایک بشر پر کھلا ہوا نہیں تھا
ہاں البتہ ضیافتوں۔ میلوں۔ مجلسوں۔ سنسکاروں اور ناچگاہوں میں سُننے
والوں کی تعداد تو کثیر ہوگی لیکن ہماری اصطلاح میں پڑھنے کا شائقین ہونا
یہ زمانہ حال کی اختراع ہے جس طرح آجکل پڑھنے کا شوق ہے زمانہ سلف
میں مطلق نہ تھا اگر آپ کتب کے شائع کرنے والوں سے دریافت کرتے کہ
مکالے کی تاریخ انگلینڈ۔ شاہزادہ کنسرٹ کی سوانحعمری۔ ڈارون کی
کتاب اوریجن آف سپیشیز کی کس قدر جلدیں فروخت ہوئیں تو آپ کو پتہ
لگ جاوے گا کہ ۳ کروڑ ۰۰ ۳ لاکھ کی آبادی میں دس لاکھ کے پاس بھی
ایک کتاب مشکل سے ہوگی۔ سب سے زیادہ بکری عہدنامہ جدید کی بتلائی
جاتی ہے جو ۶ کروڑ آدمیوں میں سے ۶۰ لاکھ آدمیوں کے پاس بتلائی
جاتی ہے۔ موسمی کتابوں میں سے جن کی بڑی کامیابی سمجھی جاتی ہے تین
چار ہزار کاپیوں کا بکنا تسلی بخش خیال کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن اگر آپ
دوسرے ملکوں مثلاً روس کی حالت کو دیکھیں تو آپ کو ظاہر ہو جاویگا
کہ کتابوں کو مکمل کہ فاسقانہ پڑھنا بہت دشوار ہے کیونکہ وہاں بہت ہی
قلیل التعداد لوگ کتب کو پڑھتے ہیں۔ اگر ہم اپنے خیالات کے توسن
کو یونان۔ اٹلی۔ ایران یا بابل کی طرف موڑ لیں تو پتہ لگے گا کہ سوائے
ہومر کی نظم کے کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جو چند ہزار لوگوں نے پڑھی یا
سنی ہو ہم اہل یونان و روما کو عالم لوگ کہتے ہیں درحقیقت وہ عالم تھے
لیکن انکی حالت موجودہ زمانہ کے عالموں سے بالکل مختلف تھی۔ یونانی
اور اہل روما سے مراد ہم امیرزاد اور روم کے شہری باشندوں سے لیتے
ہیں انہی میں افلاطون کا مکالمہ یا ہارس کے خطوط پڑھنے والے بہت
آدمی ہوا کرتے تھے۔ تو اریخ ہمیشہ قلیل آدمیوں کے گذشتہ حالات و
واقعات کا مجموعہ ہوا کرتی ہے لاکھوں اور کروڑوں آدمی دنیا میں آتے
ہیں اور بلا کسی کی توجہ کے چلے جاتے ہیں۔ صرف قلیل آدمی جنھوں نے

اپنے خیالات اور کلام کو خوبصورتی کے ساتھ ظاہر کیا وہ زمانہ سلف کے
آدمیوں کے شاہد رہ جاتے ہیں۔ جب ہم عرصہ دراز کا ذکر کرتے ہیں جس کا
ذکر رگ وید میں پایا جاتا ہے اور پھر اپنے ملک کا جو آج سے ۳ ہزار برس
پہلے جدا جدا ٹکڑے ہوا ہوا تھا تو لازماً ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ جو کچھ ہمیں
وید منتروں میں ملتا ہے وہ بمنزلہ برف سے ڈھپی ہوئی چوٹیوں کے ہے
جو کہ بڑی دور سے دکھائی دیتی ہیں اور قوم کے اس پہاڑی سلسلہ کے
نشانات کا پتہ دیتی ہیں جو کہ تاریخ کے افق سے پرے بالکل مفقود
نظر آتا ہے جب ہم کہتے ہیں کہ وید منتر آج سے ۳۰۰۰ سال پہلے
کے ہندوستان کے رواجوں۔ خیالات اور مذہب کو ظاہر کرتے ہیں تو
ہمارا مطلب صرف ان چند نامعلوم ہندوستانیوں سے ہوتا ہے۔ جن کی
طرف سے رشی لوگ گویا بطور وکیل یا تذکرہ کرنے والے کے رہ گئے
ہیں جبکہ ہم آجکل ہندوستان کا نام لیتے ہیں تو اس سے مراد وہ ۲۵ کروڑ
ہندوستانی ہیں جو دنیا کی آبادی کا ۱/۶ حصہ ہیں جو ہمالیہ سے لے کر راس
کماری تک گنگا اور سندھ کے کناروں پر آباد ہیں جو کہ یورپ کے برابر
وسیع ملک ہے۔ ویدوں میں قدیمی راجوں اور رشیوں کے حالات زیادہ
تر سندھ کی گھاٹیوں اور پنجاب کے زرخیز میدانوں میں پائے جاتے ہیں
جن کو اب سپت سندھو کہتے ہیں۔ جس زمین کو اب دریائے گنگا سیراب
کرتا ہے اس کا ذکر تو شاذ و نادر ہی کہیں پایا جاتا ہے دکن کا کل علاقہ
اس زمانہ کے آریوں کو بالکل معلوم نہیں تھا۔ جبکہ کہا جاتا ہے کہ یہ وید
منتر چند برہمنوں نے اپنا دماغ چراغ کے تلے خرچ کرکے تیار کئے اور تمام
قوم کی دماغی اختراع کا نتیجہ نہیں ہیں تو اس سے کیا مطلب ہے۔ بلا
شک ہم ان قدیمی زمانہ کے رشیوں کو پوجاری (کاہن) کہہ سکتے ہیں
کیونکہ ان کی نظم میں نہ صرف مذہبی۔ داستانی اور فلسفہ کے خیالات
بھرپور ہیں بلکہ یگیوں اور سنسکاروں کا بھی عام طور پر دھیان ہے۔ مگر
کاہن پر بھی بزرگ خاندان کہلاتا ہے۔ اس لئے رشیوں کا حق تھا کہ وہ

تمام فرقہ یا گاؤں کی طرف سے اپنے خیالات کا اظہار کریں جنہیں کہ وہ بود و باش
رکھتے تھے آپ بشسٹ کو بیشک ایک اچاریہ کہیں اگر اس کی حیثیت اپنی
قوم میں کارڈینل مننگ جیسی نہیں ہے۔ ان دلائل اور قصہ جات کو چھوڑ کر
اب ہم نے اس امر پر غور کرنا ہے کہ رگ وید میں چند ایسے منتر ہیں جو
مکمل زبان اور اعلیٰ نظم میں لکھے ہوئے ہیں جن میں دیوتاؤں اور آدمیوں
کا ذکر پایا جاتا ہے۔ یگوں اور لڑائیوں کے تذکرے موجود ہیں۔ مجلسی
حالت کے تغیرات اور اصلیت کے حالات موجود ہیں۔ فرائض اور خوشی
فلسفہ اور اخلاق کے نظارے اور بامعنی آوازیں جو ہمیں بہت دور سے
سنائی دیتی ہیں یہ سب کچھ ویدوں میں موجود ہیں۔ بجائے اس کے کہ ہم
ایسی حیرت انگیز دریافت پر خوشی کے مارے جامہ میں پھولے نہ سماویں
بعض نکتہ چین اصحاب کہتے ہیں کہ چونکہ ان گیتوں میں انسان کی ابتدائی
حالت کا مفصل پتہ نہیں چلتا جس طرح کہ وہ چاہتے ہیں اس لئے وہ
انہیں ناقص سمجھتے ہیں اور نامکمل خیال کرتے ہیں۔

میں ایک دفعہ پھر زور سے کہتا ہوں کہ اگر ہم ابتدا سے مراد ان لوگوں
سے لیتے ہیں جو برفانی زمانہ کے اختتام پر فوراً ہی روئے زمین پر آباد ہوئے
تب تو ویدک رشی یقیناً ابتدائی نہیں ہو سکتے لیکن اگر ہم اُن سے مراد
اُن باشندوں سے لیتے ہیں جنہیں آگ کی ودیا نہیں تھی جو کھردرے
پتھر استعمال کرتے تھے۔ کچا گوشت کھاتے تھے تو ویدوں کے رشی ابتدائی
زمانہ کے نہیں تھے۔ اگر ہم ابتدائی باشندوں سے مراد وہ لوگ سمجھتے ہیں
جو زمین کی کاشت کرنا نہیں جانتے تھے کوئی مستقل سکونت نہیں رکھتے
تھے نہ کوئی اپنا راجہ رکھتے تھے نہ قربانیاں کرتے تھے نہ کوئی قانون رکھتے
تھے تو میں کہوں گا کہ ویدوں کے رشی ابتدائی زمانہ کے نہ تھے۔ لیکن اگر ہم
ابتدائی زمانہ کے لوگوں سے مراد اُن لوگوں سے لیں جو آریہ نسل میں سے پہلے
روئے زمین پر اپنی ہستی کے علمی نشانات چھوڑ گئے ہیں تب میں کہوں گا
کہ ویدوں کے رشی ابتدائی زمانہ کے تھے ویدک زبان سب سے ابتدائی زبان

ہے اور ویدک دہرم سب سے ابتدائی دہرم ہے اور بہ حیثیت مجموعی اُن سے زیادہ پہلے کا جو ہماری نسل کی تمام تاریخ میں ہم حاصل کرنے کے قابل ہوسکتے ہیں۔ جب یہ تمام اعتراضات رفع ہو چکے تو اب آخری گوشہ یہ چھوڑا گیا کہ زمانہ سلف کی ویدک نظم میں غیر اقوام یا کم از کم سمٹک لوگوں کے آثار و ملاوٹ پائے جاتے ہیں۔ ہمیشہ سنسکرت کے فاضل علم ادب کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ظاہر کرتے رہے ہیں کہ نہ صرف دہارمک خیالات کی ابتدائی جھلک ویدوں سے ظہور میں آئی ہے بلکہ صرف ویدک مت ہی ہے جس کی ترقی بغیر کسی قسم کے خارجی آثار کے واقعہ ہوئی ہے اور دوسرے مذاہب کی نسبت کئی صدیوں تک اٹلی اور یونان کے اثرات اور ملاوٹ کا امتیاز کرنا کیسا دشوار ہے۔ اٹروسین اور فنشیا کے اثرات کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اہل یونان کے مذہب میں یہ معلوم کرنا بڑا مشکل ہے کہ اس کا اپنا خالص کیا کچھ ہے اور مصر۔ فنشیا اور ستھیا قوم سے اسمیں کیا کچھ شامل کیا گیا ہے یا خیالات کی بیرونی کرنوں سے اسمیں کسی قدر رنگت کی آمیزش ہے بلکہ یہودیوں کے مذہب میں بھی بابل فنشیا اور ایرانی آثار پائے جاتے ہیں اور جس قدر کہ ہم نئی روشنی میں آگے قدم رکھتے ہیں خیالات کا ملاپ زیادہ وسیع ہوتا جاتا ہے اور زیادہ مشکل معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک قوم نے دنیا کی مشترکہ ذہنی لہر میں کسی قدر حصہ اپنا شامل کیا ہے۔ لیکن کیول ہندوستان ہی ہے یا ویدوں کے زمانہ کا آریہ ورت ہی ہے چنانچہ دہرم اور زبان کا پرکش بھارت ورش ہی کی زمین پر پیدا ہوا وہاں ہی بڑھا اور وہاں کی آب ہوا سے اس نے پرورش پائی ہے۔ چونکہ ویدوں کا دہرم تمام بیرونی آفات۔ حوادث اور آثار سے بالکل محفوظ رہا ہے اس لئے اس میں اس قسم کی سکھشائیں موجود ہیں جو کہ دہرم کا گیا سو اور کہیں سے حاصل نہیں کر سکتا۔ ویدوں کے نکتہ چین کہتے ہیں کہ وید منتروں میں اہل بابل کے اثرات کا پتہ لگتا ہے۔ میں مفصل طور پر اس کا جواب دوں گا کیونکہ یہ بڑا ضروری اعتراض

ہے (رگوید منڈل ۸ شلوک ۷۸۔ منتر ۲) جس کا یہ ترجمہ ہے۔

اے اندر ہمیں تو چمکیلے بھوشن۔ گئو۔ گھوڑا۔ زیور اور سنہری من عطا کر۔ وہ سنہری من کیا ہے یہ شبد سوائے اس موقعہ کے پھر کہیں وید منتروں میں نہیں پایا جاتا۔ ویدوں کے محقق اسے من سے تعبیر کرتے ہیں جو سلاطینی میں منا اہل فنشیا میں مناہ کہلاتا ہے جو کہ ایک وزن کا پیمانہ ہے جو کہ اب بھی برٹش عجائب گھر میں بابل اور نینوہ سے لائے ہوئے خزانوں میں پایا جاتا ہے۔ اگر یہ ٹھیک ہے تو پھر یہ ایک بڑی زبردست شہادت ہے کہ بابل اور ہندوستان کے درمیان نہایت ہی قدیم زمانہ میں تجارتی سلسلہ جاری تھا اگرچہ اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ ہندوستان کے خیالات پر سطک لوگوں کا کچھ اثر پایا جاتا تھا اگر ہم सं काम नाम हिरन का ترجمہ سونے کے منا سے کرتے ہیں تو گویا "مناہرنیہ" پانچویں وبھکتی بن آوے گا لیکن شبد پانچویں وبھکتی کے ساتھ نہیں آسکتا اس لئے یہ ترجمہ بالکل غلط ہے اگرچہ یہ فقرہ بہت مشکل ہے۔ کیونکہ رگ وید میں یہ لفظ پھر کہیں نہیں پایا جاتا۔ میری رائے میں مناہرنیہ دو بچن ہے اور ترجمہ یوں ہوگا" ہمیں دو سنہری بازو بند دیجئے! پس یہ فرض کر لینا کہ ویدک رشیوں نے صرف یہی ایک لفظ اہل بابل سے حاصل کیا تو اریخی اصول و قواعد کے برخلاف ہے "لفظ" من تمام سنسکرت علم ادب میں کسی اور مقام پر نہیں آیا ہے نہ کوئی اور بابل کا وزنی پیمانہ تمام سنسکرت زبان میں پایا جاتا ہے اور یہ بھی اغلب نہیں ہے کہ ایک رشی جو گائے گھوڑا وغیرہ کے لئے پرماتما سے پرارتھنا کرتا ہے اس منتر میں غیر ملک کے سونے کے وزن کے لئے پرارتھنا کرے۔

(اعتراض) لیکن صرف یہی ایک لفظ نہیں ہے جو اہل ہند نے بابل سے لیا ہو۔ نکشتر جو ہندوستان میں چاند کی ۲۷ منزلیں تصور کی جاتی ہیں وہ بھی بابل سے آئی ہیں۔

(جواب) بابل کے نکشتر (بروج) شمسی تھے اور اگرچہ بارہا کوشش کی گئی مگر وہاں قمری منازل کا کوئی پتہ گلزاری خط کے کتبوں میں بھی نہیں پایا جاتا۔ اگر فرض کریں کہ چاند کی راسیں اور نکشتر اہل بابل کو معلوم تھے۔ کوئی بھی انسان جسے ذرا بھی ویدک علم ادب یا ویدک سنسکاروں یاگیوں سے واقفیت ہے یقین نہیں کرےگا کہ آسمان کی یہ سادہ تقسیم ہندوؤں نے اہل بابل سے لی ہو۔ یہ عام مشہور ہے کہ ویدوں میں کئی یگوں کا ذکر آتا ہے جو زیادہ تر چاند کے پکھشوں میں کئے جاتے ہیں جس طرح کہ زبور کی کتاب کا مصنف کہتا ہے۔ "پرماتما نے چاند کو موسموں کے لئے مقرر کیا اور سورج تو صرف طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے۔" رگ وید میں ایک منتر آتا ہے جو سورج اور چاند کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے۔ سورج اور چاند اپنی اپنی شکتی سے ایک دوسرے کے پیچھے مشرق سے مغرب کو چلتے ہیں اور کھلاری بچوں کی طرح وہ یگ کے گرد گھومتے ہیں۔ ان میں سے ایک جو تمام دنیاؤں پر نظر ڈالتا ہے۔ دوسرا موسموں کو تبدیل کرنے کے لئے بار بار جنم لیتا ہے۔ جب وہ پیدا ہوتا ہے تو نیا (ہلال) بنتا ہے۔ دنوں کے قاصد کی طرح وہ نور کے تڑکے سے آگے چلتا ہے وہ پہنچکر دیوتاؤں کا بھاگ مقرر کرتا ہے۔ چاند دیرگھ آیو کرتا ہے۔ پس چاند موسموں کو مقرر کرتا ہے۔ چاند تمام دیوتاؤں کے لئے یگ میں اہوتیوں کا بھاگ مقرر کرتا ہے۔ زمانہ سلف کے ہندو لوگوں کے خیال میں رتو اور یگ اس طرح باہم لازم ملزوم تھے کہ یگ کرانے والے کو عموماً رتوج (یعنی موسم میں یگ کرانے والا) پکارتے تھے۔ سوائے اُن پنچ مہایگوں کے جو آریوں کے روزانہ کرنے ضروری ہیں اور پیاتہ کال و سائنگ کال کے اگنی ہوتر کے سوا ویدک زمانہ میں حسب ذیل ضروری یگ کئے جاتے تھے۔

(۱)۔ درش پورن ماس (یعنی ہلال اور بدر کے دن یگ کرنا)

(۲)۔ چترماس (موسم کے یگ) ہر ایک موسم چار ماہ کی سمجھی جاتی تھی

اور شنشاہی یگ۔ وہ دفعہ کئے جاتے تھے۔ اور بھی یگوں کا ذکر آتا ہے۔
موسم خزاں اور گرمی میں کرنے مناسب ہیں اور نیز موسم سرما اور بہار میں
جب کبھی چاول اور جو پکتے ہوں (دیشو دیو یگ۔ پھاگن کی پورنماشی کو
ورن پر گھاساہ اساڑھ کی پورن ماشی کو۔ ساک میدھا کاتک کی پورن ماشی
کو کیا جاتا تھا) ۔ پس صاف طور پر ظاہر ہے کہ ۲۷ نکشتر چاند کے
راستہ کو ظاہر کرتے ہیں۔ دنوں۔ مہینوں یا موسموں کے شمار کرنے کیلئے
یہ بڑا سہل طریقہ تھا کہ وہ ان تمام ۲۷ مقامات سے جو آسمان میں چاند کی
روزانہ رفتار سے معلوم کئے گئے تھے۔ اندازہ کر لیتے تھے۔ بہ نسبت اس
کے کہ آفتاب کا مقابلہ دن بدن یا ماہ بماہ اندازہ کرسکیں چاند کا راستہ
معلوم کرنا بہت سہل تھا کیونکہ ستارے سورج کے نکلتے اور غروب ہوتے
وقت مشکل سے دکھائی دیتے ہیں اس لئے سورج کے ملاپ کا خیال
ستاروں سے مشاہدہ کرنے والے کے لئے معلوم کرنا بہت مشکل تھا برخلاف
اس کے چاند ایک رات سے دوسری رات کو بڑھتا ہے اور آہستہ آہستہ
یا باری باری سے چند ستاروں کے قریب آجاتا ہے وہ گھڑی کی سوئی کا
کام دے سکتا ہے جو کہ ایک دائرہ میں حرکت کر رہی ہو جو آسمان کے تختہ
پر ایک شکل سے دوسری شکل کے ساتھ آکر ملتا ہے نہ ہی اس زمانہ کے
سادہ اور جلدی شمار کرنے والوں کے دلوں میں ایک نئے چاند سے
دوسرے نئے چاند تک ۲۷ ستاروں کی روشنی سے کچھ گھبراہٹ پیدا
ہوتی۔ پس اُن کا تعلق ۲۷ آسمانی منازل سے تھا جو کہ ایک دفعہ چاند
کے ذریعہ کھوج لگانے کے بعد انہوں نے پتھر کے میلوں کی طرح بنالی
تھیں تاکہ وہ تمام سیاروں کا راستہ و رفتار معلوم کرسکیں جو کہ دنوں سالوں
اور موسموں و دیگر علامات کے معلوم کرنے کے لئے بہت دلچسپ ہے۔ اگر
ایک دائرہ کے ۲۷ حصے کئے جاویں۔ یا اگر ایک دائرہ میں ۲۷ ستون
مساوی فاصلے پر کھڑے کئے جاویں تو اس طرح زمانہ سلف کی ویدک رصدگاہ
بنجادے گی۔ انہوں نے صرف یہ معلوم کرنا ہوتا تھا کہ کن دو ستونوں کے

درمیان چاند دیا بعد آزاں سورج) نکلتے یا غروب ہوتے وقت واقعہ ہے
مشاہدہ کرنے والا ہمیشہ ہر دن اُسی مرکزی مقام پر قائم رہتا ہے ۔ اگر ہم
دنوں موسموں اور سالوں کے شمار کرنے میں سب سے ابتدائی حالات
کو سمجھنا چاہیں تو ہمارے علم ہیئت کے خیالات بہت بھدے یا ناممکن ہیں
میں جس قدر کہ آجکل ایک چرواہا۔ سورج چاند ستاروں اور موسموں کا حال
جانتا ہے ہم زمانہ سلف میں آریہ لوگوں سے اس سے زیادہ امید نہیں
کرسکتے تھے نہ ہی آسمانی عجائبات کے مشاہدوں کی کوئی امید کر سکتے ہیں
جب تک کہ ابتدائی لوگوں کی عملی ضروریات کے ساتھ ان کا تعلق ثابت
نہ ہو۔ اگر ہم ہندوستان میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ آریوں نے آسمان کو
۲۷ حصص میں قدرتی طور پر تقسیم کرکے ہر ایک حصہ کو ستاروں سے
نشان کیا ہے جو کہ اس نئے مطلب کے لئے مستقل ہونے سے پہلے
مشاہدہ کئے گئے اور نامزد کئے گئے تھے برخلاف اس کے اگر ہم مانتے
ہیں کہ ہندوستان کے یگوں اور سنسکاروں کی ترقی اور افزائش سوائے
چاند کے پکشنوں اور موسموں کے نہیں ہوسکتی تو یقیناً یہ خیال کرنا ایک
ایک بیہودہ قیاس ہے کہ ویدوں کے زمانہ کے پوجاری یا چرواہے
اس علم کی تلاش میں بابل میں گئے جس کو کمر ہر ایک گڈریا دریائے
سندھ کے کنارہ پر حاصل کرسکتا تھا اور کہ اس ملک سے واپس آکر
جسا نکی زبان کوئی ہندو نہیں سمجھ سکتا ہے۔ انہوں نے وید منتر بنانے
شروع کئے اور اپنے سیدھے سادے یگوں کا مرتب کرنا شروع
کیا۔ یہ یاد رہے کہ جو کچھ ایک مقام پر قدرتی ہے دوسرے مقام پر بھی
ویسا ہی ہے اور ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ کبھی اس بات کا ذرا
بھی ثبوت نہیں ملتا کہ ہندوؤں نے ابتدائی علم ہیئت کے خیالات کو
جو وید منتروں میں پائے جاتے ہیں۔ کسی غیر قوم سے حاصل کیا ہو۔

اہل عرب ۲۸ منازل قمری رکھتے ہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ حضرت
محمدؐ اور اس کے بدو لوگوں نے جنگل میں ویسا ہی مشاہدہ نہ کیا ہو جیسا

کہ ویدوں کے رشیوں نے ہندوستان میں۔ چنانچہ مسٹر کالبرک نے اس بات کے ثبوت میں بہت معقول دلائل پیش کی ہیں کہ اہل عرب نے ہندوستان سے ہی قمری منزلوں کا علم حاصل کیا ہے۔ اسی طرح اہل چین بھی اپنے مشہور منزلیں رکھتے ہیں جن کو وہ اپنی زبان میں سیو کہتے ہیں۔ جو تعداد میں ۲۴ ہیں اور اس کے بعد ۲۸ ہوگئی ہیں۔ لیکن بانٹ۔ لیسن اور دوسرے آدمیوں کے ساتھ اس بات کے تسلیم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ اہل ہند نے چینیوں سے جاکر قمری منازل کے خیال کو جاکر سیکھا۔ سب سے پہلے تو اہل چین نے ۲۴ منزلوں سے کام شروع کیا اور پھر رفتہ رفتہ ۲۸ تک انہیں پہنچایا ہندوؤں نے ۲۷ منازل سے شروع کرکے ۲۸ پر ختم کیا۔ دوسرا ان ۲۸ نکھشتروں میں سے صرف ۱۷ ہندو ستاروں کے مشابہ ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر کوئی علمی طریقہ کہیں سے لیا جاتا تو مکمل طور پر لیا جاتا لیکن ہمیں کوئی ممکن ذریعہ نہیں معلوم ہوتا جو ۱۰۰۰ برس قبل عیسوی ہندوؤں نے چینیوں سے جاکر یہ قمری طریقہ سیکھا ہو۔ چین کے علم ادب میں مسیح سے دو سو برس پہلے سے پیشتر کہیں بھی ہندوؤں کا ذکر نہیں آتا۔ اگر سنسکرت کے مابعد کے علم ادب میں کیتا قوم سے مراد اہل چین تصور کئے جاویں جو کہ ابھی شکیہ امر ہے تو یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ویدک علم ادب میں یہ لفظ کہیں نہیں آتا۔

تاہم جبکہ یہ اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ اس قدر قدیم زمانہ میں اہل چین اور ہندوستان کے درمیان باہمی آمد و رفت کا سلسلہ نہیں تھا تو پھر ایک نیا مسئلہ گھڑا گیا یعنی کہ چینیوں کے علم ہیئت کا علم سیدھا چین سے ہند میں نہیں آیا بلکہ پہلے مغربی ایشیا میں ۱۰۰۰ برس قبل مسیح کے بعد پہنچا اور تب مغرب کے لوگوں نے (خواہ سمٹک یا ایرانی تھے) اسے اختیار کرلیا۔ ان کے ہاتھوں میں کچھ نئی صورت اختیار کی اور وہ تبدیل شدہ صورت ہندوؤں تک پہنچی۔ پھر آگے بڑھتے بڑھتے اہل عرب تک یہ خیالات پھیل گئے۔ میری رائے میں یہ ایک نئی قسم کا خیال ہے جس کی تائید کسی شہادت

سے نہیں ہوتی اور جو کچھ واقعات بکھری حالت میں اب تک دستیاب ہوتے ہیں ان سے کالبرک صاحب کی تائید ہوتی ہے کہ اہل ہند نے زمانہ ابتدائی میں علم ہئیت میں کچھ ترقی کی تھی جو کہ انہوں نے وقت کی ٹھیک تقسیم کے لئے حاصل کی تھی۔ ان کا کلنڈرہ خواہ مذہبی اور خواہ دیگر دنیوی کاروبار کے لئے سورج اور چاند کی گردش پر منحصر تھا اور ان ستاروں کی حرکات و گردش کو وہ بڑے غور سے مشاہدہ کرتے تھے۔ انہوں نے اس بارہ میں یہاں تک کامیابی حاصل کی تھی کہ ان کی چاند کی گردش کا اندازہ اہل یونان سے زیادہ صحیح اور عمدہ ہے۔ انہوں نے چاند کو ۲۷ یا ۲۸ حصوں میں منقسم کر رکھا تھا اور چاند کے زمانہ کو دنوں میں تعبیر کرتا تھا جو یقیناً انہوں نے اہل عرب سے لیا تھا۔

صرف ایک اور دلیل ہے جو کہ اہل بابل یا سمٹک نسل کے اثر کے بارہ میں ہے۔ یہ طوفان کی کہانی ہے۔ یہ داستان کئی قوموں میں زبان زد خلائق داستانوں میں پائی جاتی ہے جو ممکن ہے کہ ایک دوسرے سے انہوں نے حاصل کی ہو۔ یہ ایک حیرت انگیز بات ہے کہ کسی مقامی طوفان کا ذکر بھی وید منتروں میں نہیں آتا حالانکہ بعد کی رزمیہ کتابوں میں اور پرانوں میں کئی جگہ طوفان کا ذکر آتا ہے اور ہندوؤں کی مذہبی داستانوں کا ایک خاص جزو بنتا ہے۔ وشنو کے تین اوتار۔ مچھ۔ کچھ۔ بارہ ہر ایک حالتمیں بنی انسان کو پانی سے تباہی کی حالتیں بچاتا ہے کہیں مچھ کچھ یا باراہ کی صورت اختیار کرتا ہے

ایسے حالات میں یہ قدرتی نتیجہ نکلتا ہے کہ چونکہ ہندوستان کے نہایت ہی قدیمی علم ادب میں طوفان کا کہیں ذکر نہیں ہے یہ روائت ہندوستان میں بہت عرصہ بعد آکر داخل ہوئی تاہم جبکہ ویدک علم ادب عموماً زیادہ پھیل گیا تو طوفان کی کہانیاں منتر بھاگ میں تو داخل نہ ہو سکیں لیکن نثر میں برہمن گرنتھوں میں داخل ہو گئیں نہ صرف منو اور مچھلی کی کہانی بلکہ سنگ پشت اور سور کی کہانی بھی کم و بیش مکمل صورت میں ایسی لیتکوں

میں مشتمل ہوگئیں اس دریافت سے یہ خیال کہ باہر سے یہ داستانیں دیگر اقوام
کتب میں داخل ہوئیں جاتا رہا۔ میں آپ کے سامنے شت پتہ برہمن سے
طوفان کا قصہ پڑھتا ہوں آپ خود اندازہ کریں کہ پیدائش کی کتاب اور اس
بیان میں کہاں تک مشابہت ہے۔ ماننا پڑے گا کہ ہندوؤں نے اپنے قریبی
سمٹک [illegible] بابلیوں سے طوفان کے قصہ کو نقل کیا چنانچہ ستپتھ برہمن
اودھیا [illegible] (... منتر ۸-۱) صبح کے وقت منوجی کے پاس ہاتھ منہ دھونے
کے لئے پانی لائے۔ جبکہ وہ ہاتھ منہ دھو رہا تھا ایک مچھلی اس کے ہاتھ
میں آگئی۔ مچھلی نے اپنا منہ کھولا اور منوجی کو کہا۔ مجھے حفاظت سے رکھو
اور میں تمہیں بچاؤں گی۔ منو نے پوچھا تو مجھے کس سے بچاوے گی۔ اس
نے کہا کہ ایک طوفان آنے والا ہے جو تمام مخلوقات کو بہا لیجا دے گا اور
میں تم کو بچاؤں گی۔ منو نے پوچھا میں تجھے کس طرح رکھ سکتا ہوں اس نے
کہا کہ جب تک ہم چھوٹی شکل کی ہوتی ہیں ہمیں اپنی تباہی کا زیادہ خطرہ
ہوتا ہے کیونکہ ایک مچھلی دوسری مچھلی کو کھا جاتی ہے۔ اس لئے پہلے
مجھے ایک برتن میں رکھو جب میں اس برتن سے بڑھ جاؤں ایک گڑھا
کھود کر مجھے اس میں رکھنا جب میں اس سے بھی بڑھ جاؤں تو مجھے سمندر
میں لیجاؤ اور تب ہی تباہی کی پہنچ سے آگے بڑھ جاؤں گی۔ تب وہ ایک
بڑی مچھلی ہوگئی کیونکہ اس قسم کی مچھلیاں جلدی بڑی ہو جاتی ہیں۔ مچھلی
نے کہا کہ فلاں سال طوفان آوے گا اس لئے جب تو جہاز تیار کرے
[illegible] تو نے جہاز میں داخل ہو جانا اور میں

[illegible] سے رکھا اور پھر اسے سمندر میں
[illegible] تھا منو نے جہاز بنایا اور مچھلی
کو یاد کیا جبکہ طوفان بڑھنے لگا منو جہاز میں داخل ہوگیا تب مچھلی
اس کی طرف تیرتی ہوئی آئی اور منو نے جہاز کی رسی کو مچھلی کے سینگ
کے ساتھ باندھا اور اس طرح شمالی پہاڑوں کی طرف جہاز کو لے گیا۔

میں مشتمل ہوگئیں اس دریافت سے یہ خیال کہ باہر سے یہ داستانیں ویدک
لوگوں میں داخل ہوئیں جاتا رہا۔ میں آپ کے سامنے شتپتھ برہمن سے
طوفان کا قصہ پڑھتا ہوں آپ خود اندازہ کریں کہ پیدائش کی کتاب اور اس
بیان میں کہاں تک مشابہت ہے۔ ماننا پڑے گا کہ ہندوؤں نے اپنے قریبی
سمیٹک ساتھ والیوں سے طوفان کے قصہ کو نقل کیا۔ چنانچہ ستپتھ برہمن
لوجھیا سے (ادل منتر ۸-۱) صبح کے وقت منوجی کے پاس ہاتھ منہ دھونے
کے لئے پانی لائے۔ جیسے وہ ہاتھ منہ دھو رہا تھا ایک مچھلی اس کے ہاتھ
میں آگئی۔ مچھلی نے اپنا منہ کھولا اور منوجی کو کہا۔ مجھے حفاظت سے رکھو
اور میں تمہیں بچاؤں گی۔ منو نے پوچھا تو مجھے کس سے بچادے گی۔ اس
نے کہا کہ ایک طوفان آنے والا ہے جو تمام مخلوقات کو بہا لیجا دے گا اور
میں تم کو بچاؤں گی۔ منو نے پوچھا میں تجھے کس طرح رکھ سکتا ہوں اس نے
کہا کہ جب تک ہم چھوٹی شکل کی ہوتی ہیں ہمیں اپنی تباہی کا زیادہ خطرہ
ہوتا ہے کیونکہ ایک مچھلی دوسری مچھلی کو کھا جاتی ہے۔ اس لئے پہلے
مجھے ایک برتن میں رکھو جب میں اس برتن سے بڑھ جاؤں ایک گڑھا
کھود کر مجھے اس میں رکھنا جب میں اس سے بھی بڑھ جاؤں تو مجھے سمندر
میں لیجاؤ اور تب ہی تباہی کی پہنچ سے آگے بڑھ جاؤں گی۔ تب وہ ایک
بڑی مچھلی ہوگئی کیونکہ اس قسم کی مچھلیاں جلدی بڑی ہو جاتی ہیں۔ مچھلی
نے کہا کہ فلاں سال طوفان آوے گا اس لئے جب تو جہاز تیار کرے
تو تو نے جہاز میں داخل ہو جانا اور میں

شے سے رکھا اور پھر اسے سمندر میں
بتلایا تھا منو نے جہاز بنایا اور مچھلی
کو یاد کیا جبکہ طوفان بڑھنے لگا منو جہاز میں داخل ہو گیا تب مچھلی
اس کی طرف تیرتی ہوئی آئی اور منو نے جہاز کی رسی کو مچھلی کے سینگ
کے ساتھ باندھا اور اس طرح شمالی پہاڑوں کی طرف جہاز کو لے گیا۔

تھا چنانچہ اس نے ساتھ اس نے وہ اولاد بھی حاصل کی جو منو جی کی اولاد کہلاتی ہے - اور جو ور وہ مانگتا ہے وہ فوراً اس کو ملجاتا تھا - بلا شک وہ ایدا ہے اور جو کوئی یہ جانتے ہوئے ایدا کے ساتھ یگ کرتا ہے وہ منو کی طرح حسب دلخواہ اولاد حاصل کرتا ہے اور جو ور مانگتا ہے اُسے پراپت ہوتا ہے - یہ طوفان کا مختصر سا قصہ ہے - بعض حالات میں منو نے طوفان میں وہی کام سر انجام لیا ہے جو پرانے عہدنامہ میں حضرت نوح نے کیا تھا - لیکن اگر چند امور میں مشابہت ہے تو اختلافات کا بھی خیال کریں اور کہ کس طرح ان کا جواب دے سکتے ہیں - یہ صاف ظاہر ہے کہ اگر یہ کہانی سمٹک ذریعہ سے اخذ کی گئی ہے تو پرانے عہدنامہ سے نہیں لی گئی کیونکہ ایسے حالات میں دو کہانیوں کے درمیان امتیاز کا بیان کرنا ناممکن ہو جاتا لیکن اس بات کے رد کرنے کے لئے بھی کوئی ثبوت نہیں ہے کہ یہ کہانی سمٹک ذرائع سے حاصل نہیں کی گئی - بہرحال اگر یہ تسلیم کر لیا جاوے کہ یہ قصہ سمٹک لوگوں سے لیا گیا ہے تو میں زور سے کہوں گا کہ سنسکرت علم ادب میں صرف یہی ایک قصہ ہے جو باہر سے لیا گیا ہے اور یہاں ہی ہمکو ٹھیرنا پڑتا ہے -

سنگ پشت اور بارہ (سور) کی کہانی کا پتہ بھی ویدک علم ادب میں پایا جاتا ہے کیونکہ تیتری سنہتا میں لکھا ہے -

"ابتدا میں پانی [illegible] پانی تھا پرجاپتی نے ہوا کا روپ دھارن کر کے [illegible] پر حرکت کرنا شروع کیا اس نے [illegible] زمین کو دیکھا اور سور کی شکل دھار کر اس کو اٹھالیا پھر وشوکرمن بنکر اس کو صفا کیا یہ پھیل گئی اور بہت پھیل گئی اس لئے زمین کو پرتھوی (پھیلی ہوئی) کہتے ہیں - چنانچہ شت پتھ برہمن میں بھی سنگ پشت کی داستان کا تھوڑا سا اشارہ ذکر آیا ہے پرجاپتی نے کورم (سنگ پشت) کا روپ دھارن کیا اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا [illegible] پیدا کیا اس لئے اسے کورم (پیدا کرنے والا) کہتے [illegible] کشیپا بھی کہتے ہیں - اس لئے تمام خلقت کو

شپ (یعنی کچھوے کی مانند) کہتے ہیں۔ جو یہ کورم بنا وہ درحقیقت آدتیہ
(سورج) تھا۔ طوفان کے متعلق ایک اور اشارہ بھی اسمیں آتا ہے
جو منو کے نام کے باعث زیادہ ضروری ہے جو کاٹھک [illegible] میں اس
طرح پہ آتا ہے۔ پانیوں نے تمام مخلوقات کو صفا کر دیا اور منو اکیلا رہ گیا
مندرجہ بالا واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ طوفان کے متعلق خیالات
زمین کا پانی کے نیچے ڈوبنا اور ایشوری امداد بصورت مچھلی یا کچھوا ہندوستان
کی ابتدائی داستانوں میں بالکل معدوم تھے بعد میں وشنو کے کئی
اوتاروں میں یہ تذکرات شامل کئے گئے تھے جب ہم دنیا کے ہر
ایک حصے میں مختلف قوموں میں طوفان کے مختلف بیانات کی پڑتال
کرتے ہیں ہمیں آسانی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی تاریخی واقعہ
کی طرف منسوب نہیں ہیں بلکہ ایک قدرتی نظارے کا ذکر کرتے ہیں
جو ہر سال مشاہدہ میں آتا ہے یعنی برساتی موسم میں طوفان کا آنا۔ بابل سے
زیادہ صاف طور پر اور کہیں یہ قصہ نہیں ملتا۔ سب سے پہلے سر ہنری
رالنسن نے معلوم کیا کہ ازدبار یا نمرود کی نظم کے بارہ باب سال کے
بارہ مہینوں کی طرف منسوب ہیں اور بارہ آسمانی برجوں کی طرف ان کا
اشارہ ہے اس کے بعد ڈاکٹر ہاپٹ نے دکھلایا کہ ایابانی جو دوسرے
باب میں دانا نگر اکھشا ہے وہ دوسرے مہینے ایار سے مشابہ ہے
جو برج میں بیل (ثور) سے مشابہ کیا گیا ہے۔ ایابانی اور نمرود کے
درمیان ملاپ جو تیسرے باب میں ظاہر کیا گیا ہے۔ وہ تیسرے مہینے
سیوان سے مشابہ ہے جنہیں آسمانی برج میں جوڑا سے منسوب کیا گیا ہے
وغیرہ وغیرہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اگر یہ درست ہے تو ہمارا حق ہے کہ ہندوستان میں طوفان کے قصہ
کی اصلیت یا آغاز کا ایسا ہی دعوے کریں جس طرح ہم دوسرے ملکوں
میں مانتے ہیں۔ نیز اگر یہ بھی ثابت ہو جاوے کہ جس شکل میں ہمیں یہ
داستانیں ہندوستان میں پہنچی ہیں وہ خارجی آثار کے نشانات کو ظاہر

کرتی ہیں - یہ واقعہ پھر بھی قائم رہتا ہے کہ ایسے اثرات مقابلتاً نئے
زمانہ کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں - رگوید کے قدیمی منتروں میں ہرگز انکا
نشان نہیں ملتا - ایسا ہی اس امر کے ثابت کرنے کیلئے کہ ہندوستان کے قدیم
رشیوں نے اہل بابل سے کچھ اثر حاصل کیا کئی قیاس دوڑائے جاتے ہیں اور
کئی دلائل بھی پیش کیجاتی ہیں - ایران پارتھیا اور مکیریا کیطرف توجہ دلائی
جاتی ہے جو اس ابتدائی زمانہ میں جنکا ہم ذکر کر رہے ہیں ہندوستان
کی پہنچ سے بہت دور تھے - مجھے سخت تعجب آتا ہے کہ یہودیوں کی جو
قومیں گم ہوگئی تھیں ان کا ذکر بھی کہیں ویدوں میں نہیں آتا جبکہ ہم یہ دیکھتے
ہیں کہ افغانستان کئی مقام پر ان کا ہر دلعزیز مسکن اور قیام گاہ پایا جاتا ہے -

پس ان تمام خیالی اور مفروضہ خارجی اثرات کے نشانات پر نہایت
ہی احتیاط سے بحث کرنے کے بعد میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ
ہندوستان کے قدیمی علم ادب کی زبان - مذہب اور رسومات میں
کوئی ایسا نشان نہیں پایا جاتا جس سے معلوم ہو سکے کہ ان لوگوں نے
کسی غیر ملک کے خیالات یا اثرات کو وہاں جگہ دی ہو جسطرح
کہ اسوقت ہمارے سامنے وہ علم اور ادب موجود ہے -
اسی طرح اس نے نشوونما پائی ہے - شمال میں پہاڑ کی فصیل نے
اسکی حفاظت کی ہے مغرب میں لق ودق جنگلوں نے دریائے سندھ
نے جنوب کی طرف سے اور گنگا نے مشرق سے اسے محفوظ رکھا ہے
ہمیں ہندوستان سے اپنے سابقہ وطن مالوفہ کے خیالات کی نظم ملتی ہے
اور ایسا ہی اپنا قدیمی مذہب ملتا ہے اور تاریخ ہمیں اسبات کی سکھشا دینے
کیلئے یادگار ہے کہ اگر انسانی دماغ کو اسکی مرضی پر چھوڑا جاوے تو وہ کیا
کچھ حاصل کر سکتا ہے - اس کے گردا گرد قدرتی نظارے ہوں اور
زندگی کے حالات ایسے ہوں جو منش کی زندگی کو روئے زمین پر
خطۂ بہشت بنادیں - بشرطیکہ منش اپنے اعمال سے بہشت کو نرک
نہ بنادے +

ویدوں سے ہمیں کیا سکھشا مل سکتی ہے

اگرچہ علم کا کوئی صیغہ یا شاخ ایسی نہیں ہے جسے ہندوستان کی قدیمی علم ادب سے نئی روشنی اور نئی زندگی نہ ملی ہو تاہم جس قدر روشنی اور مدد کہ مذہب اور علم داستان کے مطالعہ کے لئے از بس ضروری دلچسپ اور عجیب آریہ ورت سے ملتی ہے وہ کسی اور ملک سے نہیں مل سکتی۔ مجھے اس لئے اس مضمون پہ ایک فصل علیحدہ درج کرنے کی ضرورت پڑی ہے کہ مجھے ویدوں کے قدیمی علم ادب کو پڑھکر بہت خوشی اور تسلی ہوتی ہے جسمیں آریہ مذہب کے اصول مطالعہ کرنے کے لئے پائے جاتے ہیں اس لئے کہ گزشتہ زمانہ کے ہندوؤں کے تعصبات یا اعتقادوں کے سبب سے [illegible] ویدوں کا مطالعہ [illegible] اگر کوئی چیز بمفید اور ضروری نہیں ہے۔ اگر ہمارا یہ خیال ہو کہ تین ہزار سال میں آریہ ورت میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا تو موجودہ برہمنی مذہب ویدوں کے قدیم علم ادب کے بارہ میں بہت کچھ غلط رائے کا اظہار کرتا ہے ایسی غلطی سے انکار کرنا ویسا ہی فضول ہے جیسے کوئی کہے کہ ویدک سنسکرت اور بنگالی زبان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لیکن جو شخص کہ سنسکرت کے ویاکرن سے نا آشنا ہے بنگالی زبان سے عالمانہ واقفیت حاصل نہیں کرسکتا [illegible] کوئی فرد بشر آریہ ہندوستان کے مذہبی۔ فلسفانہ۔ قانونی اور تخیلی خیالات کو نہیں

سمجھ سکتا۔ جب تک کہ انہیں ویدوں کے صحیح کیندر تک کھوج لگا کر پہنچانے کی کوشش نہ کرے۔ چند سال ہوئے کہ بعض علماء کا خیال تھا کہ ویدوں کا پڑھنا بالکل عبث ہے ہندوستان میں کوئی عالم آدمی بھی انہیں نہیں پڑھ سکتا۔ جو شخص کہ ہندوؤں کے دل و دماغ کا مطالعہ کرنا چاہے یا اس پر اپنا اثر ڈالنا چاہے خواہ وہ پادری ہو یا شائق علم اس کے لئے وید پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ زمانہ مابعد کی سنسکرت۔ قوانین۔ متو۔۔ رزمیہ کتابوں اور پرانوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

ممکن ہے کہ ویدوں کا مطالعہ اہل جرمن کے لئے مفید ثابت ہو مگر انگریزوں کے لئے اس کا مطالعہ کچھ مفید نہیں ہے۔ آج سے تیس برس پہلے ایسے جاہلانہ خیالات کیلئے کوئی کافی وجہ نہیں تھی کیونکہ مندرجہ بالا کتابوں میں ہی تمام مذہبی معاملات میں ویدوں کو پرمان مانا گیا ہے۔ چنانچہ منوجی بھگوان فرماتے ہیں کہ وہ برہمن جس نے ویدوں کو نہیں پڑھا وہ لمحہ بھر میں ایسا ناش ہو جاتا ہے جیسے اگنی پر خشک گھاس۔ جو دوج کہ ویدوں کا مطالعہ نہیں کرتا وہ اسی جنم میں شودر ہو جاتا ہے۔

× × × × × × × × × × ×

× × × × × × × × × × × × × اور اس کے بعد اس کی اولاد بھی شودر اوستھا کو پراپت ہوتی ہے اس لئے اس خیال کی تردید وہی لوگ اپنی قلم سے کرتے ہیں جو اہل ہند کے خیالات کے تاریخی مطالعہ کرنے کے ویدوں کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کرتے جبکہ وہ خود ہی جرأت کے ساتھ ان ریاکار برہمنوں کو متہم کرتے ہیں کہ انہوں نے سوائے اپنی قوم کے باقی تمام جاتیوں کے لئے وید پڑھنا حکماً بند کر دیا۔

یہ اتہام صریحاً غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ برہمن سوائے شودروں کے باقی تمام جاتیوں پر لازمی قرار دیتے آئے ہیں کہ وہ ویدوں کو پڑھیں اور منوجی

مہابھارت کے شلوک سے صاف ظاہر ہے کہ اگر کھشتری اور ویش کی سنتان دھرم
پتک (مراد وید سنتھ ہے) کو نہ پڑھیں تو انہیں سخت ڈنڈ دیا جاوے۔
آج کل بھی برہمنوں نے ... نے بھی خیال ظاہر کیا ہے اور رگوید کی میری
تصنیف کا خیر مقدم ہندوؤں نے خیر مقدم کیا ہے اور جس سرگرمی سے انہوں نے
ویدوں کے مطالعہ کا خیال ظاہر کیا ہے اور جس شوق سے وہ اب زمانہ
سلف کی پستکوں کے ٹھیک استعمال (مطالعہ) کرنے پر بحث و وچار کر رہے
ہیں اس سے پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی سنسکرت کا ودوان ویدوں سے ناآشنا ہے
یا ویدوں کا مطالعہ کرنا نظر انداز کرتا ہے تو اس کی وہی حالت ہوگی جو
ایک عبرانی زبان کے عالم آدمی کی بغیر عہدنامہ عتیق پڑھنے کے۔ میں آپ
کے روبرو رگوید کی نظم اور دھرم کے چند مخصوص نمونے پیش کرتا ہوں وہ بہت
تھوڑے ہیں اور اگرچہ ۱۰۱۷ منتروں کے مجموعہ میں سلسلہ وار مضمون کی
ترتیب نہیں ہے جسے ہم رگوید سنگھتا کے نام سے پکارتے ہیں۔ میں نہیں کہہ
سکتا کہ ان نمونوں سے اس روحانی دنیا کی مدور اور مکمل تصویر آپ کے
سامنے پیش ہوگی۔ جس میں کہ ہمارے باپ دادے روئے زمین پر
اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ اگر آپ مجھ سے دریافت کریں کہ آیا ویدوں کا
دھرم توحید پرستی ہے یا بہت دیوتاؤں کی پرستش۔ تو میرے لئے اس
سوال کا جواب دینا مشکل امر ہے۔ اگرچہ کئی ایسے منتر ویدوں میں پائے جاتے
ہیں جنمیں ایشور کی وحدانیت صاف طور پر پائی جاتی ہے جیسے انجیل یا قرآن
کی کئی آیات میں لیکن تاہم ویدوں میں مکمل اور قطعی طور پر وحدانیت پرستی
نہیں ہے چنانچہ رگوید میں آیا ہے۔ وہ پرماتما ایک ہے۔ اسکو رشی لوگ

لہ جو لوگ کہتے ہیں کہ رگوید کا بھاشیہ انگریزی میں شائع کرنے سے ہندوستان کی دھارمک اوستھا
میں کوئی خاص تبدیلی نہیں پڑی ہے میں ان چند صفحات میں سے جو مجھے ہندوستان سے ملی ہیں صرف ایک آدھ نمونہ
کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ آدی برہم سماج (جسکا بانی مبانی راجہ رام موہن رائے گذرا ہے) کی کمیٹی نے
حسب ذیل تحریر مجھے ارسال کی ہے۔ آدی برہم سماج کی کمیٹی آپکا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے کہ آپنے ایک
نہایت ہی عظیم الشان مبارک کام کو جسے کہ آپکو لگاتار ۲۵ سال محنت کرنی پڑی ختم کر لیا ہے۔ ایسے زمانہ
میں جبکہ ویدوں کا مطالعہ کرنا اس ملک میں قریباً معدوم ہو رہا ہے جہاں انکی پیدائش ہوئی تھی رگوید کے
شائع کر دینے سے آپنے ہندؤں پر وہ بڑا بھاری احسان کیا ہے کہ جس کیلئے ہم لوگ عمر بھر آپکے مشکور رہیں گے۔

مختلف ناموں سے پکارتے ہیں وہ اسے اگنی۔ یم۔ ماتر شوا وغیرہ ناموں سے سمرن کرتے ہیں" دوسری جگہ پر آیا ہے کہ یہ ہیئات رشتی لوگ ایک اسی ایشور کو اپنے اپنے ناموں سے تعبیر کرتے ہیں وہ پرنتا اپنے منتر کھجائیں رکھتا ہے۔ ایک اور جگہ پر اسے ہرنیہ گربھ پکارا گیا ہے چنانچہ وید کہتا ہے " ابتدا میں ہرنیہ گربھ موجود تھا۔ تدا اپتن ہوا۔ سب سے پہلے وہ سب کا پیدا وہ سب کا سوامی اپتن ہوا۔ اس نے زمین اور آسمان کو بنایا وہ کون دیو ہے جسکی ہم پوجا کریں یا جس کے نام پر ہم اہوتیاں ڈالیں۔ وہ ہرنیہ گربھ تمام دیوتاؤں کا دیو ایک ہی ہے۔

یہ ایشور کی وحدانیت کا ایسا اعلیٰ ثبوت ہے کہ پرانا عہدنامہ میں اس کے متوازی کوئی آئت نہیں ملسکتی۔ لیکن ایسے منتروں کے ساتھ جو تعداد میں بہت تھوڑے ہیں ہزاروں ایسے منتر ہیں جنمیں بہت دیوتاؤں کی استتی اور پرارتھنا کی گئی ہے۔ بعض دفعہ ان کی سنکھیا (تعداد) ۳۳ بتلائی جاتی ہے۔ ایک رشی گیارہ دیوتے اکاش۔ ۱۱ پرتھوی اور ۱۱ پانیوں کے بیان کرتا ہے۔ یہ ۳۳ دیوتے اپنی اپنی استریاں بھی رکھتے ہیں۔ اگرچہ بہت تھوڑے دیوتاؤں کی پتنیوں[۵] کے نام دیئے ہیں

ان ۳۳ دیوتاؤں میں تمام ویدک دیوتا شامل نہیں ہیں کیونکہ چند ضروری دیوتا مثلاً اگنی۔ سوم۔ بارش۔ مروت۔ اشون۔ صبح۔ شام۔ عشا۔ جل اور سوریہ ان کا الگ الگ مقامات پر ذکر آتا ہے۔ ایسے بھی

۵۔ وتین سوتر میں حسب ذیل دیوتاؤں کی استریوں کے نام درج ہیں۔ اگنی کی استری پرتھوی۔ وات کی استری واک اندر کی سینا۔ برہسپتی کی دھینا پوشن کی پتھیا۔ وسو کی گائتری۔ رودر کی ترشتبھ۔ ادیتہ کی جگتی۔ منتر کی انوشتبھ۔ ورن کی وراٹ۔ وشنو کی پنگتی۔ سوم کی دکشنا۔

منتر موجود ہیں - جنہیں رشی لوگ بلا مبالغہ دیوتاؤں کی تعداد ۳۳۹۹ تک پہنچاتے ہیں اس لئے رگ وید کے دہرم کا مناسب نام دیوتا پرستی کا دہرم نہیں ہوسکتا ہے ۔

دیوتاؤں کی پرستش کی خیالات ہم نے یونان اور روما سے حاصل کئے ہیں ہمارا خیال ہے کہ دیوتا لوگ بھی اپنا کم دبیش باقاعدہ انتظام اور ضبط رکھتے ہیں جوکہ طاقت اور درجہ کے لحاظ سے الگ الگ ہیں - لیکن سب کے سب ایک مہان شکتی پربھو کے آدہین کام کر رہے ہیں جس کو جو پیٹر بھی کہتے ہیں لیکن ویدوں کی دیوتا پرستی یونان - روما - یورال - اٹلانٹک - پالن ایشیا - امریکہ اور افریقہ کی دیوتا پرستی سے ایسی ہی مختلف ہے جیسے دیہاتی پنچائت ایک سلطنت سے مختلف ہوا کرتی ہے -

چنانچہ بعد کے زمانہ کی جمہوری سلطنت اور مطلق العنان حکومت میں ابتدائی پنچائتی زندگی کے نشانات پائے جاتے ہیں اسی طرح یونان کے بارہ میں بھی صاف ظاہر ہے کہ زیس کی حکومت یونان کے سات دیوتاؤں کی حکومت (پوجا) سے بہت پہلے رائج تھی - یہی حالت ٹیوٹن نسل کی داستانوں کی ہے تاہم ویدوں میں جن دیوتاؤں کو اعلیٰ کرکے مانا جاتا ہے وہ سب رشی پہلو بہ پہلو کھڑے ہیں کبھی کوئی دیوتا پہلے آجاتا ہے اور کبھی وہ سب سے پیچھے مقرر ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات چھوٹے درجہ کے دیوتا اور محدود صفات والے بھی تمام دوسرے دیوتاؤں سے اعلےٰ بنائے جاتے ہیں - اس لئے صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے ضروری تھا کہ ویدوں میں دیوتاؤں کی پرستش کو دیوتا پرستی کے نام سے منسوب نہ کیا جاوے اس لئے میں نے اس کا نام کے بعد دیگرے دیوتاؤں کی پرستش یا ایک قسم کے دیوتاؤں کی پرستش تجویز

کیا تھا تاہم اس قسم کی تحقیقات کرنے میں ہم اصطلاحی الفاظ سے محتاط نہیں رہ سکتے ۔ وہ اکثر ہمیں مغالطہ کی طرف لیجاتے ہیں مگر ہم انہیں ترک بھی نہیں کر سکتے مثلاً ایک بھجن دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں کی طرف مخاطب کر کے کہا گیا ہے جس سے اس زمانہ کے رشیوں کے جغرافیہ کا پتہ الگ سے جاوے گا۔ ہندوستان کے عالم لوگ ان دریاؤں کو دیوتا کے نام سے پکارتے ہیں اور یورپین ترجمہ کرنے والے بھی انہیں دیوتا یا دیویاں کے الفاظ سے ترجمہ کرتے ہیں لیکن رشی نے جن لفظوں میں کہ سندھ اور اس کے معاونوں کا ذکر کیا ہے اس سے ہرگز یہ نہیں پایا جاتا کہ وہ دریائے سندھ کو اسی حیثیت میں دیوتا سمجھتا تھا جس طرح کہ اہل یونان دریا کا دیوتا اور دریا کی دیویاں وغیرہ کہا کرتے تھے ۔ اہل ہند جس طرح دریاؤں کی قدر یا پوجا کرتے تھے ویسے ہی وہ دیگر اشیاء کی پرستش کرتے تھے یا دیگر اشیا کی نسبت ویسا ہی خیال ظاہر کرتے تھے ان میں سے بعض تو اندریوں سے محسوس ہوتے ہیں بعض چنتن کرنے سے ۔ بعض مدھی سے ۔ ان میں سے بعض تو جڑھ پدارتھ ہیں ۔ بعض مثل انسان کے جاندار بعض کارن کے طور پر ظاہر کئے گئے ہیں زمانہ سلف کا ایک دہارمک آدمی کہتا ہے کہ دیوتا سے مراد ویدین اس چیز سے ہے جس کا ذکر اس منتر میں آتا ہے اور رشی سے مراد اس منتر کے مضمون یا درشٹا سے ہے ۔ پس ان دیوتاؤں کو جن کا ذکر ویدوں میں آتا ہے کسی باقاعدہ طریقہ پر بیان کرنا بڑا مشکل ہے ۔ کیونکہ ان دیوتاؤں کے گن اور جو منتر اُن کی طرف مخاطب کر کے کہے گئے ہیں وہ خود بخود کسی پہلی سوچی ہوئی تجویز کے بغیر پیدا ہو گئے ۔ اس لئے ہم زمانہ سلف کے ایک برہمنی مذہب کے مورخ کے ساتھ متفق الرائے ہیں جو ۲۰۰۰ برس قبل

مسیح گزرا ہے وہ کہتا ہے کہ ویدوں کے پڑھنے والے صرف تین دیوتاؤں کو مانتے تھے +

اگنی - (پرتھوی پر) - وایو (آندھی اور بجلی کا دیوتا جس کی جگہ ہوا میں ہے) - سوریہ جس کی جگہ آسمان میں ہے یہ دیوتا اپنی مہاتتا اور اپنے کرتویہ کے کارن کئی ناموں سے پرسدھ ہیں۔ جس طرح کہ ایک یگ کرانے والا برہمن مختلف یگوں میں مختلف فرائض سرانجام دینے کے باعث مختلف پدویوں اور اپادھیوں سے پکارا جاتا ہے - یہ تو ویدوں کے دیوتاؤں کی نسبت ایک رائے ہے جو کسی حد تک درست معلوم ہوتی ہے - یاسک منی نے ویدوں کے دیوتاؤں کی تقسیم اس طرح پر کی ہے یعنی خاکی - ہوائی اور آسمانی - جس سے اس کا یہ مطلب تھا کہ پرماتما کی قدرت کا جلال تین الگ الگ شکیتوں میں تین مختلف مقامات پر نمودار ہوتا ہے اس سے ان کی اعلیٰ درجہ کی ذہانت کا ثبوت ملتا ہے لیکن اس نے خود ہی محسوس کر لیا کہ یہ تقسیم تمام دیوتاؤں پر عائد نہیں ہو سکتی اس لئے وہ آگے چلکر کہتا ہے - یہ تمام دیوتے الگ الگ وجود ہیں کیونکہ جو دعائیں ان کے حق میں کہی جاتی ہیں وہ بھی مختلف ہیں اور اُن کے خطابات بھی جُدا جُدا ہیں" یہ بالکل درست ہے - ان میں سے اکثر ایشور کے ناموں کا مدعا یہی ہے کہ قدرت کی طاقتوں کے اظہار کے لئے ہر ایک نام کو الگ الگ خصوصیت اور شخصیت دیجاوے اور اگرچہ فلاسفر یا رشی کا یہ خیال ہو کہ یہ بیشمار نام محض فرضی نام ہی ہیں در اصل وہ ایک ہی پرماتما ہے جس کے یہ مختلف نام ہیں مگر یہ خیال بہت سے رشیوں کا نہیں تھا بالخصوص ان لوگوں کا خیال اُن سے بھی کم تھا جو میلوں اور جلسوں میں ان کے گیت سنا کرتے تھے - مذہبی خیالات کے اس رخ کی یہ عجیب وصف ہے جو ہم ویدوں میں

پاتے ہیں کہ اس میں پرماتما کو بہو روپ میں ظاہر کیا گیا ہے
اور کئی فرائض کے سرانجام دینے میں اس کے ساتھ دیوتوں
کو شریک کیا گیا ہے ابھی تک تمام دیوتاؤں کو ایک باضابطہ
ترتیب میں رکھنے کی کوشش نہیں کی گئی جس کے ذریعہ
سے وہ جلدی ایک دوسرے سے الگ سمجھے جاسکیں اور ان میں
سے چند یا ایک اعلیٰ دیوتا کے آدہین سمجھے جاویں ×
اب ہم مندرجہ بالا تقسیم کو مانتے ہوئے زمین کے دیوتاؤں سے
شروع کرتے ہیں - لیکن ان کی پڑتال کرنے سے پہلے ہمیں پوجا
کا اصلی مدعا بھی دیکھنا چاہئے - یعنی آسمان اور زمین یا زمین اور
آسمان جوکہ ایزدی جوڑا خیال کیا جاتا ہے - نہ صرف ہندوستان
میں بلکہ دیگر وحشی یا نیم وحشی یا مہذب قوموں میں زمین اور
آسمان کی تعریف شاعر لوگ کرتے چلے آئے ہیں اور ان کو جاندار
کے طور پر تصور کرتے آئے ہیں - تعجب ہے کہ کس طرح ایسا
خیال پیدا ہوا کیونکہ زمین اور آسمان کو جدا جدا وجود ندسمجھنا
ایزدی جوڑا سمجھنے کا خیال جو تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے - آگ -
بارش - بجلی یا سورج کے خیال سمجھنے سے زیادہ دقیق یا
مشکل ہے ×
زمانہ سلف کی داستانوں میں یہ ایک خصوصیت ہے کہ ان میں اُن
واقعات کا ذکر ہے جو روزانہ اور سالانہ واقع ہوتے ہیں اور اسطرح
پر درج ہیں گویا ایک دفعہ وہ واقعہ ہو چکے ہیں - مثلاً دن اور
رات کے روزانہ جنگ - سردی اور بہار کے درمیان سالانہ
جنگ - تاریخی واقعات کی طرح بیان کئے گئے ہیں - چنانچہ بعض
حوادث جو قدرت کے اس لگاتار جنگوں کے متعلق ہیں وہ اُن
لڑائیوں کے ساتھ خلط ملط ہو گئے ہیں جوکہ درحقیقت کسی خاص
موقعہ پر واقعہ ہوئی ہیں (مثلاً ٹرائے کی لڑائی) جب

اصلی تواریخی واقعات بھول گئے اور یادداشتیں کمزور ہوگئیں تو پھر داستانی اور خیالی واقعات دن و رات سردی اور بہار کے باہمی جنگ کے عام لوگوں میں پھیل گئے۔ جس طرح کہ ہم بچپن میں کسی بہادر کے کارنامے اور قصے سن کر خوش ہوا کرتے تھے ویسے ہی زمانہ سلف میں کوئی بہادری یا نقصان کا فعل جو سورج سے منسوب کیا جاتا تھا وہ کسی بہادر کے نام سے منتقل کیا گیا تھا کہ وہ جو پیٹریا ہرکیولیس ثانی معلوم ہو۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ جس طرح طوفان کا قصہ ہر ایک ملک اور قوم میں پایا جاتا ہے در اصل سالانہ بارشوں اور سیلاب کے نظارے ہیں جو قدیمی دیہاتی بھاٹوں نے اپنے گیتوں میں ظاہر کئے ہیں ایسا ہی آسمان اور زمین کا باہمی جدا ہونا بھی روزانہ صبح کے وقت رات کے ختم ہونے اور دن نکلنے کے نظارہ کا بیان ہی ہے۔ اندھیری رات میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان نے زمین کو ڈھانپ لیا ہے۔ اس لئے دونوں مل کر ایک بن جاتے ہیں تب نور کا تڑکا نمودار ہوتا ہے جو اپنی چمکیلی کرنوں سے سیاہ رات کے پردے کو ہٹا دیتا ہے۔ آخرکار "سوی" چھوٹا سا بچہ پست قامت (مراد سورج ہے) یک لخت نکل آتا ہے اور افق کے نیچے سے آسمان کی طرف کرنوں کے بان چلا کر رات کے آسمان کو پرے ہٹاتا ہے اور پرندے کی طرح زمین پر آتا ہے اور صبح کے آسمان پر پست ناک شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ اب نور کا تڑکا بھی بھاگ جاتا ہے آسمان زمین کے اوپر بہت بلند اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اور سورج موجودہ اونچائی تک آسمان کو پہنچا کر خوشی خوشی خراماں سفر کرتا ہے۔

رگوید میں آسمان اور زمین کا جدا ہونا اور الگ رہنا کئی جگہ پر درج ہے اور یہ بہت بہادر دیوتاؤں کی کارستانی ظاہر

کی گئی ہے چنانچہ رگوید منڈل اول کے منتر ۳۰ میں اگنی دیوتا زمین کو پکڑے ہوئے اور آسمان کو سہارا دیتا ہے۔ منڈل ۱۰ منتر ۸۹ میں اندر ہی ان کو الگ الگ رکھتا ہے" منڈل ۹ منتر ۱۵ میں سوم دیوتا یہی فرض ادا کر رہا ہے اور منڈل ۳ منتر ۲۱ میں اور دیوتے یہی کام سرانجام دے رہے ہیں۔ ایتری برہمن میں آیا ہے کہ کسی زمانہ میں زمین اور آسمان اکٹھے ملے ہوئے تھے وہ الگ الگ چل پڑے تب نہ تو بارش ہوئی نہ ہی آفتاب نے اپنا جلوہ دکھایا اور پانچ فرقوں کا باہمی اتفاق نہ رہا تب دیوتاؤں نے زمین اور آسمان کو باہم ملا دیا۔ جب وہ دونوں اکٹھے ہوگئے تو انہوں نے دیوتاؤں کا بیاہ رچایا۔ یہاں بھی مختصر طور پر وہی خیال کام کر رہا ہے۔ اول یہ کہ پہلے زمین اور آسمان اکٹھے تھے اور بعدہ وہ الگ الگ ہوگئے جب وہ جدا ہوئے قدرت میں جنگ شروع ہوا نہ ہی بارش ہوئی نہ ہی سورج نمودار ہوا آخرکار آسمان اور زمین ملائے گئے اور تب بڑا بھاری جلسہ رچایا گیا۔ جن اصحاب نے یونانی اور اٹلی کے علم ادب کو پڑھا ہے۔ انہیں معلوم ہوگا کہ کس طرح یہ خیال زمین اور آسمان کی شادی کا اٹلی اور یونان کے خیال کیساتھ مطابقت کھاتا ہے۔ ہومر کی نظم میں زمین دیوتاؤں کی ماں اور ستارے اور آسمان کی استری سمجھی گئی ہے آسمان کو باپ کہکر پکارا گیا ہے۔ یوریپی ڈیز نے ان کی شادی کا بھی ذکر کیا ہے عجیب بات یہ ہے کہ اس نے یہ مسئلہ اپنے استاد حکیم انکسا گورسی حاصل کیا ہے۔

رشیوں کا خیال تھا کہ جو کچھ زمین اور آسمان کے درمیان ہے وہ ان دونوں کی ملکیت ہے اور یہ سب کچھ انہوں نے ہی پیدا کیا ہے اس لئے دیوتے۔ سورج۔ نور کا تڑکا۔ آگ۔ ہوا اور بارش سب انہی کی اولاد سمجھے جاتے تھے پس اسطرح

ہے زمین اور آسمان تمام دنیا کے ماں باپ سمجھے جاتے تھے۔ پھر سوال اٹھتا ہے کہ آیا زمین اور آسمان دیوتا تھے کس حیثیت میں وہ دیوتے تھے کیا اسی حیثیت میں جس طرح ہم خدا کو سمجھتے ہیں۔ مگر ہم تو خدا کو واحد ہی سمجھتے ہیں۔ جمع کا صیغہ اس پر کبھی عائد نہیں ہوتا۔ نہ ہی یونانی دیوتاؤں کی حیثیت میں کیونکہ یونانی لوگ تو انہیں دیوتا سمجھتے تھے جو دماغی اور ذہنی ترقی سے اس درجہ پر پہنچے اور ویدوں کے دیوتاؤں سے بالکل الگ تھے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ زمانہ سلف کے فسانوں میں دیوتا نہ تو جاندار ہیں اور نہ ہی (جسم) رکھنے والے ہیں جن کی نسبت ہم کوئی رائے ظاہر کریں۔ دیو جس کا ترجمہ ہم دیوتا کرتے ہیں دراصل ایک گن (صفت) تھا جو کہ آسمان اور زمین سورج اور چاند نور کے تڑکے اور سمندر میں پایا جاتا تھا یعنی جلال (روشنی) اور دیوتا کا خیال صرف چمکیلے وجود سے تھا۔ جب اور دیوتاؤں بالخصوص زیادہ چالاک اور ہشیار دیوتوں کا خیال پیدا ہوا تو رشیوں نے بھی اپنے خیالات کو تبدیل کیا اور سوال کرنے لگے کہ کس نے زمین اور آسمان کو بنایا ہے چنانچہ ایک رشی کہتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ چالاک کاریگر دیوتا ہے جس نے دو روشن دیوتے زمین اور آسمان بنائے جو تمام اشیا کو خوش کرتے ہیں۔ اس نے اپنی دانشمندی کے ساتھ زمین اور آسمان کو ماپا اور ان کو اپنا سہارا دے کر قائم کیا ہے۔ زمین اور آسمان کے بنانے کا یہ بڑا کام اندر دیوتا کو منسوب کیا گیا پہلے پہل اندر (بارش کے دیوتا) نے چھپڑے کی طرح زمین اور آسمان کو پھیلایا اور ان کو اپنے ہاتھ میں پکڑے رکھا اور اب بھی اس نے زمین اور آسمان کو سہارا دے رکھا ہے اور اپنے بھگتوں کو زمین اور آسمان کی برکتیں دیتا ہے لیکن اس کے بعد اندر کی استتی کیجاتی ہے کہ اس نے زمین اور آسمان کو بنایا اور جبکہ رشی اس بات کا خیال کرتا ہے کہ کسی اور جگہ پر

زمین اور آسمان کو دیوتاؤں بلکہ اندر کا بھی ماں باپ مانا گیا ہے تو وہ فوراً کہتا ہے کہ وہ کون دودان ہیں جو ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں جو تیری مہاتا تک پہنچے ہیں کیونکہ تو نے اپنے ماں اور باپ کو اپنے ہی جسم سے پیدا کیا ہے۔ یہی خیال ایک اور رشی نے بھی ظاہر کیا ہے کہ اندر زمین اور آسمان سے بڑا ہے اور دونوں ملکر اندر کے آدھے کے برابر ہیں۔ چنانچہ آگے چلکر آتا ہے کہ آسمان نے اندر کے آگے سجدہ کیا اور زمین نے بھی اس کے سامنے سر جھکایا۔ تیری پیدائش کے وقت آسمان کانپ اٹھا اور زمین تیرے غصہ کے ڈر سے لرزہ میں آگئی۔ پس ایک طرح تو زمین و آسمان سب سے بڑے دیوتا تھے وہ ہر ایک چیز کے والدین تھے اور اس لئے اندر وغیرہ تمام دیوتاؤں کے بزرگ تھے۔ لیکن کہیں سوم اور پوشن اور ایک موقعہ پہ ہرن گربھیہ کو اور ایک جگہ پرد ہاتری یا وشو کرما کو زمین آسمان کا بنانے والا مانا گیا ہے۔ متر اور ساوتری کی استتی کیگئی ہے کہ انہوں نے زمین اور آسمان کو سہارا دیا ہوا ہے اور بعض جگہ ورن دیوتا بھی یہی کام سرانجام دے رہا ہے۔ اس سے آپ کو ظاہر ہو جاویگا کہ کس طرح یہ دیوتے جدا جدا اپنے فرائض ادا کرتے ہیں کبھی کوئی بڑا ہو جاتا ہے اور کبھی دوسرا دیوتا اس کی بجائے وہی فرض ادا کر رہا ہے۔

یہ سچ ہے کہ ویدوں کی نظم ہمارے نکتہ خیال سے نہ تو خوبصورت ہے اور نہ ہی بہت گہری۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ زمین اور آسمان جیسے دو قوی ہیکل دیو کبھی تو بہت اعلیٰ درجہ کی پدوی رکھتے ہیں اور کبھی چھوٹے چھوٹے دیوتوں کے آدھین پائے جاتے ہیں تو ہمیں وہاں سے ایک قسم کی ایسی عمدہ سکھشا ملتی ہے جو اور کہیں سے نہیں ملسکتی یعنی کسطرح دیوتے بنائے اور سائے جاتے ہیں۔ کسطرح پرماتما (باقی محمدند)

کو انسانی دماغ میں لانے کے واسطے مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے
یہاں تک کہ آخر کار اس کے سب صفاتی اور مصنوعی ناموں کو دور کر کے
انسانی دل کی خواہشوں کو دور کرنے کے لئے اور منش کے من کی
اشانتی مٹانے کے واسطے ایک پرماتما ہی آخر کار سہارا بنا لیا گیا۔

اب میں آپ کے سامنے وید کی ایک رچا کا ترجمہ کرتا ہوں جو
دریاؤں کی طرف مخاطب ہو کر کہی گئی ہے اگر دریاؤں کو بھی دیوتا
مانا جاوے تو وہ خاکی دیوتاؤں کی فہرست میں شامل ہوں گے۔ جن
دریاؤں کا اداہن کیا جاتا ہے وہ پنجاب کے دریا ہیں اور دیہاتی
پہاڑوں کے گیت کی نسبت اس منتر میں بہت کچھ علم جغرافیہ پر روشنی
پڑتی ہے۔

(۱) - (رگوید منڈل ۱۰ - منتر ۷۵) - اے دریاؤ - رشی لوگ - یگ
کے استھان میں تمہاری مہانتا کی استتی کرتے ہیں - کہ سات اور سات
ملکر وہ تین راستوں سے نکلے ہیں لیکن سندھو اپنی طاقت کے لحاظ
سے باقی تمام دریاؤں سے بڑھ چڑھ کر ہے۔

(۲) - جب تو دوسرے دریاؤں کے مقابلہ میں دوڑتا ہے تو درن
تیرے واسطے تیز چلنے کیلئے رستہ کھودتا ہے تو زمین کے ناہموار
پشتہ پر آگے بڑھتا ہے۔ تو تمام دریاؤں کے آگے آگے بطور رہبر
مالک کے قدم رکھتا ہے۔

(۳) - تیری گرج زمین سے آسمان تک اوپر جاتی ہے - وہ اپنی
بے حد طاقت کو بڑے شان و جلال کے ساتھ ظاہر کرتی ہے جبکہ
سندھو بیل کی طرح گرجتا ہوا آتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بادل
سے بجلی کڑک رہی ہے۔

(۴) - او سندھو تیری طرف دوسرے دریا اس طرح آتے
ہیں جس طرح کہ بچھڑے اپنی ماں کے پاس دودھ لینے کیو اسطے
چلے آتے ہیں جب تو ان دریاؤں کے سامنے پہنچتا ہے تو جسطرح

کہ لڑائی میں بادشاہ اپنی دو صفیں بنا لیتا ہے تو بھی دو حصوں میں منقسم ہو جاتا ہے ۔

(۵) او گنگا ۔ جمنا ۔ سرسوتی ۔ ستلج اور راوی میری پرارتھنا کو سویکار کرو ۔ او مرد ورد ہا اسکنی اور وتشٹھا (جہلم) کیساتھ او ۔ آرجکیا تو شوما کے ساتھ سن

(۶) ۔ او سندھو پہلے تو ترشتامہ ۔ سرتو ۔ رسا اور سوینی کے ساتھ ملکر سفر پر چلتی ہے ۔ دریائے کابل کے ساتھ ملکر گومتی (گومل) کیطرف ۔ مستو کیساتھ ملکر کورام کو تو مل کر سفر کرتا ہے ۔

(۷) ۔ اجات شترو سندھو جو سب سے تیز رفتار ہے اور مثل ایک خوبصورت اسپ کے بادپا ہے اپنے شان و عظمت کیساتھ چمکتے ہوئے پانی کو میدانوں سے پار لیجاتا ہے یہ نظارہ قابل وید ہے ۔

(۸) ۔ گھوڑوں ۔ رتھوں ۔ پوشاک ۔ سونے ۔ مال ۔ غنیمت ۔ پشم اور چارہ وغیرہ سے مالامال سندھو خوبصورت اور نوجوان اپنے تئیں میٹھے پھولوں سے ملبوس کرتا ہے ۔

(۹) ۔ سندھو نے اپنے ہلکے رتھ کو گھوڑوں کیساتھ جوتا ہے وہ ہمارے لئے میدان میں انعام حاصل کرے ۔ اس کے رتھ کی بزرگی کی بہت تعریف کی جاتی ہے ۔ یہ رتھ اپنا جلال اور بہت طاقت رکھتا ہے ۔

یہ رچا بہت عمدہ نظم میں لکھی ہوئی معلوم نہیں ہوتی ۔ تاہم اگر آپ رشی کے خیالات کو انو بھو کرنے کی کوشش کریں ۔ جس نے اس کو تیار کیا ۔ آپ دیکھیں گے کہ اس کے اندر دلیرانہ اور زبردست خیالات موجود ہیں ۔

زمانہ حال کے کسانوں کی اوستھا کا وچار کریں جو دریائے ٹیمز کے کنارے پر اپنے قصبات میں رہتے ہیں آپکو ماننا پڑے گا کہ

وہ بہت ہی ہوشیار آدمی ہوگا جو دریائے ٹیمز کو ایک قسم کا جرنیل بنا کر انگلستان کے باقی دریاؤں کا افسر بنا دے گا گویا کسی معرکہ آرائی کے لئے اُن کے آگے آگے چل رہا ہے۔ تاہم انگلستان میں سفر کرنا اور ملک کے دریاؤں کا نظارہ حاصل کرنا بہت آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ آج سے ۳۰۰۰ برس پہلے ہندوستان کے اس حصہ پر سفر کریں جو ہمارے رچا کے رشی نے وید منتر میں بیان کیا ہے۔ وہ ایک ہی جھپٹ میں تین بڑے دریاؤں کو لیتا ہے یعنی وہ جو شمال مغرب کی طرف سے سندھ میں آگرتے ہیں اور وہ جو شمال مشرق سے اس کے ساتھ آملتے ہیں اور تیسری قسم کے گنگا اور جمنا مع اپنے معاونوں کے۔ نقشہ پر دیکھنے سے آپ کو معلوم ہوجاوے گا کہ کس طرح یہ تینوں فوجیں صف آراستہ ہیں لیکن رشی کے پاس کوئی نقشہ نہیں تھا اس کے ساتھ سامی وا بڑے بڑے پہاڑوں کے کچھ نہ تھا اور نہ اپنی تکوں زمین کی پیمایش کرنے کے لئے سوائے آنکھوں کے کوئی اور اوزار نہ رکھتا تھا۔ میں اُس آدمی کو جس نے دریا کی ان تین کوچ کرنے والی فوجوں کو سب سے پہلے دیکھا شاعر کے نام سے پکارتا ہوں۔

اس منتر میں دوسری عجیب بات یہ ہے کہ تمام یہ دریا چھوٹے اور بڑے اپنے اپنے خاص نام سے مشہور ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت کے باشندوں نے شائستگی میں قدم بڑھا لیا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن اقوام کے ساتھ اُن کی بہت موافقت اور ملاپ ہو چکا تھا جنہوں نے شمالی ہند پر تسلط کر لیا تھا۔ اکثر باشندے جن دریاؤں کے کنارے پر آباد ہوتے تھے انہیں اپنے نام سے پکارتے تھے چنانچہ دریا کے بہت نام ہیں اس کو دوڑنے والا۔ سرسبز کرنے والا گرجنے والا یا شاعرانہ استعارہ میں۔ تیر۔ گھوڑا۔ گائے۔ باپ ماں۔ چوکیدار اور پہاڑوں کا بچہ بھی کہتے ہیں کئی دریاؤں کے

نام مختلف حصص میں مختلف ہو جاتے تھے - جبکہ مختلف آبادیوں کے درمیان سلسلہ راہ و رابطہ قائم ہوا اور مقررہ الفاظ کا استعمال کرنا نہایت ضروری معلوم ہوا دریاؤں کے باقاعدہ نام رکھے گئے - یہ تمام باتیں وید منتر کے تیار ہونے سے پہلے ہندوستان میں رائج ہو چکی تھیں
اب ہم نے ایک اور حیرت انگیز امر واقعہ کی طرف دھیان دینا ہے - ہندوستان میں بہت سے دریا ہیں جو ایک ہزار سال قبل مسیح بہت رشیوں کو معلوم تھے - تب ہمیں سکندر کے زمانہ تک ہندوستان کا کوئی حال معلوم نہیں ہوتا اور جبکہ ہم سکندر کے عہد میں دریاؤں کے نام دیکھتے ہیں جو اس کے ساتھیوں نے مقرر کئے تو بلا تکلیف کے تمام ویدک پرانے نام معلوم ہوتے ہیں -
اس بارہ میں ہند کے قصبات کے نام سے دریاؤں کے نام کو بہت خصوصیت سے جیسے آج ہم دہلی کہتے ہیں پرانے زمانہ میں اس کا نام اندر پرست تھا - اس کے بعد شاہجہان آباد ہوا - اودھ کا نام اجدھیا تھا - لیکن ساکیت کا پرانا نام یادداشت سے جاتا رہا - پاٹلی پتر جس کو یونانی پالیبوتھرا کہتے ہیں آجکل پٹنہ کے نام سے مشہور ہے - میں سندھ اور گنگا کے سابقہ ناموں کے قائم رہنے پر تعجب نہیں کرتا - زمانہ سلف کے تاجر لوگ بحری اور خشکی سندھ کو اچھی طرح جانتے تھے - سائی لیکس نے ملک پکتس سے بحری سفر کیا - دریائے سندھ کے دہانہ کے نیچے افغان لوگ اب تک اسے پستش کہتے ہیں - وہ دارا گشتاسپ کے ماتحت ۵۲۱ سے ۴۸۶ قبل مسیح تک رہ چکا ہے - بلکہ اس وقت سے پہلے بھی ہندوستان اور ہندوستانی اسی نام سے مشہور تھے - جو کہ لفظ سندھو (ان کے سرحدی دریا) کے نام سے نکلا ہے - ان کے ہمسایہ کی قومیں جو ایرانی زبانیں بولتی تھیں وہ اہل فارس کی طرح

س کو ہ کرکے بولتی تھیں پس سندھو سے ہندو بن گیا اور چونکہ ابتدائی زمانہ میں ہ کو بھی ترک کیا جاتا تھا اس لئے ہندو سے اندو بن گیا۔ اس لئے یونانی لوگوں نے دریا کا نام انڈس اور قوم کا نام اندوی رکھا جنہوں نے پہلے پہل اہل فارس سے ہندوستان کی بابت سنا تھا۔ سندھو کے اصلی معنی تقسیم کرنے والے۔ رکھنے والے اور حفاظت کرنے والے کے ہیں جو لفظ سدھ سے نکلا ہے جس کے معنی الگ رکھنے کے ہیں۔ پہلے یہ صیغہ مذکر تھا پیچھے مونث بن گیا۔ ایسے وسیع دریا کے لئے کوئی اور دلاویز نام موزوں نہیں تھا جو امن سے رہنے والے لوگوں کو وحشی حیوانوں اور مخالف فرقوں کے حملوں سے بچانے کے لئے پوری حفاظت کرتا تھا۔ ہندوستان میں قدیمی آریہ نسل کی بستیوں کا مشترک نام سپت سندھوا (سات دریا) تھا۔ لیکن اگرچہ رگ وید میں سندھ کے معنی عام طور پر دریا کے ہیں لیکن ہندوستان کی تمام تاریخ میں طاقتور حفاظت کرنیوالے دریا ہے سندھ رگوید کے بعض منتروں میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ سندھو کا عمدہ ترجمہ "سمندر" ہو سکتا ہے۔ بعض مقامات پر تو لوگ سندھ کو تیر کر پار جا سکتے ہیں لیکن بعض مقامات پر اس قدر گہرا پانی ہے کہ انسانی آنکھ کے لئے یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ آیا وہ دریا ہے یا سمندر ہے۔ ہر ایک ملاح کو معلوم ہے کہ دریا اور سمندر ایک دوسرے کے اندر بہتے اور گرتے ہیں اور قدرتاً سندھو دریا کے معنی سندھو سمندر کے ہیں۔ لیکن سوائے ان دو بڑے دریاؤں (سندھ اور گنگا) کے اور چھوٹے دریا بھی ہیں جن کے نام اب تک قائم چلے آتے ہیں جو سکندر کے رفیقوں نے زمانہ سلف میں مقرر کئے تھے۔

یمنا (جمنا) کا نام طالمے یوتا۔ پلاٹی۔ جومانیز۔ آرین جو

جو ہاریز لکھتا ہے۔ ستدری بعدہ ستدرو بنا جس کے معنی سو ندیوں میں دوڑنے کے ہیں۔ ٹالمے زدارس۔ پلائنی سائیڈاس میحتینیز زدا پرس کے نام سے منسوب کرتا ہے۔

ویدوں میں ذکر ہے کہ کوہ واتی پس کے ساتھ یہ دریا ملکر پنجاب کا سرحدی علاقہ بنتا ہے اور اس زمانہ میں یہاں بھی سخت خونریز لڑائیاں ہوئیں غالباً ٹھیک اُسی مقام پر جہانکہ ۱۸۴۶ء میں ستلج کی لڑائی سرہیوگاف اور سرہنری ہارڈنگ کے ساتھ ہوئی تھی۔ غالباً دریائے ستلج کے شمال مغربی معاون دیا سا پر سکندر کی فوج نے مراجعت کی تھی اور آگے چلنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس وقت اس دریا کا نام ہائی نے سس تھا۔ پلاٹی اس کا نام ہپائی پاسس کہتا ہے جو ویدک واتی اپس کے ساتھ ساتھ ملتا ہے جس کے معنی بیڑیوں سے آزاد (کھلے ہوئے) کے ہیں اس کا آجکل نام بیاس یا بیجاہ ہے۔

دوسرا دریا مغرب میں ویدک پرشنی ہے۔ جو ایراتی کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ پچھو اس کا نام ہیرو تیز آرین ہائی ڈراؤ ٹیز کہتا ہے۔ زمانہ حال میں اُسے راوی کہتے ہیں۔ یہ وہی دریا ہے جبکہ دس سلاطین نے ٹرٹس کے پر سود اس کے ماتحت کیا تو مغرب کی طرف اس کے پانی کو کاٹ کر اس پر سے عبور کیا۔ لیکن اُن کی حکمت عملی سب خاک میں مل گئی اور وہ سب پانی میں غرق ہو گئے (رگوید ۷۔ ۱۸۔ ۸۔ ۹)

اب ہم اسکنی کی طرف آتے ہیں جس کے معنی کالے کے ہیں۔ اس کا دوسرا نام چندر بھاگا ہے جس کے معنی چاند کی دہاریاں (دلکیریں) ہیں۔ یونانیوں نے جو نام اسے دیا اس کے معنی سکندر کو کھا جانے والے کے ہیں یہی چیس کرا مے کے

جو باریز لکھتا ہے۔ ستدری بعدہ ستدرو بنا جس کے معنی
سو ندیوں میں دوڑنے کے ہیں۔ ٹالمے زدارس۔ پلائنی سائیڈاس
میحتینیز زوا پرس کے نام سے منسوب کرتا ہے۔

ویدوں میں ذکر ہے کہ کوہ واتی پس کے ساتھ یہ دریا ملک
پنجاب کا سرحدی علاقہ بنتا ہے اور اس زمانہ میں یہاں بھی سخت
خونریز لڑائیاں ہوئیں غالباً ٹھیک اسی مقام پر جہاں کہ ۱۸۴۶ء میں
ستلج کی لڑائی سرہیوگاف اور سرہنری ہارڈنگ کے ساتھ ہوئی
تھی۔ غالباً دریائے ستلج کے شمال مغربی معاون دیاسا پر سکندر
کی فوج نے مراجعت کی تھی اور آگے چلنے سے انکار کر دیا
تھا۔ اس وقت اس دریا کا نام ہائی نے سس تھا۔ پلائنی
اس کا نام ہپائی پاسس کہتا ہے جو ویدک واتی پس کے
ساتھ ساتھ ملتا ہے جس کے معنی بیڑیوں سے آزاد (کھلے
ہوئے) کے ہیں اس کا آجکل نام بیاس یا بیجاہ ہے۔

دوسرا دریا مغرب میں ویدک پرشنی ہے۔ جو ایراوتی
کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ پیچو اس کا نام ہیرو
ٹیز آرین ہائی ڈراؤ ٹیز کہتا ہے۔ زمانہ حال میں اُسے
راوی کہتے ہیں۔ یہ وہی دریا ہے جبکہ دس سلاطین نے
ٹرٹس کے پرسوداس کے ماتحت کیا تو مغرب کی طرف
اس کے پانی کو کاٹ کر اس پر سے عبور کیا۔ لیکن اُن کی حکمت
عملی سب خاک میں مل گئی اور وہ سب پانی میں غرق ہو گئے
(رگوید ۷-۱۸-۸-۹)

اب ہم اسکنی کی طرف آتے ہیں جس کے معنی کالے کے
ہیں۔ اس کا دوسرا نام چندر بھاگا ہے جس کے معنی چاند کی
دھاریاں (لکیریں) ہیں۔ یونانیوں نے جو نام اسے دیا اس کے
معنی سکندر کو کھا جانے والے کے ہیں یعنی چیس کراسے مے کے

دوسرا اس وجہ سے کہ اسی رچا سے ہمیں ویدک زمانہ کی تاریخی اوستھا کا پتہ لگتا ہے - یہ دریا جیسی حالت میں رشیوں کے زمانہ میں تھے اسی حالت میں سکندر اور اہل مقدونیہ نے انہیں دیکھا اور اسی حالت میں اب بھی ہم دیکھتے ہیں - یہاں ہم کو تاریخی سلسلہ وار واقعات ملتے ہیں گویا ہمارے لئے ایک طرح سے زندہ گواہ موجود ہیں جو اپنے کلام سے بتلاتے ہیں کہ وہ آریہ نسل کے اصلی باشندے جن کے بھجن اور گیت ایسے عجیب اور حیرت انگیز اب تک ہمارے پاس محفوظ چلے آتے ہیں وہ ہمارے اصلی آبا و اجداد تھے چونکہ اپنے قوم کا ہونا کے پہچان - اصلی باشندے اور اپنے دیوتاؤں کے غلام تھے - اپنے ریوڑ (مویشیوں) کو چراتے تھے - پہاڑیوں اور گھاٹیوں میں فاصلے پر ایک دوسرے سے رہائش رکھتے تھے - جنگلے یا باڑے بنا کر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بودوباش کرتے تھے - کہیں کہیں حسب ضرورت دیوار پناہ (کوٹ) بھی بنا لیا کرتے تھے - اپنی حیات مستعار کو بغیر ایک دوسرے کو تکلیف دینے یا انبوہ میں رہنے کے آنند سے بسر کرتے تھے - بہار - گرمی اور سردی کی موسموں کو بڑے آنند سے بھوگتے تھے - اپنے چراگاہوں اور درختوں کے جھنڈوں کو بڑا پیار کرتے تھے اور صبح سے شام تک وہاں ہی اپنے خیالات کی لہر چلاتے تھے اور مشرقی دنیا میں ان خیالات کو پھیلاتے تھے جہاں سے کہ وہ آئے تھے - اور مغربی دنیا کی طرف ان اعلیٰ خیالات کو لیجاتے تھے جبانکہ وہ خوشی خوشی نقل مکانی کر رہے تھے - ان کا مذہب (دھرم) سیدھا سادہ تھا اور ابھی تک تشبیت سدانت نہیں ہوا تھا وہ انوبھو کرتے تھے کہ اس دنیا سے پرے ایک اور دنیا (لوک) ہے اگرچہ انہوں نے اس پر لوک کے کئی

دوسرا اس وجہ سے کہ اسی رچا سے ہمیں ویدک زمانہ کی تاریخی
اوستھا کا پتہ لگتا ہے - یہ دریا جیسی حالت میں رشیوں کے
زمانہ میں تھے اسی حالت میں سکندر اور اہل مقدونیہ نے انہیں
دیکھا اور اسی حالت میں اب بھی ہم دیکھتے ہیں - یہاں ہم کو
تاریخی سلسلہ وار واقعات ملتے ہیں گویا ہمارے لئے ایک
طرح سے زندہ گواہ موجود ہیں جو اپنے کلام سے بتلاتے ہیں
کہ وہ آریہ نسل کے اصلی باشندے جن کے بھجن اور گیت ایسے
عجیب اور حیرت انگیز اب تک ہمارے پاس محفوظ چلے
آتے ہیں وہ ہمارے اصلی آبا و اجداد تھے جو کہ اپنے قوم کا ہوں
کے پجاں - اصلی باشندے اور اپنے دیوتاؤں کے غلام تھے -
اپنے ریوڑ (مویشیوں) کو چراتے تھے - پہاڑیوں اور گھاٹیوں
میں فاصلے پر ایک دوسرے سے رہائش رکھتے تھے - جنگل
یا باڑے بنا کر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بود و باش کرتے تھے -
کہیں کہیں حسب ضرورت دیوار پناہ (کوٹ) بھی بنا لیا کرتے
تھے - اپنی حیات مستعار کو بغیر ایک دوسرے کو تکلیف دینے
یا انبوہ میں رہنے کے آنند سے بسر کرتے تھے - بہار - گرمی
اور سردی کی موسموں کو بڑے آنند سے بھوگتے تھے - اپنے
چراگاہوں اور درختوں کے جھنڈوں کو بڑا پیار کرتے تھے اور
صبح سے شام تک وہاں ہی اپنے خیالات کی لہر چلاتے تھے
اور مشرقی دنیا میں ان خیالات کو پھیلاتے تھے جہاں سے کہ
وہ آئے تھے - اور مغربی دنیا کی طرف ان اعلیٰ خیالات کو لیجاتے
تھے جبکہ وہ خوشی خوشی نقل مکانی کر رہے تھے - ان کا
مذہب (دھرم) سیدھا سادہ تھا اور ابھی تک تشبیت سدانت
نہیں ہوا تھا وہ تو بھروسہ کرتے تھے کہ اس دنیا سے پرے ایک
اور دنیا (لوک) ہے اگرچہ انہوں نے اس پر لوک کے کئی

ویدوں کے دیوتاؤں کا بیان

قدرت کا نہایت ہی عجیب نظارہ جو ویدوں میں بطور زمین کے دیوتا کے ورنن کیا گیا ہے وہ آگ ہے جس سے سنسکرت میں اگنی اور لاطینی میں اگنیس کہتے ہیں جس طرح آگ کی پرستش کی جاتی ہے اور اسکی استتی کی جاتی ہے اس سے انسانی تواریخ کے اُن زمانوں کے نشانات ملتے ہیں جبکہ آگ زندگی کے واسطے نہایت ہی ضروری آسائش سمجھی جاتی تھی بلکہ زندگی کا انحصار بھی محض آگ پیدا کرنے پر تھا۔ ہمارا تو آگ سے اس قدر گہرا تعلق ہو گیا ہے کہ ہم تو خیال میں بھی نہیں لا سکتے کہ آگ کے بغیر زندگی کیسے گزرتی ہوگی اب سوال یہ ہے کہ زمانہ سلف کے باشندوں نے کس طرح اس زمین پر آگ کو حاصل کیا اور اس پر اپنا قبضہ جمایا۔ رشی لوگ کہتے ہیں کہ پہلے پہل آگ آسمان سے بجلی کی شکل میں آئی لیکن پھر معدوم ہو گئی پھر ماترستون اُسے جاکر لایا اور بھرگو کے خاندان میں اُسے محفوظ رکھا۔ بعض منتروں سے پایا جاتا ہے کہ لکڑی کے ٹکڑوں کو رگڑنے سے آگ پیدا کی گئی۔ حیرانی کی بات یہ ہے

کہ جس لکڑی کو رگڑ کر آگ نکالی جاتی ہے اُسے سنسکرت میں پرامنیا کہتے ہیں جو بقول فاضل کو ہن یونان کے پرومیتھس[1] کے مطابق ہے - خواہ آگ کو چولہے میں ایک متبرک چیز سمجھکر کھا گیا اور خواہ اس کو رگڑنے سے جب چاہتے پیدا کر لیتے تھے ابتدائی تہذیب میں یہ ایک بھاری ترقی کا نشان ہے - لوگ کچی خوراک کھانے کی بجائے اس کے ذریعہ سے پکا کر کھانے کے قابل ہو گئے - اس کے وسیلہ سے رات کے وقت اپنا کام کرنے لگ گئے اور سخت سردیوں میں برف سے منجمد ہو جانے سے بچ رہے - اس لئے تعجب کا مقام نہیں ہے اگر اُس زمانہ کے لوگ آگ کو سب سے زیادہ مہربان اور عمدہ دیوتا سمجھکر پوجنے لگ گئے ہوں صرف یہی ایک اکیلا دیوتا تھا جو آسمان سے اُترکر زمین پر قیام پذیر ہوا - منشوں کا دوست - دیوتاؤں کا قاصد - دیوتاؤں اور انسانوں کے درمیان بمنزلہ ایلچی اور فانیوں کے درمیان غیر فانی متصور ہونے لگا - یہ دیوتا آریوں کی بستیوں کی حفاظت کرتا ہے اور سیاہ فام دشمنوں کو ڈرا کر بھگاتا ہے رشیوں نے بہت جلدی آگ کے گن گرمی اور روشنی معلوم کرنے اس کے بعد آگ کی موجودگی نہ صرف چولہے یا ہون کنڈ تک محدود رہی بلکہ نور کا تڑکا - سورج اور آفتاب سے پرے دنیا میں بھی اس کا جلال سمجھا جانے لگا اور ساتھ ہی اسکی طاقت زمین کے پھلوں کے پکانے - انسان کی زندگی اور گرمی کو قائم رکھنے میں متصور ہونے لگی - یہاں تک کہ آگ کو رفتہ رفتہ پرماتما کا درجہ دیا گیا - کہا جاتا ہے کہ ان سے زمین اور آسمان

---

[1] - یونانی داستانوں میں پرومیتھس اس شخص یا دیوتا کا نام ہے جو آسمان سے آگ کو چرا کر لایا تھا -

کو چھپا یا اور یہ درست بھی ہے کیونکہ اس کی روشنی کے بغیر زمین
اور آسمان نہ دکھائی دیتے اور نہ ہی باہمی امتیاز ہو سکتی ایک اور
رشی کہتا ہے کہ اگنی نے آسمان کو اپنی روشنی سے پرے رکھا اس
نے دونوں دنیاؤں کو الگ الگ رکھا اور فی الجملہ اگنی
کو زمین اور آسمان کا باپ اور پیدا کرنے والا کہا گیا ہے۔
روئے زمین کے تمام اشیا ساکن والوں۔ چلنے والوں۔ حرکت کرنے
والوں کا اگنی ہی خالق ہے۔

ہماری آنکھوں کے سامنے اسی طرح کا عمل پھر ایک
دفعہ نمودار ہوتا ہے۔ انسان کا دل ایک آدھ عجوبہ دیکھکر
چونک پڑتا ہے۔ مثلاً بجلی کا درخت پر گرنا اور تمام جنگل کو
فنا کر دینا۔ یا آگ کا شعلہ لکڑی کے رگڑنے سے برآمد
ہوتا خواہ جنگل میں یا لکڑی کے بیچ میں رگڑنے سے نمودار ہو
انسان اسے معجزہ سمجھکر متحیر ہو جاتا ہے وہ ایک شکتی کے
اثر کو دیکھتا ہے لیکن وہ اس کے بواعث پر صرف قیاس
دوڑاتا ہے اور اسے انسانی طاقت سے بڑھکر ایک شکتی سمجھتا
ہے۔ اسطرح سے آگ (اگنی) کی نسبت لوگوں کا خیال بڑھتا
گیا جوں جوں عام لوگوں کے درمیان اس کے گن معلوم ہوتے
گئے وہ زیادہ وسیع۔ سمجھ سے باہر بلکہ خدائی صفات والے
بنتے گئے۔ اگنی دیوتا کی سہائتا کے سوا نہ تو آگ ہوتی
نہ روشنی اور نہ گرمی نہیں زندگی کا قائم رہنا محال ہو جاتا۔ اس
لئے اگنی دیوتا انسان۔ حیوانات اور نباتات کو زندگی دینے
والا اور اس کا خالق بن گیا۔

چونکہ روشنی اور گرمی حاصل کرنے کے لئے اس کی تعریف
کرنی ضروری تھی اس لئے عجب نہیں اگر رشیوں نے یا عام
دیہاتی لوگوں کے زبان زد خلائق داستانوں نے اس دیوتا کو

سب سے اعلیٰ حاکم (پرماتما) سب دیوتاؤں کے دیوتا اور سچے دیوتا (پرماتما) کے درجہ تک پہنچا دیا ہو۔

اب ہم اُن شکیتوں کا وچار کرتے ہیں جو زمانہ سلف کے رشیوں نے ہوا - بادلوں اور بالخصوص اُن شہاب (دُمدار - ٹوٹنے والے ستاروں) میں دریافت کر لی تھیں - جو بجلی کی کڑک - رعد - تاریکی - طوفان اور بارش کیساتھ انسان کو نہایت ہی ضروری سکھشا دیتی ہیں کہ اس دنیا کے اندر تن تنہا ہی نہیں ہے -

بہت سے حکما کا خیال ہے کہ تمام مذہب خوف یا دہشت سے پیدا ہوئے ہیں اگر رعد اور بجلی نہ ہوتی تو ہم کبھی دیوتاؤں کو نہ مانتے یہ خیال مبالغہ آمیز اور یک طرفہ ہے - اس میں شک نہیں کہ بجلی کی کڑک نے دہشت اور خوف کے خیالات پیدا کئے انسان کو اپنی کمزوری اور ضروریات سے آگاہ کر دیا بلکہ ویدوں میں اندر دیوتا یوں کہتا ہے "جب میں رعد اور بجلی کی کڑک بھیجتا ہوں تب تم مجھ پر بشواش کرتے ہو"

لیکن جس کو ہم سچے معنوں میں دھرم کہتے ہیں وہ خوف یا دہشت سے نہیں نکلا + دھرم ایک قسم کا بشواش ہے یہ بشواش ابتدا میں اُن اعتقادوں سے پیدا ہو جو انسان کے دل و دماغ پر قدرت کی دانائی اور ترتیب کا نقشہ جماتے ہیں۔ اور خاصکر چند باقاعدہ انتظاموں کو دیکھ کر مثلاً سورج کا روزانہ مشرق سے نکل کر مغرب میں جا غروب ہونا - چاند کلاوٰت کو نکلنا - گھٹنا بڑھنا - موسموں کا تغیر و تبدل - ہر ایک چیز کے بواعث اور نتائج وغیرہ وغیرہ دیکھ کر انسان ضرور اس کے اصل الاصول یا مسبب الاسباب تک پہنچتا ہے خواہ اس کا کوئی نام رکھیں +

تاہم آسمان پر ستاروں کے ٹوٹنے اور اُن کی روشنی نے قدیم زمانہ کے دیوتاؤں کے پیدا کرنے میں بہت کام کیا اور رشیوں کے منتروں

سب سے اعلیٰ حاکم (پرماتما) سب دیوتاؤں کے دیوتا اور سچے دیوتا (پرماتما) کے درجہ تک پہنچا دیا ہو۔

اب ہم اُن شکیتوں کا وچار کرتے ہیں جو زمانہ سلف کے رشیوں نے ہوا۔ بادلوں اور بالخصوص اُن شہاب (دُمدار۔ ٹوٹنے والے ستاروں میں دریافت کر لی تھیں۔ جو بجلی کی کڑک۔ رعد۔ تاریکی۔ طوفان اور بارش کیساتھ انسان کو نہایت ہی ضروری سکھشا دیتی ہیں کہ اس دنیا کے اندر تن تنہا ہی نہیں ہے۔

بہت سے حکما کا خیال ہے کہ تمام مذہب خوف یا دہشت سے پیدا ہوئے ہیں اگر رعد اور بجلی نہ ہوتی تو ہم کبھی دیوتاؤں کو نہ مانتے یہ خیال مبالغہ آمیز اور یک طرفہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بجلی کی کڑک نے دہشت اور خوف کے خیالات پیدا کئے انسان کو اپنی کمزوری اور ضروریات سے آگاہ کر دیا بلکہ ویدوں میں اندر دیوتا یوں کہتا ہے "جب میں رعد اور بجلی کی کڑک بھیجتا ہوں تب تم مجھ پر بشواش کرتے ہو"

لیکن جس کو ہم سچے معنوں میں دہرم کہتے ہیں وہ خوف یا دہشت سے نہیں نکلا + دہرم ایک قسم کا بشواش ہے یہ بشواش ابتدا میں اُن اعتقادوں سے پیدا ہو جو انسان کے دل و دماغ پر قدرت کی دانائی اور ترتیب کا نقشہ جاتے ہیں. اور خاصکر چند باقاعدہ انتظاموں کو دیکھ کر مثلاً سورج کا روزانہ مشرق سے نکل کر مغرب میں جا غروب ہونا۔ چاند کلاوات کو نکلنا۔ گھٹنا بڑھنا۔ موسموں کا تغیر و تبدل۔ ہر ایک چیز کے بواعث اور نتائج وغیرہ وغیرہ دیکھ کر انسان ضرور اُن کے اصل الاصول یا مسبب الاسباب تک پہنچتا ہے خواہ اس کا کوئی نام رکھیں +

تاہم آسمان پر ستاروں کے ٹوٹنے اور اُن کی روشنی نے قدیم زمانہ کے دیوتاؤں کے پیدا کرنے میں بہت کام کیا اور رشیوں کے منتروں

میں درختوں کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ اُن کی شاخیں برتہ ہو جاتی ہیں ان کے تنے بھی بکھڑ جاتے ہیں جبکہ زمین کانپتی ہے اور پہاڑ لرزاتے ہیں دریاؤں سے کف برآمد ہوتی ہے تب مروت دیوتا سر پر سنہری تاج رکھے ہوئے اپنے کاندھوں پر دہاری دار کھال اٹھائے ہوئے ہاتھ میں سنہری ڈھال کو جنبش دیتے ہوئے اپنی برچھی کو گھماتے ہوئے آتشی تیروں کو برساتے ہوئے اور اپنے چابک کڑک اور بجلی کے بیچ میں چمکاتے ہوئے نمودار ہوتے ہیں یہ دیوتے بھی اندر کے ساتھی ہیں بعض دفعہ اندر کیطرح آسمان کے سُپتر بنجاتے ہیں لیکن یہ ایک اور ہیبت ناک دیوتا کے پتر بھی کہلاتے ہیں جسکا نام رودر ہے۔ یہ دیوتا جنگ کرنے والا ہے جس کے نام پر کئی رچائیں ہیں اسمیں تندرست کرنے اور نجات دینے کے گُن ورنن کئے ہیں ہندوستان میں یہ ایک قدرتی حالت ہے جبانکہ بخار کو دور کرنے صحت کو بحال رکھنے انسان اور حیوان کو تروتازگی دینے کیلئے بجلی کی کڑک کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔

اسی طرح پرجینا اور رہبو انترکھش کے دیوتا ہیں جو کہ بہت چالاک اور ہشیار تصور کئے گئے ہیں۔ زمانہ سلف کے اُن بہادروں اور شجاعوں کے آدرش ہیں جن کا ذکر آریہ ورت کی رزمیہ کتب میں آیا ہے۔ لڑائیوں میں اکثر اُن دیوتاؤں کا آواہن کیا جاتا تھا۔ اندر ان لڑائیوں میں اکثر رہنموں (پیشوا) کا کام کرتا ہے جو کہ بہادر آریوں کی حفاظت کرتا ہے اور ہندوستان کے سیاہ فام اصلی باشندوں کو مار بھگاتا ہے۔ ایک مقام پر رشی کہتا ہے کہ اس نے پچاس ہزار سیاہ فام باشندوں کو مار بھگایا ہے اور ان کے قلعہ جات کو مسمار کر دیا ہے۔ دشمنوں سے بچانے میں اندر کی تعریف رشیوں نے ٹھیک اُسی طرح کی ہے جس طرح یہودی پیغمبروں نے "جیہووا" کی چنانچہ ایک رچا میں آیا ہے کہ ایک دفعہ سودس تر تسو کا نیکدل

شریف راجہ جنگ میں دس راجاؤں سے گھیرا گیا اور یک لخت جبکہ سخت تسخیر کیا گیا تو اندر نے سیلاب (طوفان) کو پایاب کر دیا اور سودس کو بچا لیا + ایک اور رچا یوں اندر کی یوں مہا ورنن کی ہے "تو نے ترو تی وایا کی خاطر بہتے دریا کو روک لیا ہے۔ طوفان تیرے آدھین ہے تو نے دریاؤں کو آسانی سے قابل گذر بنا دیا ہے"

یہ عبارت زبور کی کتاب باب ۷۸ آیت ۱۳ سے ملتی ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔ اس نے سمندر کو ٹکڑے کر دیا اور ان کو اس میں سے عبور کرنے دیا اور پانیوں کو حکم دیا کہ ڈھیر کیطرح کھڑے رہیں"

اسی طرح کئی اور جملے بھی ہیں جو ویدوں کے پڑھنے والوں کو حضرت یشوعا کا جنگ یاد دلاتے ہیں جبکہ آفتاب چپ چاپ کھڑا ہو گیا اور چاند بھی اپنی جگہ پر قائم رہا جب تک کہ اس قوم نے اپنے دشمنوں سے انتقام نہ لے لیا۔ ایسا ہی وید میں بھی بقول پروفیسر حسب ذیل خیال ہے یا اندر نے دنوں کو بہت طویل کر دیا اور سورج نے دوپہر کے وقت اپنے رتھ کے گھوڑے چھوڑ دیئے"

بعض منتروں میں جو اندر کو مخاطب کر کے لکھے گئے ہیں اس کا تعلق آسمان اور بجلی کی کڑک سے بالکل نہیں پایا جاتا وہ ایک روحانی دیوتا ہے جو تمام دنیاؤں اور پرجاؤں کا راجہ بتاتا ہے ہر ایک چیز کو دیکھتا اور سنتا ہے منشوں کو اتم خیالات سے علم کرتا ہے نہ کوئی اس سے بڑا ہے نہ کوئی اس سے بڑھ سکتا ہے ہندوستان میں اندر کا نام ایک عجوبہ ہے آریہ نسل کے بزرگوں کے جدا ہونے کے بعد یہ دیوتا نمودار ہوا ہے کیونکہ یونانی اور جرمنی زبان میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں پایا جاتا۔ کئی ویدک دیوتے ان کے جدا ہونے سے پہلے ظہور میں آ چکے تھے جو کہیں کہیں کچھ تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ یونانی۔ لاطینی۔ کیلٹ یا سلیوٹک ٹیوٹانک میں نظر آتے ہیں مثلاً دیاوا۔ پیٹر زیس پر ایک ہی قسم کے الفاظ ہیں عشا۔ ایاس (Eos) نکتا اور نکس۔ مروت اور مارس شتاید معلوم

ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہرمیز اور سارمیا۔ ڈیانی سس اور ڈیونسیا پیامی بھتیں اور یہ تھا۔ آرفیس اور ابھو پان اور یون کے درمیان بھی کچھ نہ کچھ مشابہت پائی جاتی ہے لیکن آریہ نسل کے شمال مغربی رہنے والوں کو اندر دیوتا آسمان۔ بجلی اور بارش کے دیوتا کے طور پر معلوم نہیں ہے البتہ ایک اور دیوتا جو اندر کے قریب قریب فرائض انجام دیتا ہے لیکن وید میں اس قدر مشہور نہیں ہے اندر سے پہلے موجود تھا جس کا نام پرجینا ہے آریہ نسل کے لوگ اسے جرمنی اور بحیرہ بالٹک کے ساحل پر لے گئے بعض دفعہ پرجینیا دیاوا کی جگہ پر آتا ہے چنانچہ اتھروید میں آیا ہے۔ زمین بمنزلہ ماتا ہے پرجینیا پتا ہے میں زمین کا پتر ہوں وہ ہماری مدد کرے ایک اور جگہ پر (اتھرویدا ادھیائے ۱۲ منترا۔ ۴۲) زمین بجائے آسمان کی استری ہونے کے پرجنیا کی استری کہلاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ پرجینا کون ہے اس امر پر بہت طویل بحث ہے کہ آیا یہ دیادار (آسمان) ہے یا اندر۔ آیا وہ آسمان۔ بادل یا بارش کا دیوتا ہے دیو کے معنی دیوتا اور پرجنیا کے معنی بادل کے ہیں لیکن سنسکرت میں پرجنیہ دیاوا کے معنی بادلوں کا دیوتا کوئی نہیں کہتا۔ دیوتا یا دوگن باہر سے نہیں آتا جو کہ بادل آسمان یا زمین میں شامل کیا جاوے بلکہ وہ زمین آسمان یا بادل سے ہی نکلتا ہے قدیم زبانوں میں کئی الفاظ ایسے ہیں جنکی ہم تشریح نہیں کر سکتے۔ وہ الفاظ مصنفوں کے دلی خیالات اور مطالب کو ہی ظاہر کر سکتے ہیں اسی طرح دیوتاؤں کے نام بھی زمانہ سلف کی زبان میں جو ہر طرف مڑ سکتی ہے اور جس کے ایک ایک لفظ کے کئی معنی ہیں ویسے ہی ہو سکتے ہیں۔ کئی منتروں میں پرجنیا کے معنی بادل۔ کہیں بارش۔ کہیں آسمان یا اندر کی جگہ یہ لفظ مستعمل ہوتا ہے جن اصحاب نے عملی طور پر قدیم داستانوں کا مطالعہ کیا ہے ان کے لئے یہ طریق بہت غلط اور علمی ترتیب سے خارج معلوم ہوتا ہے۔ قدیمی زبان اور قدیمی خیالات کی تو یہی ہے کہ علمی ترتیب میں نہیں ہیں۔ بجائے نکتہ چینی کرنے کے ہمیں انہیں کمال طور پر سمجھنے کی کوشش

کرنی چاہئے اور یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ ہمارے بزرگ ہماری طرح دلیل بازی کرنا نہیں جانتے تھے۔

کئی ایسے منتر بھی ہیں جہاں پرجنیا کے معنی پرم دیو کے ہیں وہ بمنزلہ دیاد (د آسمان) باپ کہلاتا ہے اس کو اسر (زندہ دیوتا) بھی کہتے ہیں یہ تمام سب سے پرانے اور سب سے بڑے دیوتاؤں کے لئے ہیں جب ایک رشی کہتا ہے ”وہ تمام دنیا پر دیوتا کیطرح حکومت کرتا ہے تمام پرانی اسمیں آرام پاتے ہیں وہ تمام چراچر جگت اور استہاورکا آتما ہے“ جو کچھ پرجنیا کے بارہ میں کہا گیا اس سے بڑھ کر پرماتما کی نسبت کہنا مشکل ہے لیکن بعض رچاؤں میں آیا ہے کہ پرجنیا، متر اور ورن کی اگیا انوسار (جو آسمان اور زمین کے بڑے سوامی اور مالک ہیں) زمین پر بارش بھیجتا ہے۔

کئی منتروں میں پرجنیا کی کوئی شخصیت نہیں معلوم ہوتی بلکہ محض بادل یا بارش کے نام سے ہی نامزد ہے چنانچہ ایک مقام پر آیا ہے کہ مروت دیوتے دن کے وقت ان بادلوں کے ساتھ تاریکی پیدا کرتے ہیں جو پانی کو لیجاتے ہیں جب وہ زمین کو تر کرتے ہیں یہاں بادل پرجنیا ہے اور بطور خطاب کے اس کو یہ نام دیا گیا ہے نہ کہ اسم معرفہ کے طور پر یہ لفظ صیغہ جمع میں بھی آتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ کئی پرجنیا یا بادل یا زمین کو تروتازہ کرتے ہیں۔ جب دیواپی اپنے بھائی کے حق میں بارش کیلئے پرارتھنا کرتا ہے وہ کہتا ہے۔ ”اے میرے سوامی (برہسپتی) تو متر ورن یا پوشن ہے میرے یگ میں آ شریک ہو خواہ تو آدیتہ، وسو یا مروت کے ساتھ ہو۔ بادل (پرجنیا) سنتنو کے لئے برسنے دو۔ اور ایک جگہ پر آتا ہے۔ ”اے برساتی بادل (پرجنیا) حرکت کر (یعنی بارش کر) کئی مقامات پر تو کوئی فرق نہیں پڑتا خواہ ہم پرجنیا کا ترجمہ بادل یا بارش کریں کیونکہ دونوں در اصل ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ ایک اور منتر ہے جو مینڈکوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا گیا ہے جو برسات کے آغاز میں خشک تالابوں سے نکلتی ہیں اور ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں اور بات چیت کرتی ہیں

جنہیں رشی لوگ اُن پجاریوں سے تشبیہہ دیتے ہیں جو یگ کے موقع پر گائن کرتے ہیں۔ رشی کے منہ سے ایسے الفاظ شوبھا نہیں دیتے جو خود بھی برہمن (کاہن) کا کام کرتا ہے۔ ایک رچا کا ترجمہ حسب ذیل ہے (رگوید منڈل ۵ سوکت ۸۳)

(۱) ان بھجنوں سے طاقتور دیوتا کا آواہن کرو۔ پرجنیا کی استتی کرو اور نمسکار کے ساتھ اس کی پوجا کرو کیونکہ وہ گرجنے والے بیل کی طرح قطروں کو منتشر کرتا ہے اور پودوں کو بیج دار پھل دیتا ہے۔

(۲) وہ درختوں کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے اور بُری روحوں کو مار ڈالتا ہے اس کے زبردست شستر کے آگے تمام دنیا کانپتی ہے بلکہ بے قصور بھی زبردست کے آگے بھاگتے ہیں جبکہ پرجنیا اپنی کڑک سے بُرا کرنے والوں کو مارتا ہے

(۳) رتھ بان کی طرح اپنے گھوڑوں کو چابک سے مارتا ہے اور بارش کے قاصدوں کو آگے بھیجتا ہے دور سے شیر کی گرجیں اُٹھتی ہیں جبکہ پرجنیا بارش سے آسمان کو پُر کر دیتا ہے۔

(۴) ہوائیں زور سے چلتی ہیں بجلیاں کوندتی ہیں پودے نکلتے ہیں اور آسمان برستا ہے تمام دنیا کے واسطے خوراک پیدا ہوتی ہے جبکہ پرجنیا پرتھوی کو اپنے بیج کے ساتھ برکت دیتا ہے

(۵) اے پرجنیا تیرے ہی کام سے زمین نیچے جھکتی ہے تیری ہی برکت سے کُھر دار جاندار اِدھر اُدھر پھرتے ہیں تیرے ہی طفیل سے پودے نشوونما پاتے ہیں اور رنگا رنگ کی صورتیں اختیار کرتے ہیں تو بھلے پرکار سے رکھشا کر

(۶) اے مروت۔ تو ہمیں آسمانی بارش عطا کر۔ ندیوں کو بہنے دے اور اپنی رعد کیساتھ نیچے آ پانی کو برسا کیونکہ تو زندہ دیوتا ہے۔ تو ہمارا پتا سمان ہے

(۷)۔ تو اپنی کڑک اور گرج دکھلا اور ہمیں پھل پھول عنایت کر۔ ہمارے ارد گرد اپنے رتھ کے ساتھ جو پانی سے بھرا ہوا ہے چکر لگا۔ اپنی مشک (ڈول) کو نکال اور بلند و نشیب والی جگہوں کو ہموار کر دے

(۸) بڑے ڈول کو باہر نکال اور اسکو گرا دے۔ ندیاں کھلم کھلا بہنے دے آسمان اور زمین کو طراوت دے اور گایوں کیلئے عمدہ فصل و کاشت ہونے دے +

(۹) ۔ اوپر جینا۔ جب تو گرجتا ہے بداندیشوں کو ارڈالتا ہے تب روے زمین کی ہر ایک مخلوق کو آنند پراپت ہوتا ہے ۔

(۱۰) ۔ تو نے بارش بھیجی ہے اب ٹھہر جا۔ تو نے جنگلوں کو قابل گذر بنا دیا ہے تو نے پودے خوراک کیواسطے اگائے ہیں منش تیری استتی کرتے ہیں ۔

یہ وید کی ایک رچا ہے اور زمانہ قدیم کی رچاؤں کا ایک نمونہ ہے اسمیں کوئی بڑی اعلیٰ اور شاعرانہ خوبی نہیں ہے تاہم ہزاروں دیہاتی لوگ جنکی زندگی کا انحصار بارش پر ہے بارش کے لئے ایسی پرارتھنا نہیں بنا سکتے اگرچہ تین ہزار برس سے زیادہ گزر چکے ہیں جبکہ پرجنیا کا آواہن کیا جاتا تھا ہے جس کسی نے گرم ملکوں میں بادل کی کڑک دیکھی ہے وہ مندرجہ بالا فقرات کی صداقت کے قائل ہونگے کہ پرجنیا آسمان سے ڈول (مشک) بھر بھر کر پانی زمین پر ڈالتا ہے اور لوگوں کو آنند دیتا ہے ۔ اس رچا میں ایک قسم کا اخلاقی خیال بھی پایا جاتا ہے جبانکہ رشی کہتا ہے جبکہ طوفان گرجتے ہیں اور ظلم کرنے والوں پر سے اور بارش پڑتی ہے ۔ بے قصور آدمی کانپتا ہے بلکہ برا کرنے والے (پاپی) تباہ ہو جاتے ہیں

یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ بارش سے رشی کا منشا صرف قدرت کے نظارہ کا ظاہر کرنا ہی نہیں ہے بلکہ اس مہان شکتی کا اظہار ہے جس سے کہ بے قصور بھی کانپتا ہے کیونکہ کوئی انسان نہیں جو قصور سے بالکل آزاد ہو۔ اگر ہم پھر معلوم کرنا چاہیں کہ پرجنیا کون ہے تو جواب یہی ہے کہ پرجنیا سے مراد بادل ہے کیونکہ وہ بارش کرتا ہے لیکن جونہی کہ بارش دینے والے کا خیال پیدا ہوا تو بادل بیرونی شکل یعنی بارش دینے والے کا جسم بن گیا اور اصلی بارش دینے والے کا پتہ نہیں کہ کہاں ہے بعض منتر ل

میں پرجنیا - دیاوا (آسمان) کی بجائے آتا ہے اور پرتھوی (زمین) اس کی استری ہے بعض مقامات پر وہ آسمان کا بیٹا ہے - اگرچہ اُس ابتدائی زمانہ میں یہ خیال کسی کو نہیں گذرا کہ اس طرح سے پرجنیا اپنی والدہ کا خاوند بنجاوے گا - ہم دیکھتے ہیں کہ ویدک رچاؤں میں کئی جگہ پر اندر اپنے باپ کا باپ نظر آتا ہے اور رشی لوگ ایسے خیال سے کبھی حیرت زدہ نہیں ہوئے بلکہ صرف یہی کہتے ہیں کہ یہ بہت عجیب بات ہے بعض وقت پرجنیا اندر کے فرائض ادا کرتا ہے جو کہ ویدوں کا چوپیٹر ہے (رگوید منڈل ۸ ادھیائے ۶ منترا) بعض جگہ پر "وایو" اور بعض جگہ "سوم" بارش کے دینے والے ہیں لیکن باایں ہمہ نہ تو وہ دیا وانہ اندر نہ مروت نہ وایو نہ سوم ہے وہ ایک الگ وجود ہے الگ دیوتا ہے تمام آریہ دیوتاؤں میں سب سے قدیمی ہے اس کا نام پرگ دہاتو سے نکلا ہے جس کے معنے چھڑکنے کے ہیں اس سے پرشنا پرشتی جس کے معنی چھڑکا ہوا - پانی کا قطرہ وغیرہ ہیں نیز پرشا یا بادل پرسنی دچھڑکا ہوا یا بادل وغیرہ مشتق ہیں - پس پرجنیا کے اصلی معنی یہ ہیں وہ جو آبپاشی کرتا ہے یا بارش دیتا ہے - جبکہ آریہ نسل کے مختلف لوگ ادھر اُدھر منتشر ہوئے تو ہندوؤں - یونانیوں - کیلٹ - ٹیوٹنی اور سلیونک اقوام کے باپ دادے اپنے ساتھ بھی لفظ بادل کے معنوں مین لے گئے لیکن ان سات بڑی شاخوں میں سے بعض الفاظ تو چھ شاخوں نے بعض پانچ نے بعض نے اور بعض ایک دو شاخوں نے اپنے پاس محفوظ رکھے - چونکہ ان کے مابین ایکدفعہ جدا ہونے کے بعد پھر کوئی ملاپ نہین ہوا اس لئے اگر اس لفظ کو آریہ نسل کی دو زبانوں نے بھی اسی مطلب کیساتھ قائم رکھا تو یہ بڑا بھاری ثبوت ہے کہ یہ لفظ آرین خیالات کے نہایت ہی قدیم خزانہ سے برآمد ہوا ہے -

اب اس لفظ کا پتہ ونشان یونانی - لاطینی - کیلٹ اور ٹیوٹن زبانوں میں نہیں ہے - سلونک میں بھی اس کا تلاش کرنا عبث ہے

لیکن لٹک زبان جو پُرانی پرشیا کی زبان ہے اسمیں اس کے آثار پائے جاتے ہیں۔ لتھونیا اب خود مختار ریاست نہیں ہے لیکن چھ سو برس پہلے یہ ایک بھاری ریاست تھی جو روس اور پولینڈ سے جدا تھی اس کا پہلا ڈیوک رن گولڈ تھا۔ جس نے [illegible] سے حکومت شروع کی اور اس کے جانشینوں نے روسیوں کے برخلاف فتوحات کیں۔ سنہ ۱۳۸۱ء میں یہ بڑے ڈیوک پولنڈ کے بادشاہ بن گئے۔ اور سنہ ۱۵۶۹ء میں ہر دو ملک ایک ہو گئے جبکہ پولنڈ روس اور پرشیا کے درمیان تقسیم ہو گیا۔ لیتھونیا کا کچھ حصہ روس کیساتھ اور کچھ پرشیا سے ملحق ہو گیا اب بھی روس اور پرشیا میں لتھونین زبان کے بولنے والے ۱۵ - لاکھ کے قریب آدمی ہونگے۔ اور لٹش بولی قریباً دس لاکھ آدمی کرلنڈ اور سوونیا میں ابھی بولتے ہیں۔ لتھونیا زبان میں اب تک بعض نہایت ہی ابتدائی گرامر کی بناوٹیں جو بالکل سنسکرت سے مشابہ ہیں پائی جاتی ہیں۔ یہ تمام بناوٹیں بہت حیرت انگیز ہیں کیونکہ وہ تعداد میں بہت تھوڑی ہیں اور باقی زبان نے صدیوں کے انقلابات کے باعث بہت کچھ تبدیلی پیدا کرلی ہے۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ لفظ پرجنیا نے لتھونین زبان میں پناہ حاصل کی ہے۔ لتھونیا میں سپاہی لوگ ابتک بھی بارش کے لئے پرارتھنا پائی جاتی ہے جو کہ رگ وید کی پرارتھنا سے جو میں نے آپ کے سامنے پیش کی ہے چنداں مختلف نہیں ہے لیتھونیا میں رعد کے دیوتا کو پرکیونا کہتے ہیں۔ قدیمی پرشیا کی زبان میں رعد پرکیونس کہتے ہیں۔ لیٹش زبان میں آجتک پرکنس کے معنی رعد اور بجلی کا دیوتا ہیں۔ یہ واضح رہے کہ گ اور ک باہم تبدیل ہو جاتے ہیں۔ مسٹر گرم نے سب سے پہلے لفظ پرجنیا کو قدیمی سلونک پیرن پولنڈ کے لفظ پایورن بوہیما کے پیران کے ساتھ مشابہ ظاہر کیا ہے +

ڈیراسکی اور دوسروں نے اس کی دہاتو "پیرڈ" نکالی ہے جس کے
معنی ہیں "میں مارتا ہوں"۔ چنانچہ گرم کہتا ہے کہ پرکیونا۔ پرکانس
اور پرکیوناس جو کہ لتھونین۔ لٹیش اور قدیمی پرشیا کے الفاظ تھے
اور مارڈوینا کا لفظ "پارگیوبی" جو رعد کا دیوتا سمجھا جاتا تھا سب لفظ
پرجنیا سے نکلے ہیں۔ سائمیس گروناجس نے ۱۵۲۱ء میں اپنی
تاریخ کو مکمل کیا۔ کہتا ہے کہ قدیمی پرشیا کے لوگ تین دیوتاؤں
کو مانتے تھے یعنی پٹولو۔ پیٹرمپو اور پرکیونی [illegible] کو
بارش کے لئے اواہن کیا کرتے تھے اور [illegible] بجلی اور
کڑک نقصان نہ پہنچاوے اور وقت پہ بارش ہووے۔ ایسا ہی
استھونین لوگ اگر [illegible] تھے مگر [illegible] کے
باشندے ان پر بھی ایسا اثر پڑا اور [illegible] وہ اپنے رعد کے
دیوتا کے سامنے کرتے ہیں وہ [illegible] لوگوں کی پرارتھنا سے
بالکل مشابہ ہے جو اپنے کھیتوں کی سرسبزی اور بارش کیواسطے
اپنے دیوتا سے کرتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو پرارتھنا
آریہ لوگ دریائے سندھ کے کنارے پر آج سے ۳ ہزار
برس پیشتر کیا کرتے تھے اور اپنے بجلی کے دیوتا کا اواہن کرتے
ہیں وہی پرارتھنا ان کے بھائی بند لتھونیا میں اپنے ہمراہ لیگئے
اور آج سے دو سو برس پہلے تک وہ اس طرح اپنے دیوتا کے
سامنے کرتے رہے اور آریہ ورت کا پرجنیا دیوتا قدیمی سلونک
زبان کی تمام شاخوں میں ذرا سی لفظی تبدیلی کے ساتھ برابر پایا
جاتا ہے +

جب اس قسم کے الفاظ ہمیں اپنے قدیمی اباواجداد کیساتھ
ملاتے ہیں اور ویدا کے تہمیدہ کا نقشہ سامنے لاتے ہیں تو ایسا
معلوم ہوتا ہے گویا کہ قدیمی مومیائی نے خون نے جوش مارا ہے
بلکہ مصر کے قدیمی بت ہمارے ساتھ بات چیت کرنے لگے ہیں۔

نئی سائنس کی کرنوں سے متاثر ہو کر پُرانے الفاظ اب سر نو زندہ ہو رہے ہیں۔ دیوتاؤں اور بہادروں کے قدیمی ناموں میں پھر جان پڑنے لگی ہے۔ تمام جو کچھ پُرانا ہے وہ اب نیا اور تازہ ہو رہا ہے۔ ایک لفظ پرجنیا ہی ہمیں ایک ایسی گپھا یا جھونپڑی کا پتہ بتلاتا ہے جسمیں آریہ نسل کے باپ دادے ہمارے بزرگ بود و باش رکھتے تھے خواہ ہم بحیرہ بالٹک کے ساحل پر ہوں اور خواہ بحیرہ ہند پر لیکن سب ملکر پرجنیا کی مشک سے پانی لیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے۔ او پرجنیا ذرا ٹھہر جا تو نے ہماری طرف مینہ بھیجا ہے تو نے جنگلوں کو قابل گذر بنا دیا ہے اور پودوں کو نشوونما دی ہے تو نے انسانوں کی پرستش حاصل کی ہے"

اب ہم نے تیسری قسم کے دیوتاؤں کو دیکھنا ہے زمین اور آسمان کے دیوتاؤں کے علاوہ نہایت ہی بلند آسمان کے دیوتا جو کہ ہوا اور بادل کے دیوتاؤں سے زیادہ پھرتیلے اور انسانی آنکھ سے زیادہ دور ہیں اور ہوا اور زمین کے دیوتاؤں کی نسبت اپنی طاقت میں زیادہ مخفی ہیں ان میں سے خاص دیوتا چمکیلا آسمان (قدیمی دیاس) ہے جسکو آریہ لوگ نقل مکانی سے پہلے سب ملکر پرستش کیا کرتے تھے یونانی میں زیس اٹلی میں جو پیٹر اور ٹیوٹن زبانوں میں ٹاڑ اور ٹیو کہتے ہیں۔ ویدوں میں پایا جاتا ہے کہ زمین کے ساتھ ہی اس کو دیاوا پرتھوی بلا کر ہی اواہن کیا جاتا ہے لیکن کئی مقامات پر اس کی بجائے اندر دیوتا کا نام بھی آتا ہے۔

نہایت ہی بلند آسمان کا دوسرا قائم مقام "ورن" ہے۔ جو کہ "ور" دہاتو سے نکلا ہے جس کے معنی ڈہانپنے کے ہیں یونانی زبان کے لفظ اورانس کے مشابہ ہے یہ دیوتا ہندو دماغ کی نہایت ہی دلچسپ اختراع ہے۔ یہ دیوتا تمام دنیا کی نگہبانی کرتا ہے برے کام کرنے والوں کو سزا دیتا ہے اور جو اس سے معافی مانگتے ہیں وہ ان کے گناہ بخش دیتا ہے چنانچہ حسب ذیل رچا اس کیطرف مخاطب

کرکے لکھی گئی ہے (رگوید منڈل ۲ - منتر ۲۸)

ورن دیوتا کے متعلق رچا

(۱)۔ اے ورن ہم تیری سیوا کرتی مناسب کر سمجھیں کیونکہ ہم ہر وقت تیرا دھیان کرتے ہیں تیری ہی استتی کرتے ہیں اور روزمرہ جس طرح کہ پراتہ کال ہون کنڈ میں آگ روشن کرتے ہیں تیری استتی کرتے ہیں۔

(۲)۔ اے ورن تو ہمارا رہبر ہے ہمیں اپنی حفاظت میں رکھ تو جو بہادروں میں بڑا دولتمند ہے اور ہر جگہ تیری ہی استتی ہوتی ہے تو آدتی کا اجات پتر ہے ہمیں اپنا متر بنانا سویکار کر۔

(۳)۔ آدتیہ جو حاکم ہے اس نے ان دریاؤں کو بھیجا وہ ورن کی آگیا پر چلتے ہیں وہ نہ تھکتے ہیں نہ ٹھہرتے ہیں وہ ہر جگہ تیری سے مثل پرند کے پرواز کرتے ہیں اے ورن میرے پاپوں کو مجھ سے دور کر جس طرح قیدی کے پاؤں سے بیڑیاں کاٹی جاتی ہیں ہم تیری آگیا پالن کرنے والی اولاد پیدا کریں گے۔ جبکہ میں اپنا گیت بناتا ہوں تو اس کی سوت کو نہ کاٹ اور وقت پہ کام ختم کرنے میں ہماری سہائتا کر۔

اے ورن مجھ سے ہمیشہ رحمت کر۔ اے سچے راجا تو مجھ پر دیا کر کہ جس طرح کہ بچھڑے سے رسی الگ کی جاوے ایسا ہی مجھ سے گناہوں کو دور کر۔ اے ورن تیرے بنا تو میں آنکھ کی جھپک کا بھی مالک نہیں ہوں۔ اے ورن ان شستروں سے ہم کو نہ مار جن سے تو پاپیوں کا ناش کرتا ہے۔ ہمیں وہاں نہ بھیج جہاں روشنی معدوم ہو چکی ہے۔ ہمارے دشمنوں کو منتشر کر کہ ہم آرام سے زندہ رہ سکیں اے ورن ہم نے تیری استتی کی اور کر رہے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے کیونکہ تیرے تو اٹل ہیں میرے تمام پاپوں کو جو میں نے کئے ہیں ہم سے دور کر اور مجھے ان کاموں کے لئے سزا نہ دے جو

کے ساتھ زمین - ہوا اور آسمان کے دیوتاؤں سے قدیمی مذہبی اور
داستانی خزانہ ویدک آریوں کا پُر ہے - تاہم آرین خیالات کے
پرانے مجموعہ میں جس کو ہم داستانوں کے نام سے پکارتے ہیں
سورج کی بڑی اعلیٰ حیثیت ظاہر کرتے ہیں جیساکہ ہمارے اپنے
خیالات میں اب بھی پائی جاتی ہے جسے ہم صبح کہتے ہیں - قدیمی
آریہ سورج یا نورکا تڑکا کہا کرتے تھے جس کو ہم دوپہر - شام اور
رات کہتے ہیں اور جسے ہم موسم بہار اور سردی کہتے ہیں جسے
ہم سال - وقت اور زندگی بلکہ ابدیت کہتے ہیں - قدیمی آریہ ان
سب کو سورج کے نام سے تعبیر کرتے تھے - دانا لوگ بڑی حیرت سے
کہتے ہیں کہ قدیمی آریہ لوگ کیسے عالی دماغ تھے کہ سورج کے
بارہ میں اس قسم کا علم رکھتے تھے - ہمارا ہر ایک کرسمس نمبر جو
اخباروں کا ہوتا ہے - وہ بھی شمسی داستانوں سے پُر ہوتا ہے اس
لئے اگر کہیں اب زمانہ سلف کی داستانوں میں سورج یا نورکا تڑکا
صبح یا رات وغیرہ مختلف ناموں کو پاویں تو گھبرا دین نہیں - جو
لوگ قدیم علم داستان کا مقابلہ کرتے ہوئے ہر ایک چیز کو شمسی خیال
میں تبدیل کرتے ہیں - میں نے ان کے برخلاف سخت اعتراض کئے
ہیں لیکن اگر کوئی دلیل اس نئی سائنس کے خلاف پاتا ہوں تو میں
سمجھتا ہوں کہ جس طرح انٹی پوڈیز کے برخلاف چند صدیاں پہلے
دلائل پیش کیجاتی تھیں وہی حالت اس مسئلہ کی ہے - لوگ اُس
زمانہ میں کہا کرتے تھے کہ بھلا کبھی انٹی پوڈیز ہو سکتے ہیں - اس
طرح تو انسان سر کے بل زمین پر گر پڑیں - تب علم ہئیت کے
جاننے والوں کا جواب ہُوا کرتا تھا - تم خود جاکر دیکھ لو یہی جواب
نکتہ چینوں کو میری طرف سے سمجھیں یعنی پہلے ویدوں کو پڑھو اور
پہلا منڈل ختم کرنے سے پہلے ہی تم قائل ہو جاؤ گے - کہ سورج کے
متعلق روایات ہندوستان اٹلی اور یونان وغیرہ میں یکساں ہیں بس

ہم اُن پرارتھناؤں اور منتروں سے جو رگ وید میں برابر چلے آتے ہیں۔
پاتے ہیں۔ کہ کتنے دیوتا اس زمانہ میں موجود سمجھے جاتے تھے۔ کس
طرح تمام دنیا اُن سے آباد تھی اور قدرت کا ہر ایک کرشمہ خواہ زمین
پر کرہ ہوائی میں یا آسمان پہ ہوتا۔ ان کے ساتھ ہی منسوب کیا جاتا تھا
جب ہم کہتے تھے کہ بجلی کڑکتی ہے اس سے یہ مفہوم ہوتا تھا کہ اندر
دیوتا گرجتا ہے۔ جب ہم کہتے تھے بارش ہوتی ہے تو مراد یہ تھی کہ
پرجنیا دیوتا برسا رہا ہے جب ہم کہتے تھے کہ نور کا تڑکا ہوا تو اس کے یہ
معنی ہوتے کہ خوبصورت عشا ایک رقاص کیطرح اپنا شاہانہ جلوہ
دکھلا رہی ہے۔ جب ہم کہتے تھے اندھیرا ہو رہا ہے تو اس کا یہ معنی تھا
کہ سورج دیوتا اپنے گھوڑوں کو کھولتا ہے اور اُن کی زین اُتارتا ہے
رشیوں کے واسطے تمام قدرتی نظارہ جاندار تھا دیوتاؤں کا وجود ہر جگہ
سمجھا جاتا تھا اس سے لوگوں کے اخلاق پر بڑا بھاری اثر پڑتا تھا کیونکہ
لوگ اپنے دیوتاؤں کے روبرو ان پاپوں کے کرنے سے خائف
اور شرمندہ ہوتے تھے جو لوگوں کے روبرو کرنے سے ذرا نہیں جھجکتے
چنانچہ ورن کے بارہ میں ایک رشی کہتا ہے۔ ورن جو تمام کرات
کا بڑا سوامی ہے اس طرح دیکھتا ہے گویا وہ ہمارے پاس کھڑا
ہے۔ خواہ کئی منش کھڑے ہیں۔ سیر کرتے ہیں۔ یا کوئی لیٹتا ہے۔
اٹھتا ہے یا کہیں دو آدمی ملکر بات چیت کرتے ہیں مہاراجا ورن سب
سب کچھ معلوم کر لیتا ہے وہ تیسرے آدمی کی طرح وہاں موجود ہے
یہ زمین بھی ورن کی ہے اور یہ بڑا آسمان آخیر سرے تک ورن
کا ہے۔ دو سمندر یعنی اکاش اور ساگر ورن کی کمر بند ہیں۔ وہ پانی
کے چھوٹے سے قطرہ میں بھی موجود ہے اگر کوئی آدمی آسمان سے بھی
پرے بھاگ جاوے تو وہ راجہ ورن سے بچ نہیں سکتا۔ اس کے
جاسوس آسمان سے اس دنیا کی طرف آتے ہیں اور ہزاروں آنکھوں
کے ساتھ اس دنیا کو دیکھتے ہیں ورن زمین اور آسمان کے درمیان

اور اس سے بھی پرے جو کچھ ہو رہا ہے سب کچھ دیکھتا ہے وہ آدمیوں کی آنکھ کی جھپک تک گن لیتا ہے جس طرح کہ کھلاڑی قرعہ پھینکتا ہے وہ تمام اشیاء کا فیصلہ کرتا ہے تیرے مہلک پھندے جو کہ ۷ ۱۱ میں جھوٹ بولنے والے کو پھنسا لیتے ہیں اور راستبازوں کے قریب سے گذر جاتے ہیں (اتھر وید ۱۶/۴)

اپ دیکھتے ہیں یہ کیسا سندر اور سچا کلام ہے تاہم ہم جانتے ہیں کہ ورن کوئی دیوتا نہیں تھا یہ صرف ایک نام ہے جس کے اصلی معنی ڈھانپنے یا مشاہدہ کرنے کے ہیں جو کہ ستاروں والے آسمان کو منسوب کیا جاتا تھا۔ اور پھر رفتہ رفتہ خالق پرماتما کی طرف منسوب ہوا جو کہ ستاروں والے آسمان سے بھی پرے ہے جس طرح ورن کا میں نے بیان کیا ہے ٹھیک یہی حالت وید کے دوسرے دیوتوں کی ہے خواہ وہ تین ہیں یا ۳۳ یا ۳۳۳۹ یہ سب نام ہی نام ہیں جیسے جوپیٹر اپالو اور منروا جیسا کہ تمام مذاہب کے دیوتاؤں کے نام رکھے ہوئے ہیں۔

اگر کوئی شخص ہندوستان میں ویدک زمانہ میں یا یونان میں پرکلس کے زمانہ میں ایسے خیالات ظاہر کرتا وہ سقراط کی طرح کافر یا ناستک پکارا جاتا لیکن صاف بات یہ ہے کہ ویدوں کے کئی رشیوں نے اور ویدانت کے فلاسفروں نے بھی ایسے ہی خیالات ظاہر کئے ہیں۔

ہمیں یہ فقرہ احتیاط سے استعمال کرنا چاہئے کہ یہ صرف نام ہی ہیں کوئی نام محض نام ہی نہیں ہے ہر ایک نام کی کچھ نہ کچھ اصلیت ضرور ہوتی ہے چونکہ اکثر ناموں سے پورا مطلب ظاہر نہ ہو سکتا تھا اس لئے وہ کمزور یا خشک نام ہی رہ گیا ویدک دیوتے بھی دراصل اس وجود کو ظاہر کرتے تھے جو کہ سب سے پرے ہے جو کہ دکھلائی دینے والی اشیاء کے پیچھے نہ دکھلائی دینے والا

ہے - لامحدود - پرماتما - ہر جگہ موجود اور طاقت کل ہے وہ اُس بات
کی تشریح ہرگز نہ کر سکتے تھے جو اویکت یعنی تشریح سے پرے
ہے - ان تمام ناکامیوں کے باوجود وہ قدیمی بدھیانوں اور رشیوں
کے خیال اور دل سے کبھی دور نہ ہوا بلکہ ہمیشہ اس کے نئے اور
پہلے سے اچھے نام رکھے جاتے رہے اور اب بھی اس کے نام نئے
رکھے جاتے ہیں اور جب تک دنیا قائم ہے اس کے نت نئے نام رکھے
جاویں گے ۔
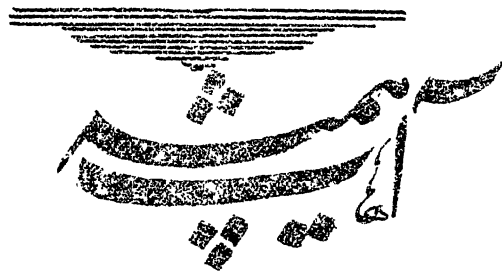
وید اور ویدانت

اب مجھے آخری لیکچر کا کچھ حصہ اس امر کے جواب دینے میں صرف کرنا پڑے گا کہ کس طرح ویدک علم ادب مسلسل طور پر مرتب ہوا اور برابر محفوظ چلا آیا جبکہ ہندوستان میں ۵۰۰ برس قبل عیسوی علم تحریر موجود نہیں تھا حالانکہ رگوید کی بعض رچائیں ۱۵۰۰ برس قبل مسیح پائی جاتی ہیں۔ علم ادب کے ودوان لوگ قدرتاً پوچھتے ہیں کہ رگ وید کے سب سے پرانے نسخے کی کونسی تاریخ ہے اور اس بات کی کیا شہادت ہے جس سے ان کی اس قدر قدامت پائی جاتی ہے میں جہاں اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کرونگا ساتھ ہی اس بات کا اقبال بھی کروں گا کہ رگوید کا سب سے پرانا صحیفہ جوکہ اس وقت ہمیں معلوم ہے ۱۵۰۰ قبل عیسوی سے شروع نہیں ہوتا بلکہ ۱۵۰۰ برس سنہ عیسوی سے شروع ہوتا ہے اس لئے ۳۰۰۰ برس کا درمیان میں تفاوت ہے۔ جس کے پورا کرنے کے لئے بڑی زبردست شہادت کی ضرورت ہے لیکن صرف یہی نہیں۔ آپ کو معلوم رہے کہ اس صدی کے شروع میں جبکہ ہومر کی نظم کا زمانہ زیر بحث تھا ایک فاضل جرمن نامی فریڈرک اگسٹ ولف نے دو ضروری سوال دریافت کئے تھے۔ (۱) پہلے پہل کب اہل یونان حروف ہجی سے واقف

ہوئے اور عام میناروں۔ سکوں۔ ڈہالوں پر نصب کرتے اور معابدہ میں بطور رنج اور رفاہ عام کے استعمال کرتے تھے۔

(۲)۔ کب اہل یونان نے علمی مقاصد کے لئے تحریر کے استعمال کا دچار کیا اور کس قسم کا مصالحہ اس کام کے لئے انہوں نے استعمال کیا ان سوالات اور ان کے جوابات نے یونانی علم ادب تاریک زمانہ پر نئی روشنی ڈالی یونان کی قدیم تاریخ میں یہ امر مسلمہ ہے کہ آیونین لوگوں سے اہل فنشیا نے حروف تہجی سیکھے ہے۔ ایونیا کے لوگ ہمیشہ اپنے حروف اہل فنشیا کے حروف کہکر پکارا کرتے تھے اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اہل فنشیا نے ایشیا کوچک میں ایونین لوگوں کو حروف ہتجی سکھلائے ہوں گے کچھ تو تجارتی مقاصد کے لئے اور کچھ انہیں اس قابل بنانے کے لئے کہ وہ ان چھوٹے مفید نقشجات کو استعمال کرسکیں جنہیں پری پلس کہتے تھے جوکہ اس زمانہ میں جہاز رانوں کے لئے بہت کارآمد ہوتے تھے۔ لیکن پھر بھی تحریری علم ادب تک پہونچنے کے لئے بہت راستہ طے کرنا ہے یہ عام بات ہے کہ شمالی اہل جرمن قبروں۔ صراحیوں۔ عام یادگاروں پر حروف کندہ کرنے کے لئے (Rum) رکھتے جیسے نہ کہ علمی مقاصد کے واسطے بلکہ اگر اہل ایونیا نے ماٹلٹس اور دیگر پولیٹیکل اور تجارتی زندگی کے صدر مقامات میں تحریر کا ہنر سیکھا تو اس کے لئے مطالعہ کہاں سے حاصل کیا ہوگا اور زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ پڑھنے والے کہاں سے دستیاب ہوئے ہوں گے۔ اہل ایونیا نے جب لکھنا شروع کیا تو وہ چمڑے کے ٹکڑے پر جسے ڈیپتھورا کہتے تھے گزارہ کیا کرتے تھے اور جب تک انہوں نے اسے گتے کی طرح تیار نہ کرلیا تب تک تصنیف کا کام شروع نہیں ہوا ہوگا۔ ۶۰۰ برس قبل مسیح انہوں نے لکھنا شروع کیا اور خواہ اس کے برخلاف کچھ رائے کیوں نہ ظاہر کی جاوے۔ ولف کی رائے بالکل ٹھیک ہے

تعجب ہے کہ عرصہ مدید تک کسی نے ان سوالات پر غور نہیں کیا نتیجہ یہ ہوا کہ قدیمی سنسکرت علم ادب کو سلسلہ ترتیبی سے ہٹا کر کسی ترتیب میں لانا بہت دشوار ہو گیا۔ میں یہاں چند واقعات پیش کرنا چاہتا ہوں

تین سو برس قبل مسیح سے پہلے کوئی کتبے ہندوستان میں نہیں پائے جاتے یہ کتبے بھی بدھ مت والوں کے ہیں جو راجہ اشوک کے عہد سلطنت میں نصب کئے گئے تھے۔ جس کے دربار میں مجستھینز شاہ سلوکس کا ایلچی پاٹلی پتر میں رہا ہے۔ فی الواقع راجہ اشوک جس نے اپنی عظیم الشان سلطنت کے کئی حصص میں یہ کتبے نصب کئے اس نے ۲۵۹ سے ۲۲۲ برس قبل مسیح تک حکومت کی۔ یہ کتبے دو قسم کے حروف تہجی میں پائے جاتے ہیں۔ ایک قسم کے تو دائیں طرف سے بائیں طرف کو لکھے ہوئے پائے جاتے ہیں جو کہ آرمینیا کے حروف تہجی (یعنی سمٹک لوگوں کے) معلوم دیتے ہیں اور دوسری قسم کے بائیں طرف سے دائیں طرف جو کہ سمٹک حروف تہجی کی نقل ہے اور ہندوستان کی زبانوں کے مطابق حال ہے۔ دوسری قسم کے حروف تہجی ہندوستان کی تمام زبانوں کے ماخذ بنے ایسا ہی دیگر چند زبانوں کے ماخذ بنے جو بدھ مت کے اپدیشک ہندوستان کی حدود سے باہر لے گئے۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ ابتدائی تمام حروف تہجی سمٹک سے نکلے ہوں۔ جس نے کہ ہندوستان کی زبانوں کو فائدہ پہونچایا ✤

پس اس سے یہ امر تو صاف ہو گیا کہ یادگار داشت بذریعہ تحریر کرنا ہندوستان میں تیسری صدی قبل مسیح سے پہلے نامعلوم تھا لیکن تجارتی مقاصد کے لئے فن تحریر اس سے پہلے معلوم تھا

میجستھنز کا یہ لکھنا بالکل ٹھیک ہے کہ اہل ہند حروف کو نہیں جانتے تھے ان کے قوانین تحریر شدہ نہین تھے۔ اور کہ وہ اپنی قوت یادداشت کے ذریعہ ہی عدالت کیا کرتے تھے۔ لیکن نیارکس امیرالبحر سکندر اعظم جو ہندوستان میں ۳۲۵ برس قبل مسیح آیا اور ہند کے بندرگاہوں کے سوداگروں سے میل جول کرتا رہا۔ وہ لکھتا ہے کہ ہندوستانی لوگ کپاس کو خوب کوٹ کر اس پہ لکھا کرتے تھے۔ یہ تجارتی دستاویزات اور معاہدے جو فنشیا یا مصر کے کپتانوں سے کیا کرتے تھے اس سے بالکل ثابت نہین ہوتا کہ اس وقت ہندوستان میں علم ادب کے لئے بھی تحریر کام میں لائی جاتی تھی*

درحقیقت نیارکس کی وہی رائے ہے جو میجستھنیز نے اس کے بعد ظاہر کی کہ ہندوستان میں دہرم شاستر کی باتیں تحریر شدہ نہیں ہوتی تھیں ایسا ہی یونانی سیاح بھی بیان کرتے ہیں کہ ہندوستان میں میلوں کے پتھر اور مویشیوں کو شمار کرنے کیلئے خاص نشانات ہوتے تھے اس سے پایا جاتا ہے کہ اگرچہ فن تحریر ہند میں سکندر کی فتوحات کے زمانہ سے پہلے پہنچ چکا تھا۔ مگر علمی مقاصد کیلئے اسکا استعمال بہت پرانے زمانہ کا نہیں پایا جاتا۔ لیکن ہمیں پھر ایک اور عجیب واقعہ سامنے آتا ہے کہ ویدک علم ادب اپنے تینوں مشہور زمانوں میں (یعنی منتر برہمن) اور سوتروں کا زمانہ) ۱۰۰۰ برس قبل مسیح موجود تھا۔ اب ید یا صرف رگوید جیسیں کہ دس رچائیں پائی جاتی ہیں اور اور کئی دیوتاؤں کے نام سے منتر ہیں ان میں ۱۰۲۸ چھند ۱۰۵۸۰ منتر اور ۱۵۳۸۲۶ شبد ہیں۔ اس قدر وسیع نظم کس طرح مرتب ہوئی ان کے بحر بالکل مکمل ہیں اور کس طرح ۱۵۰۰ برس قبل مسیح سے ۵۰۰ برس سنہ عیسوی تک مسلسل برابر چلے آئے ہیں۔ اور زمانہ تک برابر چلے آتے ہیں۔ جبکہ ہمارے گئی نہایت ہی اعلے قلمی نسخے تحریر ہوئے میں کہوں گا حفظ یادداشت کے ذریعے سے

میگستھنیز کا یہ لکھنا بالکل ٹھیک ہے کہ اہل ہند حروف کو نہیں جانتے تھے ان کے قوانین تحریر شدہ نہیں تھے۔ اور کہ وہ اپنی قوت یادداشت کے ذریعہ ہی عدالت کیا کرتے تھے۔ لیکن نیارکس امیرالبحر سکندر اعظم جو ہندوستان میں ۳۲۵ برس قبل مسیح آیا اور ہند کے بندرگاہوں کے سوداگروں سے میل جول کرتا رہا۔ وہ لکھتا ہے کہ ہندوستانی لوگ کپاس کو خوب کوٹ کر اس پہ لکھا کرتے تھے۔ یہ تجارتی دستاویزات اور معاہدے جو فنشیا یا مصر کے کپتانوں سے کیا کرتے تھے اس سے بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ اس وقت ہندوستان میں علم ادب کے لئے بھی تحریر کام میں لائی جاتی تھی*

درحقیقت نیارکس کی وہی رائے ہے جو میگستھنیز نے اس کے بعد ظاہر کی کہ ہندوستان میں دھرم شاستر کی باتیں تحریر شدہ نہیں ہوتی تھیں ایسا ہی یونانی سیاح بھی بیان کرتے ہیں کہ ہندوستان میں میلوں کے پتھر اور مویشیوں کو شمار کرنے کیلئے خاص نشانات ہوتے تھے اس سے پایا جاتا ہے کہ اگرچہ فن تحریر ہند میں سکندر کی فتوحات کے زمانہ سے پہلے پہنچ چکا تھا۔ مگر علمی مقاصد کیلئے اسکا استعمال بہت پرانے زمانہ کا نہیں پایا جاتا۔ لیکن ہمیں پھر ایک اور عجیب واقعہ سامنے آتا ہے کہ ویدک علم ادب اپنے تینوں مشہور زمانوں میں (یعنی منتر برہمن) اور سوتروں کا زمانہ) ۱۰۰۰ برس قبل مسیح موجود تھا۔ اب صرف رگوید جس میں کہ دس رچائیں پائی جاتی ہیں اور دور کئی دیوتاؤں کے نام سے منتر ہیں ان میں ۱۰۲۸ چھند ۱۰۵۸۰ منتر اور ۱۵۳۸۲۶ شبد ہیں۔ اس قدر وسیع نظم کس طرح مرتب ہوئی ان کے بحر بالکل مکمل ہیں اور کس طرح ۱۵۰۰ برس قبل مسیح سے ۵۰۰ برس سنہ عیسوی تک مسلسل برابر چلے آئے ہیں۔ اور زمانہ تک برابر چلے آئے ہیں۔ جبکہ ہمارے کئی نہایت ہی اعلےٰ قلمی نسخے تحریر ہوئے میں کہوں گا محض یادداشت کے ذریعے سے

(۵) چھند (۶) ویاکرن (۷) کلپ (۸) جوتش (۹) نگھنٹو (۱۰) نرکت۔ ان دس کتابوں میں ۳۰ ہزار سطریں ہیں اور ہر ایک سطر میں ۳۲ شبد ہیں ہر ایک طالب علم روزانہ ۸ گھنٹے مطالعہ کرتا ہے سوائے ایام تعطیلات کے (جنہیں اناد ہیات کہتے ہیں) سال کے ۳۶۰ دن بلحاظ چاند کے سمجھے جاتے ہیں پس ۸ سال میں ۲۸۸۰ دن ہوئے ۳۸۴ تعطیلات منہا کرنے سے ۲۴۹۶ دن باقی رہتے ہیں۔ جب کہ طالب علم ان کتب کو پڑھتے ہیں۔ پس اگر آپ ان ۳۰ ہزار سطروں کو ۲۴۹۶ پر تقسیم کریں تو گویا روزانہ ۱۲ سطریں طالب علم کو یاد کرنی پڑتی ہیں۔ اگرچہ بہت وقت دُہرانے اور ابھیاس کرنے میں لگ جاتا ہے۔ یہ حالت اب تک توبرابر چلی آتی ہے۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ شاید یہ حالت عرصہ تک قائم نہ رہے میں ہمیشہ اپنے ہندوستانی دوستوں اور بالخصوص انہیں جو جلدی سول سروس پاس کر کے ہندوستان میں اعلےٰ عہدہ پر مامور ہونگے۔ نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو سکے بجائے کتب کے زندہ لائبریری (مراد وید کے حافظوں سے ہے) سے سیکھیں۔ میرا یقین ہے۔ جب شروتریوں کی نسل معدوم ہو جاوے گی۔ تو بہت سا سنسکرت علم بھی صفحہ ہستی سے اٹھ جاوے گا۔

آؤ ہم تھوڑا سا پچھلی اوستھا کی طرف بھی نگاہ ڈالیں۔ آج سے ایک ہزار برس پہلے ایک چینی سیاح نامی اِتسنگ جو بدھ مذہب کا پیرو کار تھا۔ ہندوستان میں سنسکرت ودیا سیکھنے کے لئے آیا تاکہ وہ اپنے پاک مذہب کی پستکوں کو سنسکرت سے چینی بھاشا میں ترجمہ کرے۔ سنہ ۶۷۱ء میں چین سے آیا اور سنہ ۶۷۳ء میں تامرلپتی شہر میں پہنچا۔ اور نالندہ کے مہا ودیالہ اور جوگی واڑہ میں سنسکرت مطالعہ کرنے کے لئے قیام پذیر ہوا۔ سنہ ۶۹۵ء میں چین کو واپس لوٹا اور سنہ ۷۱۳ء میں وہاں جا کر فوت ہوا۔ وہ اپنی ایک کتاب میں جو اب تک چینی زبان میں ملتی ہے وہ اس میں حالات قلمبند کرتا ہے جو اسنے نہ صرف اپنے ہم مذہب بدھوں کے دیکھے۔ بلکہ برہمنوں کے حالات بھی درج کرتا ہے۔ بدھ مذہب کے مشنریوں کی بابت وہ لکھتا ہے کہ جب وہ پندرہ اصولوں کو یاد کر لیتے ہیں انہیں ماتری کیتا نپتک کے چارسو شلوک پڑھائے جاتے ہیں اور لیند اسی کو بھی

کے ۱۵۰۰ مزید شلوک حفظ کرائے جاتے ہیں۔ اسکے بعد وہ اپنی متبرک کتابوں کے سوتر پڑھنا شروع کرتے ہیں اور جاتک مالا کو ازبر کرتے ہیں جس میں مہاتما بدھ کے پچھلے جنموں کا ورتانت ہے بحر جنوبی کے بارہ میں وہ تحریر کرتا ہے کہ وہاں دس جزیرے ہیں یہاں پوجاری اور مقلد لوگ سب جاتک مالا کو حفظ کرتے ہیں۔ جسطرح کہ مندرجہ بالا شلوکوں کو حفظ کرتے ہیں ابھی تک چینی بھاشا میں ان کا ترجمہ نہیں ہوا‘‘ وہ آگے چل کر بیان کرتا ہے کہ ان روایات میں سے ایک کو راجہ کنیر پانے منظومہ کرایا اور اسے باجہ پر گایا گیا اور عام لوگوں کے روبرو اس کا کھیل کرایا گیا گویا کہ بدھ مذہب کا ایک اندرونی حالات کا ناٹک تھا۔ اسکے بعد اتسنگ ہند کے طریق تعلیم کا حال بیان کرتا ہے ’’بچے ۴۹ حروف ۱۰۰۰۰ مرکب الفاظ سیکھتے ہیں۔ جبکہ وہ چھ برس کے ہوتے ہیں اور عام طور پر چھ ماہ میں ختم کر لیتے ہیں گویا یہ تین سو شلوکوں کے برابر ہیں ہر ایک شلوک میں ۳۲ شبد ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے مہیشور نے اسطرح سکھلانا شروع کیا تھا۔ ۸ برس کی عمر میں لڑکے پانی کا ویاکرن شروع کرتے ہیں ۸ ماہ میں اسے ختم کر لیتے ہیں اس میں ایک ہزار سوتر ہیں۔ اس کے بعد دہاتو پاٹھ ۳ کھِل جن میں ایک ہزار شلوک ہیں یاد کرنے پڑتے ہیں۔ جبکہ لڑکا دس سال کا ہوتا ہے تو وہ ۳ کھِلوں کو پڑھنا شروع کرتا ہے اور ۳ سال میں ختم کرتا ہے پندرہویں سال مہا بھاش شروع کیا جاتا ہے جو پانچ سال میں ختم ہو جاتا ہے۔ آگے چلکر اتسنگ اپنے اہل وطن کو نصیحت کرتا ہے۔ جو ہندوستان میں سنسکرت پڑھنے آئے۔ لیکن نامکمل حالت میں پڑھکر واپس چلے گئے کہ جو چینی طالب علم ہندوستان میں جاکر ودیا پڑھنا چاہیں وہ پہلے ویاکرن کو پڑھیں اسکے بعد دیگر مضامین کا مطالعہ کریں ورنہ وہ اپنی محنت کو رائیگاں کرینگے۔ یہ پستکیں ازبر کرنی پڑتی ہیں لیکن یہ تو ان لوگوں کے لئے ضروری ہے جو اعلےٰ درجہ کے ودوان بننا چاہیں۔ انہیں رات دن لگاتار محنت کرنی چاہیئے۔ ایک منٹ بھی سستی میں ضائع نہیں کرنا چاہیئے انہیں ’’سونشی‘‘ کی طرح محنتی بننا چاہیئے جو ایک کتاب کو سو دفعہ پڑھا کرتا تھا۔ تب وہ اخیر میں ایک تمثیل دے کر ختم کرتا ہے کہ بیل کے بال ہزاروں شمار کئے جاتے ہیں۔ مگر گینڈے کا سینگ ایک ہی ہوا کرتا ہے اسکے بعد وہ ہندوستانی

طلباء کے دماغ اور قوت حافظہ کی تعریف کرتا ہے۔ کہ اس قسم کے طالب علم ضخیم کتابوں کے مضمون کو صرف ایک دفعہ پڑھنے سے ازبر کر لیتے ہیں۔ آگے چلکر برہمنوں کے بارہ میں حسب ذیل خیالات پیش کرتا ہے:" برہمن ہندوستان کے پانچوں حصوں میں نہائیت ہی معزز خیال کئے جاتے ہیں۔ وہ باقی تین ذاتوں کے ساتھ ملتے جلتے نہیں ہیں۔ اور دوسری ملی جلی ذاتوں کے لوگوں سے زیادہ الگ اور دور رہتے ہیں یہ لوگ اپنی دھارمک پستکوں (مراد وید سے ہے) کی بڑی قدر کرتے ہیں جن میں ایک لاکھ منتر ہیں۔ وید دست بدست ایک کے منہ سے دوسرے کے منہ تک برابر پہونچتے رہے ہیں۔ وہ کاغذوں پر لکھے ہوئے نہیں ہیں۔ ہر ایک زمانہ میں بعض ایسے ذہین برہمن پائے جاتے ہیں۔ جو لاکھ منتروں کو زبانی سنا سکتے ہیں۔ میں نے ایسے آدمی بچشم خود دیکھے ہیں"۔ آپ کے سامنے یہ چشم دید شہادت ہے جسنے ساتویں صدی عیسوی میں سنسکرت پڑھنے کی خاطر ہندوستان کی سیر کی اور مختلف بیت العلوم میں اپنی زندگی کے ۲۰ سال خرچ کئے۔ جس نے کہنی سنائی باتوں پر یقین نہیں کیا۔ بلکہ خود ہندوستان میں آیا چھپے ہوئے علم ادب سے واقف تھا۔ اور تاہم وہ کہتا ہے کہ وید کاغذ پر لکھے ہوئے نہیں ہیں۔ بلکہ ایک منہ سے دوسرے منہ تک زبانی پہونچائے جاتے ہیں۔ مگر اتسنگ کے ساتھ میرا اتفاق رائے نہیں ہے۔ بہر حال ہمیں اسکی رائے سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ اس وقت ہند میں سنسکرت کا کوئی قلمی نسخہ موجود نہیں تھا۔ ہمیں معلوم ہے کہ ۱۰۰۰ برس سنہ عیسوی میں سنسکرت کے قلمی نسخے ہند سے چین میں پہونچے اور وہاں اس کے ترجمے کئے گئے۔ اس لئے نہائیت ہی اغلب ہے کہ ویدوں کے قلمی نسخے بھی اس وقت ہند میں موجود ہوں۔ لیکن اتسنگ کا خیال بھی راستی پر مبنی تھا۔ کہ یہ قلمی نسخے طالب علم لوگ استعمال نہیں کیا کرتے تھے اور کہ وہ ویدوں کو زبانی کنٹھ کیا کرتے تھے اور یہ سدہ گرو سے پڑھا کرتے تھے۔ بعد کی سمرتیوں میں ان لوگوں کے لئے سخت سزائیں درج ہیں جو کہ ویدوں کی نقل کریں۔ یا کتاب سے دیکھکر کنٹھ کریں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ اسوقت قلمی نسخے موجود تھے۔ مگر برہمنوں کو ایسے نسخوں کا موجود ہونا ناگوار تھا۔ کیونکہ وہی لوگ

ہو بدپڑھانے کے مستحق تھے۔ اگر ہم الفنسٹن کے واقعات سے ایک ہزار سال اور بھی پیچھے قدم رکھیں تو ہمیں پرانی ساکھا (۵۰۰ برس قبل مسیح کی فراہم شدہ کتاب) میں یہ شہادت ملتی ہے۔ کہ دوج لڑکے ۸ سال گرو کے گھر رہکر ویدوں کو ازبر کیا کرتے تھے۔ اس قدر قدیم زمانہ میں بھی یہ طریقۂ تعلیم مکمل تھا اور اس زمانہ میں لوگ کتاب پتھرا۔ وصلی۔ کاغذ۔ قلم دوات کا نام نشان تک بھی نہیں جانتے تھے۔ بلکہ علم ادب تمام زبانی اور زبان زد خلائق روائیتوں کے ذریعہ پشت بہ پشت اور سینہ بسینہ پہونچتا چلا آتا تھا۔ میں کئی دفعہ ظاہر کرچکا ہوں کہ جبکہ علم تحریر نہیں تھا۔ تو بہت کچھ نظم ونثر اسوقت آریہ ورت کے طالبعلموں کے دماغ کے اندر علم ادب کی شکل میں موجود تھی تاہم ہم دیکھتے ہیں کہ نئی تہذیب کے دریافت سے پہلے اُن لوگوں نے اپنی ذاتی کوشش سے ایسی باتوں کو حاصل کیا جو ہمارے لئے باوجود نئے سہل طریقے نکلنے کے بھی قریباً ناممکن معلوم ہوتا ہے یہ لوگ جنہیں وحشی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پتھروں کو تراشتے تھے۔ لکڑیاں رگڑ کر آگ نکالتے تھے۔ جہانکہ آج کل کے ہاتھ سے کام کرنے والے کا دماغ نہیں پہونچ سکتا تو کیا ہم کبھی خیال کرسکتے ہیں کہ ان لوگوں کے پاس اپنے بھجنوں اور منتروں کو محفوظ رکھنے کے لئے کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ جس سے وہ اپنے دیوتاؤں کو خوش کرتے۔ آسمان سے بارش لاتے اور اُن کے ذریعے فتوحات حاصل کرتے تھے۔ اگر آپ ولیم وائیٹ گل کی کتاب "پالن الشیا میں وحشیانہ زندگی کے تاریخی واقعات" کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ کس طرح وحشی لوگ بھی اپنے زمانہ سلف کے بہادروں۔ بادشاہوں اور دیوتاؤں کے کارنامے محفوظ رکھتے ہیں خاصکر جب کہ بعض خاندانوں کی عزت یا شرافت کا انحصار بھی ایسے گیتوں پر ہے یا انہیں جاگیریں بھی اسی وجہ سے عنایت ہوتی ہیں نہ صرف ویدک رشی ہی اپنے منتروں کو یاد کرتے تھے۔ بلکہ درود لوگ بھی قدیم زمانہ میں آئین حفظ کیا کرتے تھے۔ بعض تو اپنی زندگی کے ۲۰ سال حفظ کرنے میں صرف کر دیتے تھے۔ انہیں تحریر میں لانا پاپ سمجھتے تھے۔ بعینہ جس طرح ہم ہندوستان میں دیکھتے ہیں ؂

اب میں پھر ایک دفعہ ویدوں کی تاریخ قدامت کے سوال کی طرف لوٹتا ہوں۔ ہم نے اب تک یہ ثابت کیا ہے کہ وید ہمارے زمانہ سے پہلے اتسنگ کے وقت میں جو ساتویں صدی عیسوی میں گزرا ہے موجود تھے اور پراتی ساکھیا کے زمانہ تک جو ۵۰۰ برس قبل مسیح ہُوا ہے اس زمانہ میں بھی موجود تھے۔ اُس زمانہ میں بدھ مذہب کا عروج شروع ہُوا جو کہ ویدک دھرم کے کھنڈرات پر تعمیر ہُوا اور جسکی بنیاد یہ تھی کہ وید الشیور کرت نہیں ہیں۔

اسلئے جو کچھ ویدک علم ادب میں موجود ہے وہ بُدھ مذہب کے آغاز سے پہلے زمانہ میں ہی واقعہ ہُوا ہوگا۔ اگر میں آپ پر یہ ظاہر کروں کہ ویدک علم ادب کے تین زمانے ہیں جن میں سے تیسرا دوسرے سے پہلے کا اور دوسرا پہلے سے پہلے کا ہے اور پہلا زمانہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت ویدوں کی رچائیں اکٹھی کی گئیں اور خاص ترتیب میں مرتب کی گئیں۔ تو آپ میرے ساتھ اتفاق کرینگے کہ وید نہائت ہی قدیمی زمانہ کے نہیں ہیں۔ بلکہ واقعات کا لحاظ کرتے ہوئے ویدوں کے مطالعہ کرنے والے اسی نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ یہ وید منتر ۱۵۰۰ برس قبل مسیح سے پہلے کے نہیں ہیں۔

ایک امر واقعہ کا مکرر ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ آپ کے دل سے یہ تعصب (یا خیال غلط) بھی دور ہو جاوے۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ سب سے قدیم کتبے جو ہندوستان میں دریافت ہوئے ہیں وہ راجہ اشوک کے زمانہ کے ہیں۔ ان کتبوں کی زبان نہ تو ویدک سنسکرت ہے نہ ہی برہمنوں یا سوتروں کی سنسکرت۔ یہ کتبے اُس زمانہ کی عام بول چال میں لکھے ہوئے ہیں یہ مقامی بولیاں گرامر والی سنسکرت سے ایسے ہی مختلف ہیں جیسے اٹلی زبان لاطینی سے اس سے پایا جاتا ہے کہ ویدوں کی پراچین سنسکرت ۳ سو برس قبل مسیح بولی جاتی بند ہو چکی تھی نہ ہی لوگ پرانی سنسکرت کو سمجھ سکتے تھے۔ اسلئے جب بدھ مذہب کو عروج ہُوا اسوقت سنسکرت زبان بولی جاتی بند ہو چکی تھی اسلئے قدیمی ویدک زبان کا جوبن بدھ مذہب کی تعلیم سے بہت پہلے کا ہے۔ کیونکہ وہ اگرچہ خود تو ویدک سنسکرت جانتا تھا

نمرا نپے حواریوں کو یہی نصیحت کرتا تھا کہ وہ لوگوں کی اپنی اپنی بھاشا میں سدھانتوں کا پرچار کریں تاکہ عام لوگ ان کے پرچار سے لابھہ اُٹھا سکیں +

ویدوں میں تین قسم کے مذہب ہیں جو بمنزلہ تین میخوں کے ہیں جو کسی گرج میں گاڑ دی جاویں - اُن کے گاڑنے والے کوئی (شاعر) پیغمبر اور فیلسوف ہیں - یہاں بھی آپ ان تینوں قسم کے کام کرنے والوں کی جیرکاری کو دیکھیں ہم نے محض سخت قاعدوں - ناقابل فہم رسومات یا قصے کہانیوں کو ہی نہیں دیکھنا - بلکہ معلوم کرنا ہے کہ کس طرح انسانی دماغ تمام وحشیانہ پن سے نکل کر تدریج سنجیدگی اور انسانیت کے مکمل معراج تک پہونچتا ہے - باقی تمام مذہبی کتب سے زیادہ خصوصیت کی بات ویدوں میں یہی پائی جاتی ہے - اس میں کچھ شک نہیں کہ ویدوں اور ویدک رسومات میں بہت باتیں ایسی ہیں جو نہایت ہی بیہودہ بھدی اور ناقابل فہم معلوم ہوتی ہیں - لیکن کئی حالات میں ناموں اور شبدوں کا نشوونما - قدرتی حالت سے اعلیٰ قدرتی حالت تک اُنکا پہونچنا اور خاص شخصیت سے بڑھتے بڑھتے عام تک پہونچنا - اب تک سلسلہ جاری ہے - یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے وقت کی ترقی یافتہ اور دن بدن عروج پکڑنے والی زبان میں بھی ویدوں کے اعلیٰ خیالات کا ترجمہ کرنا مشکل بلکہ ناممکن سمجھتے ہیں + مثلاً ویدوں میں سب سے قدیمی لفظ جو دیوتا کے لئے آتا ہے وہ دیو ہے جیسے لاطینی میں دیوس کہتے ہیں - لغات سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیو کے معنی دیوتا کے ہیں - لیکن اگر ہم ویدک رچاؤں میں لفظ دیو کا ترجمہ ہمیشہ دیوتا کریں تو ہم ویدک رشیوں کے خیالات کو بالکل اُلٹ پلٹ کر دینگے +

میرا یہ مطلب نہیں کہ ہمارا خیال ایشور کے بارہ میں اصل خیال سے بالکل مختلف ہے جو لفظ دیو سے ظاہر ہوتا ہے - بلکہ یونانی اور رومن دیوتاؤں کا سروپ بھی ان خیالات کے ظاہر کرنے کے لئے غیر مکتفی ہے جو ویدک شبدوں میں پائے جاتے ہیں - دیو کے لغوی معنی "چمکیلے" کے ہیں - یہ لفظ ہمیشہ آسمان - ستاروں سورج - دن - نور کا تڑکا - موسم بہار - دریاؤں اور زمین کے لئے استعمال کیا جاتا تھا - جب کوئی رشی اُن تمام اشیاء کو ایک لفظ میں ظاہر کرنا چاہتا تھا

تو وہ ان سب کو "دیو" کہکر پکارتا تھا۔ اسلیئے لفظ دیو کے معنے صرف چمکیلے کے نہ رہے۔ بلکہ اس نام میں تمام وہ صفات مشتمل ہو گئیں جو آسمان آفتاب اور صبح میں پائی جاتی ہیں*

یہاں آپ نے دیکھ لیا کہ کس طرح نہایت ہی سادہ طریق سے دیو کے معنے چمکیلے سے متبدل ہو کر آسمان۔ مہربان۔ طاقتور۔ نہ دکھلائی دینے والا۔ اور امر بنگئے۔ اور آخرکار یونانیوں کے دیو اور روما کے ڈائی کی طرح ہو گئے اس طریق سے ویدوں کے قدیمی مذہب میں قدرت مشاہدہ سے پرے ایک اور لوک بنگیا جس میں دیوا سروسوا اور آدیتہ آباد ہیں یہ تمام نام چمکیلے شمسی۔ آسمانی اور قدرت کی موسم بہار اور روزانہ گردشوں اور طاقتوں کے ہیں نیز تاریک بادلوں۔ رات کی طاقتوں یا سردی کی شکینوں کو جو نقصان پہونچانے والی ہیں بالکل خارج نہیں کرتے۔ انجام کار اپنے مخالف طاقتوں کو مغلوب کرتے ہیں

اب ہم ویدک مندر کی دوسری سیخ کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ جسکو زمانہ سلف کے رشی بھوت پریت اور پیتروں کا لوک پکارا کرتے تھے۔ ہندوستان میں ایک اور بہت قدیمی خیال تھا۔ جو کہ قدرتاً لوگوں کے دل میں اٹھا۔ یعنی جبکہ ماں باپ اس زندگی سے جدا ہو جاتے ہیں وہ پرلوک میں سدہارتے ہیں یا تو مشرق میں جاتے ہیں۔ جہاں سے تمام دیوتے آتے ہیں یا مغرب میں جہاں کہ یم لوگ کا استہان ہے۔ چونکہ یہ اُن لوگوں کا نتیجہ تھا کہ اُن کے مرے ہوئے بزرگ اگرچہ انہیں نظر نہیں آتے تھے۔ مگر ضرور کہیں نہ کہیں موجود تھے۔ اس لیئے انہوں نے پرلوک کا خیال قایم کیا۔ اور ایک نیا مذہبی خیال قایم کیا جو مرنے کے بعد بھی باپ داووں کی شکتی معدوم نہیں سمجھی جاتی تھی۔ قدیمی قانونوں اور خانگی رواجوں میں اُن کی موجودگی سخت محسوس کرتے تھے جن میں سے اکثر معاملات کا انحصار اُن کی مرضی اور اختیار پر چھوڑا جاتا تھا۔ جبکہ اُن کے بزرگ زندہ اور تنومند ہوتے۔ اُن کی رائے بمنزلہ قانون سمجھی جاتی تھی جب اُن کی موت کے بعد شکوک یا تنازعات قانون یا رواج کے معاملہ پر پیدا ہوتے تھے تو بزرگوں کی یاد داشت اور دوا کے ایسے جھگڑوں کے نپٹانے کے

سند سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ منوجی ادھیاے ۴ شلوک ۱۷۸ میں فرماتے ہیں
"جس مارگ پر تمہارے باپ دادے چلتے آئے ہیں۔ تم بھی نیک آدمیوں کے
ست مارگ پر چلو۔ ایسا کرنے سے تم غلطی نہیں کروگے" اس طرح سے پتر
اور پریت کا خیال پیدا ہوا۔ لفظ پتر کے معنی نہ صرف باپ دادے تک محدود
رہے بلکہ نہ دکھلائی دینے والے۔ مہربان سطح قنوار۔ امر۔ آسمانی وجود کے ہوگئے
بڑے تعجب کی بات ہے۔ کہ ہندوؤں کا یہ تاریخی دھارمک خیال نہ صرف
نظرانداز ہوگیا ہے بلکہ اب ایسے خیال کی موجودگی پر بھی شک کیا جاتا ہے۔
اسلئے میں زور سے کہتا ہوں کہ ہندوستان میں پتری یگ (مرے ہوئے
بزرگوں کی پوجا) کا خیال نہائیت ہی قدیم زمانہ سے زمانہ حال تک برابر چلا آتا ہے

مسٹر ہربرٹ سپنسر جنہے اس بات کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کی ہے کہ
پتروں کی پوجا تمام وحشی قوموں میں مذہب کا قدرتی عنصر ہے۔ نہایت ہی
زوردار الفاظ میں کہتا ہے "میں نے عموماً کہا ہوا دیکھا ہے۔ تمام گفتگو میں سنا
ہے۔ اور اب چھاپہ شدہ کتابوں میں پڑھا ہے۔ کہ کسی انڈو یورپین یا
یا سمٹک نسل نے مردہ بزرگوں کی پرستش کرنا اپنا دھرم قرار نہیں دیا"۔

میں سپنسر کی کلام پر تو اعتراض نہیں کرتا۔ لیکن بہرحال ایسے اہم مسئلہ
پر اسے کوئی سند یا حوالہ پیش کرنا چاہئے تھا۔ مجھے تو ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ جس
کسی نے کوئی مذہبی کتاب ہندوستان کی مطالعہ کی ہو وہ کبھی ایسی رائے کا
اظہار کرے۔ رگوید میں کئی منتر ایسے ہیں جن میں پتروں کو آوا ہن کیا گیا ہے
ایسا ہی برہمن گرنتھوں اور سوتروں میں پتروں کی پوجا کا مفصل ذکر موجود ہے
رزمیہ پستکیں سمرتیاں اور پران تمام ان حوالجات سے بھرپور ہیں۔ جن میں
پتروں کو پنڈ دئے جاتے ہیں۔ پس آریہ ورت کا تمام سماجک تانا قانون وراثت
و شادی کا انحصار پتری یگ کو مانتے ہیں اور با اینہمہ یہاں کہا جاتا ہے۔ کہ
کوئی انڈو یورپین قوم مردوں کی پوجا کرنا اپنا دھرم نہیں سمجھتی تھی۔ ایسا ہی
ایران۔ یونان اور رومن لوگوں میں کتنے بڑے شوق سے ایسے دیوتے پوجے
جاتے تھے۔ [illegible] بزرگوں کی پوجا [illegible] کیا جاتا تھا

منو سمرتی میں آیا ہے کہ اگر برہمن اپنے پتروں کو پنڈ دیتا ہے۔ تو یہ اہوتی دیوتاؤں کو پہونچتی ہے۔ جن لوگوں کو اتنا سک کھوج لگانے کا خیال ہے۔ وہ کبھی سپنسر کے ساتھ متفق الرائے نہیں ہو سکتے۔ میری رائے میں سپنسر کا یہ خیال ہوگا کہ ویدوں کے بعض مطالعہ کرنے والے اسبات کو تسلیم نہیں کرتے کہ پتروں کی پوجا کرنا ہی کسی انڈو یورپی قوم کا قطعی اور کلیہ دھرم تھا۔ یہ حالت تو ہر ایک مذہب میں پائی جاتی ہے۔ اسلئے اس بارہ میں جن لوگوں کو علم سرشت انسانی کے مطالعہ کرنے کا شوق ہو انہیں ویدوں سے بڑھکر کہیں اور مصالحہ نہیں مل سکے گا۔

ویدوں میں پتروں کا اواہن دیوتاؤں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ لیکن دونوں میں اختلاف اور جدائیگی ظاہر ہے۔ یہ دونوں اپنا اپنا الگ آغاز (اور اصلیت) رکھتے ہیں اور انسانی دماغ کی دو مختلف نوعیں ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ رگوید میں ایک پرارتھنا ہے "پرماتما کرے کہ نور کا تڑکا (صبح صادق) میری رکھشا کرے۔ بہنے والے دریا میری حفاظت کریں۔ بڑے پربت میری نگرانی کریں اور ستر لوک دیوتاؤں کے اواہن کرنے میں میری رکھشا کریں"۔ یہاں صاف ظاہر ہے کہ پتر لوک کے تڑکے۔ دریاؤں اور پہاڑوں سے بالکل مختلف ہیں۔ اگرچہ وہ ایک مشترکہ دیوا ہوتی میں یا دیوتاؤں کے اواہن کرنے میں شامل ہیں۔ ہمیں ابتدا سے ہی دو قسم کے پتروں میں امتیاز کرنی چاہئے۔ ایک تو بہت دور کے پتر ہیں جن کا نام بھی خاندان میں فراموش ہو جاتا ہے۔ دوسرے نزدیکی یعنی جنہیں مرے ہوئے تھوڑا سماں گزرا ہے۔ جو کہ ذاتی طور پر یاد ہیں۔ جن کی بہت عزت کی جاتی ہے قدیمی آباؤ اجداد تو دیوتاؤں کے درجے تک پہونچ جاتے ہیں۔ عموماً ان کی نسبت ظاہر کیا جاتا ہے کہ وہ یم لوک میں چلے گئے ہیں اور دیوتاؤں کے ساتھ مل کر وابس کرتے ہیں۔ بعض جگہ پر آتا ہے کہ برہما پتا سورگ لوک میں ہیں اور پتامہا آسمان میں ہیں اور پتر زمین پر۔ اول الذکر آدیتہ کے ساتھ دوسرے رودرا در تیسرے وسو کے ساتھ ملکر رہتے ہیں یہ تمام رشیوں کے اپنے خیالات ہیں۔

بعض دفعہ تو "یم" کو بھی پتر کی طرح اواہن کیا جاتا ہے جو کہ سب سے پہلے پتروں کے راستہ پر چلا اور مغرب میں چھپا گیا۔ تاہم اس کی دیوتوں والی

سرشت کبھی گم نہیں ہوئی۔ غروب ہونے والے سورج کی طرح وہ دیوتوں کا سرگروہ ہے۔ جو شانتی اور آرام کے منشوں کو دے زمین پر ملتے ہیں۔ وہ ان پتروں کے ذریعے سے ہی پراپت ہوئے ہیں۔ جنہوں نے پہلے پرتھوی پر بھوگے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے یگ کئے۔ اور اُن سے پہل پراپت کئے۔ بلکہ قدرت کے بڑے بڑے واقعات مثلاً سورج کا نکلنا۔ دن کی روشنی۔ رات کی تاریکی لبسا اوقات اُن سے ہی منسوب کئے جاتے تھے۔ اور اُن کی اُستتی کی جاتی تھی کہ وہ رات کی تاریکی کو دُور کرکے روشنی لاتے ہیں اور گنؤ (دن) کو پیدا کرتے ہیں۔ نیز ان کی اُستتی اسلئے بھی کی جاتی تھی۔ کہ وہ رات کو تاروں سے مُنوّر کرتے ہیں۔ مگر بعد کے زمانہ کی تحریروں سے پایا جاتا ہے۔ کہ ستارے ان نیک پرشوں کی روشنی ہیں جو سورگ لوک میں داخل ہوتے ہیں۔ اس قسم کے خیالات ایرانی۔ یونانی اور رومالوگوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ وید میں پتروں کو سیتہ بدہی مان۔ نیک۔ کوی (شاعر) پتی کرت (رہنما) اور سوم عنیشر اپادہیوں سے نامزد کیا گیا ہے۔ (نوٹ سوم ایک قسم کا رس ہوتا تھا۔ جسے ویدک رشی استعمال کرتے تھے جو امرت کا کام دیتا تھا۔ اب وہ دستیاب نہیں ہوتا) عموماً بھرگو۔ انگرہ اور اتھروان خاندانوں کے پتریوں کا اداہن کیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ آکر گھاس پر بیٹھیں۔ اور اُس بلی دان کو گرہن کریں جو اُن کے واسطے وہاں رکھا جاتا ہے۔ پتری یگ کا نام بھی وید میں آیا ہے۔ چنانچہ رگوید کی ایک رچا میں حسب ذیل منتر ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یگ میں اپنے پتروں کا اداہن کیا کرتے تھے (۱) سوم رس کی اچھیشا کرنے والے ہمارے پتر (کنشٹ۔ اتم اور مدہم) سب اُٹھیں۔ ہمارے بھدر اور نیک پتر جو نپر جیوت (از سر نو زندہ) ہوئے ہیں ان اداہنوں میں ہماری رکھشا کریں۔ (۲) ہماری یہ اہوتی ہمارے اُن پتروں کے واسطے ہو جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں خواہ وہ اب آسمان پر رہتے ہوں یا پرتھوی پر یا دیگر پوتر لوکوں میں نواس کرتے ہوں (۳) میں نے بدہی متی پتروں کو اداہن کیا ہے وہ شیگھر یہاں آویں اور گھاس پر بیٹھکر ہماری اہوتیوں سے اپنا بھاگ (حصہ) گرہن کریں۔ اسے پتر وتم

جو گھاس پر بیٹھے ہو یہاں آؤ اور ہماری سہائتا کرو۔ ہم نے یہ اہوتیاں تمہارے لئے طیار کی ہیں۔ آپ انہیں سویکار کرو۔ نہایت ہی برکت دینے والی رکھشا ہم پر کرو۔ ہمیں اروگتا اور دہن دیجئے۔ (۵) سوم رس چاہنے والے پتروں کو یہاں اواہن کیا گیا ہے۔ تاکہ وہ آکر اپنا بھوجن کھاویں۔ جو اُن کے لئے گھاس پر رکھا ہؤا ہے۔ وہ سمیپ آویں اور آکر سُنیں۔ ہمیں اشیرباد دیں اور ہماری رکشا کریں
(۶) اپنے گھٹنے جُھکا کر میری دائیں طرف بیٹھو۔ اور تمام اس یگ کو سویکار کرو پترو۔ ہمارے اپرادہوں کے لئے جو ہم نے آپ کے ورودھ کئے ہوں ہمیں ڈنڈ مت دو کیونکہ ہم منش ہیں۔

(۷) جب تم مشفق کی گود میں بیٹھتے ہو تو فیاض منشوں کو دہن دو۔ اپنے پتروں کو دہن دان کرو۔ ہمیں بل دیجئے۔

(۸) "ہم" منتر کے سمان ہمارے بلدان کو سویکار کرے ہمارے سوم رس کے چاہنے والے پتروں۔ وششٹوں کے ساتھ جنہوں نے سوم رس طیار کیا ہے شریک ہوئے

(۹) اے اگنی ان بدھی مان اور صادق پتروں کے ساتھ آؤ جو چولھے کے نزدیک بیٹھنا پسند کرتے ہیں جو سخت بیقرار تھے۔ جبکہ وہ دیوتاؤں کے ابھلاشی تھے جو یگ کرنا جانتے تھے۔ اور اپنے گیتوں کے ساتھ بڑی اُستتی کیا کرتے تھے۔

(۱۰) اے اگنی اُن قدیم پتروں کے ساتھ آؤ جو چولہے کے سمیپ بیٹھنا پسند کرتے ہیں جو ہمیشہ دیوتاؤں کی اُستتی کرتے ہیں جو ہمارے بلدان کو اوپان کرتے ہیں اور اندر وغیرہ دیوتاؤں کے ساتھ مل کر رہتے ہیں۔

(۱۱) اے دیوتو تم جو اگنی سے جلائے گئے ہو آؤ یہاں اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ تم ہمارے مہربان رہنما ہو ہمارے بلدان کو کھاؤ جو ہم نے گھاس پر رکھا ہے۔ ہمیں دہن اور اتم سنتان دو۔

(۱۲) اے اگنی جات ویدہ۔ ہماری پرارتھنا پر تو نے بلدان کو سویکار کیا ہے پہلے ان کو میٹھا کر لیا ہے تو نے انہیں پتروں کو دیا ہے اور انہوں نے اپنے بھاگ پر نربھر کیا ہے اے دیوتا تو ہمارے بلدان کو بھی سویکار کر۔

(۱۳) جو پتر یہاں ہیں اور جو یہاں نہیں جن کو ہم جانتے ہیں اور جن کو ہم نہیں جانتے۔ اے جات وید آپ کو معلوم ہے کہ وہ کتنے ہیں سوادھشٹ بلیدان کو سویکار کرنا
(۱۴) اے راجن اُن منشوں کو جو آگ سے جلائے گئے یا نہیں جلائے گئے جو آسمان میں اپنے بھاگ کو لیکر پرسن ہوتے ہیں انکو وہی شریر پتر جنم میں دے جن کے لئے وہ ابھلاشی ہیں

علاوہ اس پرستش کے جو اِن ابتدائی بزرگوں کی ہوتی رہی ہے اُس تعظیم اور ادب کا بھی خیال کریں۔ جو ابتدائی زمانہ سے اولاد اپنے مرے ہوئے بزرگوں کے واسطے کرتی آئی ہے۔ جن رسومات یا یگوں میں اس قسم کے مذہبی خیالات ظاہر کئے جاتے تھے وہ عموماً خانگی ہوا کرتے تھے اور مقامی لحاظ سے مختلف ہوا کرتے تھے یہ بڑا مشکل ہے کہ یہاں اُن باریک اور مفصل و دھیوں سنسکاروں اور طریقوں کا تذکرہ کیا جاوے۔ جو اب تک برہمن گرنتھوں۔ گریہی سوتروں۔ سامیہ کارک سوتروں۔ دھرم شاستروں اور اُن کے بعد کے پستکوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان تمام کا مدعا مرے ہوؤں کی عزت کرنا ہوتا تھا۔ اسی قسم کی باریکیاں ہیں جو بلحاظ وقت۔ موسموں۔ یگوں۔ اہوتیوں۔ یگیہ پاتروں اور مختلف قسم کے برتنوں وغیرہ کے متعلق درج ہیں کہ ہمارے لئے اُن کا بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ یورپ کے فاضلوں نے اس قسم کے یگوں کے بارہ میں بہت کچھ لکھا ہے۔ ناٹمکر کالیک صاحب کے اعلیٰ مضامین ہندوؤں کے مذہبی رسوم جو ۱۸۷۸ء میں ایشیاٹک ریسرچز جلد ۵ میں شائع ہوئی تھی۔ لیکن جب ہم یہ سادہ سوال پوچھتے ہیں کہ کونسا خیال تھا جہاں سے کہ یہ بیرونی رسومات نکلیں اور انسانی دل کی کونسی خواہش تھی جو انہیں ایسا کرنے سے اطمینان دلاتی تھی ہمیں کہیں سے تسلی بخش جواب نہیں ملتا۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوستان بھر میں آجتک شرادھ کئے جاتے ہیں لیکن ہمیں معلوم ہے کہ کس طرح زمانہ حال کی رسومات اُن قاعدوں سے تبدیل ہو گئی ہیں جو قدیمی سوتروں میں درج ہیں اِن تذکرات سے جو زمانہ حال کے سیاحوں نے ہمارے تک پہنچائے ہیں صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی آدمی قدیمی رسومات کے مدعا کو نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ وہ

سنسکرت اور قدیمی سوتروں کا مطالعہ کرنے سے ہمیں مفصل طور پر معلوم ہے کہ کس طرح پنڈ بنائے جاتے تھے اور خیال کیا جاتا تھا کہ روحیں آکر بھوگ لگاتی ہیں کُشا کی کتنی ڈنڈیاں بنائی جاتی ہیں جن پر کہ وہ رکھے جاتے تھے۔ کتنی دیر تک اس ڈنڈی کو رکھنا چاہیئے اور کس طرف رکھنا چاہیئے۔ یہ تمام باتیں مفصل پائی جاتی ہیں۔ جن سے ہمیں ظاہرا کوئی سکھشا نہیں ملتی۔ ہم بعض ضروری باتیں جو ہمیں ایک صداقت پسند آدمی نہایت اعتبار سے مطالعہ کرتا ہے کے نظر انداز کی جاتی ہیں اور روایات کے ڈھیر معلوم ہوتی ہیں۔ اس معاملہ پر روشنی ڈالنے کے لئے ہمیں حسب ذیل یگوں میں امتیاز کرنا پڑتا ہے۔

(۱) پتری یگ جو پنچ مہا یگوں میں سے ایک ہے (۲) پنڈ پتری یگ جو کہ ہلال اور بدر (یعنی چاند کی پہلی اور پورن ماسی) یگوں کے جزو ہیں (۳) مرتک شرادھ جو کہ گرہستی کی مرتیو پر کیا جاتا ہے (۴) اگیپر (ریتی اور خیرات کی خاصتیں) جن کو شرادھ کہتے ہیں۔ جن پر بھوجن اور دان غریبوں کو دیا جاتا ہے۔ مرے ہوئے بزرگوں کی یادگار ہیں۔ شرادھ کا لفظ خاص کر اس آخری قسم کے متعلق ہے۔ لیکن دوسری اور تیسری قسم کے یگوں میں بھی عائد ہوتا ہے۔ کیونکہ شرادھ ان میں ایک نہایت ضروری جزو تھا۔ پتری یگ کا کرنا ہر ایک گرہستی کا روزانہ فرض ہے۔ اشولائن گرہیہ سوتر میں اس کا ذکر آتا ہے۔ جیسے دیو یگ دیوتاؤں کیلئے بھوت یگ حیوانوں کے لئے۔ پتری یگ۔ پتروں کے لئے۔ برہم یگ برہمنوں کے لئے۔ نر میدھ یگ عام شخصوں کو خیرات دینے کے لئے کئے جاتے تھے چنانچہ منوسمرتی ادھیاء ۳ شلوک ۷ میں درج ہے کہ ہر ایک گرہستی کو پانچ فرائض روزانہ ادا کرنے چاہیئے (۱) برہم یگ یعنی سوادھیائے کرنا۔ ویدوں کا پڑھنا پڑھانا۔ (۲) پتری یگ (پتروں کے نام پر پنڈ دینا) (۳) دیو یگ یعنی دیوتاؤں کے نام پر آہوتی ڈالنا (۴) بھوت یگ۔ حیوانوں کو بھوجن دینا (۵) منش (نر میدھ) یگ اتیتھیوں کی سیوا۔ روزانہ پتری یگ کا کرنا نہایت ہی سیدھا سادہ تھا۔ گرہستی کو اپنا جنیو دائیں شانہ سے پر رکھنا پڑتا ہے۔ چند آہوتیوں کا شیش بھاگ (بقیہ حصہ) دکھن کیطرف ڈالتے تھے۔ یہ پانچ یگ قدیم زمانہ میں ہر ایک انسان کا مقدم فرض تھے

ان کا تعلق روزانہ بھوجن کے ساتھ تھا۔ جب بھوجن طیار ہوتا قبل اسکے کہ گرہستی
خود اُسے کہائے پہلے کچھ دیوتاؤں کی بھینٹ دہرنا پڑتا ہے جیسے ویشنو دیو یگ
کہتے تھے۔ جن میں خاص دیوتے سوم۔ اگنی اور وسو دیو دہنونتری۔ پرجاپتی
دیا وا۔ پرتہوی اور سوشٹی کرت ہوتے تھے* اسطرح چاروں وشاؤں میں
دیوتوں کو اہوتیاں دینے کے بعد گرہستی کھلی ہوا دمیدان میں اہوتیاں
ڈالتا تھا جو کہ پشوؤں اور کیڑے پتنگ آدمی کے لئے ہوا کرتی تھیں۔ اسکے
بعد پتروں کا سمرن کرکے ان کے نام پر اہوتیاں ڈالتا پھر اتیتی کو بھوجن دیکر
اسکے بعد آپ بھوجن کرتا تھا۔ جب یہ کارروائی ختم ہو جاتی گرہستی پرا ستغفا کر لیتا
اور وید منتر بھی جو اُس نے پڑھے ہوتے تھے یاد کر لیتا تھا۔ تب وہ اپنے
ہمسایوں کے ساتھ [illegible] اور اتفاق کے ساتھ رہتا اور تمام پاپوں سے آزاد ہوتا
جو کہ بے پرواہی اور [illegible] ہی یگ برہمن گرنتھ
گرہیہ سوتروں۔ سامیہ کارک سوتروں اور دہرم شاستروں میں بھی روشن کیا
گیا ہے۔ چنانچہ راجندر لعل مترا نیتری اردھتیک کے دیباچہ صفحہ ۳۲ پر تحریر کرتے ہیں
کہ پکے برہمن آجتک برابر روزانہ پنچ یگ کرنا اپنا دہرم سمجھتے ہیں مگر عموماً دیوتوں
اور پتروں کے نام اہوتیاں دیتے ہیں بجائے وید پاٹھ کرنے کے صرف گایتری
منتر کا جپ کیا جاتا ہے۔ [illegible] یگ اور اتیتی یگ شاذ و نادر ہی کیا جاتا ہے
مگر اس [illegible] روزانہ پتر [illegible] پنڈ پتری یگ ہے جو کہ دہرم سمبندہی یگ کا
ایک حصہ ہے اور [illegible] خاص [illegible] قانون قدرت کے
نیم پور[illegible] انتظام [illegible] احترام کا [illegible] نکلنا اور غریب ہونا
ایسے باتیں [illegible] تشویش دلاتی ہیں۔ جن سے اہل
برہمانڈ [illegible] یہ لفظ [illegible] وچاروں کو
اتم [illegible] دل ہیں اس قسم کی پیدا ہوتی کہ وہ
[illegible] اس کی استتی کرتے ہوئے
[illegible] اہوتیاں دیتے [illegible] اپنے جیون کے
اندر [illegible] جب چاند گہنتی پر ہوتا تھا تو گرہستی کے دل میں خیال گزرتا

مرنے کے وقت بہت ہوا کرتے تھے یا جب کبھی اپنے کنبہ میں خوشی یا غمی
کے موقعہ پہ مرے ہوئے پتروں کی یادگار منائی جاتی تھی۔ اسلئے شرادھ کا لفظ
اُن تمام تشبیہ کرموں کے لئے عام ہوگیا جو کہ بزرگوں کی یادگار میں کئے
جاتے ہیں۔ اسلئے شرادھ نہ صرف ماتمی موقعہ پہ کئے جاتے ہیں۔ بلکہ اب خوشی
کے موقعہ پہ بھی کئے جاتے ہیں۔ جبکہ خاندان کے نام پر تحفے تحائف دیئے
جاتے ہیں۔ اس لئے پتروں کے نام پر محض پنڈ یا پانی دینا شرادھ کے
معنی نہیں ہیں۔ پتروں کے نام پر اہوتی دینا شرادھ ایک قسم کا چنہ (نشان)
تھا۔ لیکن اس کا نہائیت ہی ضروری عنصر وہ دان تھا۔ جو پتروں کی یادگار
میں دیا جاتا تھا۔ جسطرح کہ وسطی زمانہ میں عیسائیوں میں بھی دان کی
پرپاٹی خراب ہوگئی ایسا ہی یہاں بھی خیرات کی حالت بگڑی لیکن
ابتدا میں نیت اچھی تھی بصورت دوسروں کی بھلائی کی خواہش سے
اس قسم کا خیال اور عقیدہ قائم ہوا جو کہ مرتیو کے وقت بہ نسبت کسی اور
موقعہ کے زیادہ مضبوط ہوگیا۔ چونکہ ہم مرنے میں دنیا سے کچھ ساتھ نہیں لیجاتے
اسلئے ہمیں دنیا میں اپنی دنیوی چیزوں کا ٹھیک استعمال کرنا چاہئے
شرادھ کے موقعہ پہ برہمن یگیہ کی اگنی سمجھے جاتے تھے جس میں اہوتیاں
ڈالی جاتی تھیں۔ اگر ہم یہاں برہمن کا ترجمہ رتوج کریں تو ہم آسانی سے
سمجھ سکتے ہیں کہ کیوں پچھلے دنوں میں شرادھ کے برخلاف مضبوط خیالات
پیدا ہوئے۔ لیکن رتوج کے معنی برہمن کرنا بہت غلطی ہے۔ برہمن کیا بلحاظ
ذہنی لیاقت اور کیا بلحاظ مجلسی حالت کے اعلیٰ خاندان کے آدمی متصور
ہوتے تھے۔ وہ ہندوستان کی قدیم سوسائیٹی میں نہائیت ہی ضروری جزو
یا عنصر سمجھے جاتے تھے۔ چونکہ وہ دوسروں کے واسطے زندگی بسر کرتے تھے
اور دھن جمع کرنے یا کمانے کے کام میں دخل نہ دیتے تھے۔ یہ ایک مجلسی
اور مفید دھارمک فرض بن گیا۔ کہ ان کو باقی تمام لوگ ہر طرح سے بھوجن
آدر سے ستکار کریں اور ان کی وجہ معاش کا خوب انتظام کریں۔ اسلئے
بڑی احتیاط کی جاتی تھی کہ شرادھ کے موقعہ پہ دان وغیرہ ان لوگوں کو دیا جائے

جو نہ تو دوست ہوں نہ دشمن نہ ہی خاندان کے سمبندھی ہوں چنانچہ آلپستمبہ سوتر میں آتا ہے۔ اگر بھوجن شرادہ کے موقعہ پر شرادہ کرنے والے کے رشتہ دار کو کھلا یا جاوے تو وہ بھوت پریت کو ملتا ہے نہ کہ پتروں یا دیوتاؤں کو۔ اگرچہ ہم اسبات سے انکار نہیں کر سکتے کہ مابعد کے زمانہ میں شرادہ کا رواج بگڑ گیا لیکن باایں ہمہ میری رائے ہے کہ شرادہ کا رواج دانائی اور پوتر ارادہ پر مبنی ہے جو کہ ہند کے بدھی مان لوگوں نے اپنے دماغ سے نکالا تھا

اب ہم اشولائنی گرہی سوتر کے اُس سوتر کا مطالعہ کرتے ہیں جس میں پہلے پہل شرادہ کا ذکر آتا ہے جبکہ مرے ہوئے کی راکھ جمع کرکے کسی برتن میں رکھکر دفن کی جاتی تھی تو اسکے بعد شرادہ کیا جاتا تھا اس شرادہ کو ایکو دشٹ یا ذاتی کہتے تھے۔ کیونکہ یہ ایک آدمی کے واسطے کیا جاتا تھا نہ کہ تین پتروں یا تمام پتروں کے واسطے۔

اس شرادہ کا مدعا مرے ہوئے کو پتر کی پدوی تک پہونچانے کا تھا جو سال بھر برابر پنڈ دینے سے پہونچ سکتا تھا۔ آلپستمبہ کہتا ہے کہ مرے ہوئے رشتہ دار کا سال بھر روزانہ اور اسکے بعد ماہواری شرادہ کرنا چاہئے ورنہ بالکل نہیں کیونکہ اسکے بعد مرے ہوئے بزرگ باقاعدہ پتروں شرادہ میں شریک ہو جاتے ہیں۔ سکھشاتن بھی یہی بیان کرتا ہے یعنی کسی شخص کیلئے شرادہ کرنا ہو تو سال بھر تک رہتا ہے [illegible] ہو جاتا ہے۔ اور اسکی بجائے پتا مہا ہو جاتا ہے اور پتا پتا مہا ہو جاتا ہے اور جو سب سے پیچھے مرا ہے وہ پتا بنجاتا ہے۔ اسطرح تینوں پتر قائم رہتے ہیں اس کا نام سپنڈی کرن ہے۔ یعنی مرے ہوؤں کو پتر کے درجہ تک پہونچانا ہوتا ہے۔ گوبھلی بجائے ایک سال کے چھ ماہ میعاد بتلاتا ہے۔ بلکہ بعض مقامات پر صرف تین پکھش (یعنی ڈیڑھ ماہ) بتلاتا ہے بلکہ گوبھل اور سانکھہ کی رائے میں کسی شبھ اوسر پر سپنڈی کرن ہو سکتا ہے بعض دفعہ سپنڈن کے لئے سولہ شرادہ کرنے ضروری ہیں یعنی ہر ماہ میں ایک۔ دو ششماہی۔ ایک سب سے پہلے اور آخری سپنڈن شرادہ۔ لیکن یہاں بہت اختلاف ہے اگر سپنڈن سال

اختتام سے پہلے ادا نہ ہو تو سولہ شرادہ بجا رہتی ہر حال پورے کرنے پڑتے ہیں
جبکہ شرادہ ایک شخص اور سر پر کیا جاوے مثلاً پیدائش یا شادی کے موقعہ پر
اسوقت جو پتروں کا آواہن کیا جاتا ہے وہ پتا دادا پڑدادا پرپتامہا کا آواہن نہیں کیا
جاتا۔ جسکو بعض دفعہ اشرو مکھ کہتے ہیں۔ بلکہ وہ بزرگ جو ان سے پہلے ہو گزرے
ہیں جنہیں نندی مکھ یا خوش باش کہا جاتا ہے۔
چنانچہ کالبرک صاحب جس نے کہ زمانہ حال کے شرادہ پر ایک مدلل
اور عمدہ مضمون لکھا ہے۔ اس کی بھی قریباً یہی رائے ہے مرتکت سوبات
کا پہلا حصہ اپوتیول کے ذریعے مرے ہوئے کی لاش کو جلانے کے لئے پھر
اکٹھا کرنا ہوتا ہے دوسرے جزو کا ظاہری مدعا یہ ہے کہ اسکے سایہ کو دنیا سے اٹھایا
جاوے (جبکہ وہ ہندو عقائد کے مطابق جن بھوتوں کے درمیان گھومتا پھرتا رہتا ہے)
اور سورگ لوک تک پہونچایا جاوے اور پھر اسے دیوتا بنایا جاوے اور اپنے
بزرگوں میں ملایا جاوے۔ اس مطلب کو پورا کرنے کے لئے باقاعدہ طور پر مرتیو
کے دن کے بعد سے شرادہ جاری کرنا چاہئے۔ ۱۲ دوسرے شرادہ ۱۲ ماہ میں
یکے بعد دیگرے کئے جاویں۔ ڈیڑھ ماہ کے بعد پھر ماہتی شرادہ کیجاوے اسیطرح
ہر ششماہی اور سال کو بھی کرنا چاہئے اور جو رسم اسکے مرنے کے سال بعد ادا کی
جاتی ہے۔ اسے سپنڈن کہتے ہیں۔ اس سپنڈن شرادہ کے موقعہ پر جو اکودشٹ
شرادہ میں سب سے آخری ہے چار پنڈ مرے ہوئے کو اور اسکے تین پتروں
کو دیئے جاتے ہیں وہ مرے ہوئے کے نام پر کرنے کے بعد اسکے تین بھاگ
کئے جاتے ہیں اور باقی تین کے ساتھ اسے ملایا جاتا ہے جو حصہ کہا جاتا ہے
وہ اکثر مرے ہوئے کے نام پر دیا جاتا ہے اور ستر ادر باہمی لگا نلت کا کام
پورا اور مکمل ہو جاتا ہے۔ جب شرادہ کا یہ طریق ایک دفعہ شروع ہو گیا تو پھر بہت
جلد عام طور پر پھیل گیا۔ اسکے بعد جلدی ماہواری شرادہ کا رواج نہ صرف مرے
ہوئے آدمی کی یادگار میں قایم ہو گیا بلکہ لازمی طور پر پتری یگ کا جزو بن گیا اور
نہ صرف گرہستی کے لئے ضروری ہوا بلکہ دوسرے لوگوں کے لئے بھی۔ اور نہ صرف
تین اونچی ذاتوں کے لئے بلکہ شودروں کے لئے بھی بغیر وید منتر پڑھنے کے قرار

دیا گیا۔ اور نہ صرف نئے چاند کے دن بلکہ کسی اور دن بھی جبکہ موقع ملجائے
گو بھلی پنڈ پتری یگ کو بھی شرادہ کہکر پکارتا ہے اور نہاش کار کی رائے
ہے کہ اگر پنڈ نہ ہوں تو بھی برہمن کو بھوجن دینا چاہئے۔

تاہم یہ شرادہ اعلیٰ شرادہ سے جسکو انوہاریہ کہتے ہیں مختلف ہے۔ جو
اسکے بعد آتا ہے اور جسے پرواہن شرادہ کہتے ہیں۔ جو مشکلات کہیں پتروں
کے مختلط رسومات کی نوعیت کا خیال کرنے میں سامنے نظر آتی ہیں ایسی مشکلات
خود برہمنوں نے بھی محسوس کی ہیں چنانچہ شرادہ کلپ کے بہاشیہ میں بڑا
بھاری مباحثہ درج ہے۔ کندرکانت اور ترکالنکارتے رگھونندن کے
برخلاف سخت کلامی سے کام لیا ہے۔ اُن کے درمیان سوال یہ پیدا ہوتا
ہے کہ ان یگوں میں پردہان یگ کون ہے اور انگ کونسا ہے آخری نتیجہ
یہ ہے کہ پنڈ دان کرنا پردہان ہے جیسے پنڈ پتریگ میں بعض دفعہ برہمنوں
کو بھوجن دینا جیسا کہ نت شرادہ میں بعض دفعہ دونوں جیسے سپنڈی کرن
میں۔ اسلئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدیمی ہندوؤں کی زندگی میں کوئی دن بھی
ایسا نہیں گزرتا تھا۔ جبکہ وہ اپنے نزدیکی بزرگوں اور دور کے سمبندہیوں کو
سمرن نہ کرتے ہوں کچھ تو انہیں پنڈ دینے سے اور کچھ برہمنوں اور مستحق
آدمیوں کو خیرات کرنے سے۔ یہ دان پھل پھول۔ دودھ سے لے کر سونے
اور زیورات تک ہوا کرتے تھے۔ جن لوگوں کو شرادہ کرانے یا اس میں
امداد دینے کے لئے بلایا جاتا تھا۔ اُن کو بڑی اعلےٰ ضیافت دی جاتی
تھی اور زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ گوشت کا کھانا جو بعد کے سوتروں
میں منع کیا گیا ہے۔ ان ضیافتوں میں عام طور پر استعمال کیا جاتا تھا
بلکہ گائے کا مارنا اور کھانا تک جائز سمجھا جاتا تھا۔

اس سے ظاہر ہے کہ یہ شرادہ اگرچہ پتری یگ سے پیچھے شروع ہوئے
لیکن ہندوؤں کی زندگی کے ابتدائی حالات کو ظاہر کرتے ہیں اگرچہ ان یگوں
کی کریا میں بہت کچھ تغیر و تبدل ہو گیا ہے مگر انکی اصلی یا پوتر حالت بدستور قائم
ہے بلکہ آجکل بھی اگرچہ دیوتاؤں کی پوجا پر تحول لازماً پایا جاتا ہے۔ لیکن شرادہ کو

ابھی تک پوترا اور شبھ کارج سمجھا جاتا ہے۔ وہ عیسائیوں کی اشیائے ربانی کی مانند ہیں اور یہ امر واقعی درست ہے کہ اکثر ہندو مرتک شرادھ اور پتروں کی دوسری رسومات کو بڑی شردھا اور عزت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ میری رائے میں مرے ہوئے بزرگوں کی خدمات کا نہ کرنا اور بزرگوں کی یادگار نہ منانا ہمارے اپنے مذہب (ویدک دھرم) میں ایک بھاری نقص اور کمی ہے قریباً ہر ایک مذہب میں بزرگوں کی یادگار منانا ایک ہر دلعزیز اور مقبول شدہ یادگار کا نشان ہے جو کہ بزرگوں ماتا یا پتا کے نام پر کی جاتی ہے اگرچہ کئی ملکوں میں یہ رسومات توہمات پرستی تک پہنچ گئی ہیں۔ لیکن تاہم اُن کے اندر سچا وشواس بزرگوں کی یادگار کا موجود ہے جو کہ ہرگز مٹانا نہیں چاہئے ابتدائی زمانہ میں عیسائی لوگ اپنے مرے ہوئے بزرگوں کی روح کے لئے پرارتھنا کیا کرتے تھے اور جنوبی ممالک میں آل سینٹس اور آل سولز ڈے کو پرارتھنا تک من کی شانتی اور کامنا پوری کرنے کے لئے [illegible] کرتے ہیں۔ میری رائے میں ہر ایک مذہب میں ایسا ہونا چاہئے۔ ہم شمالی علاقے کے رہنے والے اس قسم کے رنج کا اظہار کرنے میں سنکوچ کرتے ہیں۔ نہ صرف [illegible] کے باشندوں کا عقیدہ راستی پر مبنی ہے کہ ہمارے پیارے بزرگوں کی روح [illegible] اگر ہم روزانہ پرارتھنا کرنے سے انہیں سنتوش نہ کریں یا انکی یادگاریں قائم نہ کر کے ان کرنے سے انکی ترپتی نہ کریں۔

نرنے سندھو میں بارہ قسم کے شرادھ درج ہیں (۱) نت شرادھ۔ روزانہ پتروں کے نام پنڈ دینا۔ جو انسان کہ کسی چیز کے دینے کی توفیق نہ رکھتا ہو وہ صرف پانی سے ہی کر سکتا ہے (وشنو پران صفحہ ۲۶۳)۔

(۲) نیمتک شرادھ جو گاہے گاہے کیا جاتا ہے جیسے ایکودشٹ یعنی اس آدمی کا شرادھ کرنا جو تھوڑے دنوں سے مرا ہو اور ابھی پتروں میں جا کر شامل نہ ہوا ہو

(۳) کامیہ شرادھ حسب مرضی خود کیا جاوے یا کسی خاص مطلب کے لئے کیا جائے۔

(۴) وردھی شرادھ جو کسی خوشی کے موقعہ پر مثلاً اشنان آدی کے موقعہ پر کیا جاتا ہے۔

(۵) سپنڈن شرادھ جبکہ مرا ہوا بزرگ پتروں میں جا کر ملجاوے اس شرادھ کیلئے

چار پاتر درکار ہوتے ہیں جو سرسوں اور ارگھ کے خوشبودار پانی سے پُر ہوتے ہیں
اور مرے ہوئے بزرگ کے برتن کو پتریوں کے برتن میں و شفتر شرادھ ڈالتے
ہیں۔ ایک طرح تو یہ ایکودشٹ شرادھ ہے اور نت شرادھ کی طرح کیا جاتا ہے
یہ شرادھ عورتوں کے لئے بھی کیا جاتا ہے دیاگو لک ادھیائے اشلوک ۲۵۴ سو
(۶) پاروَن شرادھ جو کہ پرب کے دن کیا جاتا ہے۔ یعنی ایکم۔ اشٹمی۔ چتردشی
اور پورن ماشی کے دن ٭
(۷) گوشٹی شرادھ جو دو والوں کے فائدہ کے لئے سبھا میں کیا جاتا ہے۔
(۸) شدھی شرادھ جو کسی پاپ کے پشچاتاپ کے لئے کیا جائے اور برہمنوں
کو بھوجن کھلایا جاوے یہ پرائشچت کا انگ ہے ٭
(۹) کرم انگ شرادھ جو کسی اور سنسکار کا حصہ ہو مثلاً سمسکار یا جات کرم سنسکار
کے موقعہ پر ٭
(۱۰) دیو شرادھ جو دیوتاؤں کے لئے کیا جاوے ٭
(۱۱) یاترا شرادھ جو سفر پر جاتے وقت یا صحیح وسلامت واپسی پر کیا جاتا ہے۔
(۱۲) نشپٹی شرادھ جو کہ اروگتا اور پراپتی دھن کے لئے کیا جاوے اسے
آدپ کاٹک بھی کہتے ہیں ٭
مگر ان میں سے خاص مشہور شرادھ چار قسم کے ہیں یعنی پروَن۔ ایکودشٹ
وردھی اور سپنڈن شرادھ خواہ اپنے استھان پر کیا جائے یا کسی الگ
اور پوتر استھان پر۔ چند خاص مقامات ہیں جو پتروں کے شرادھ کرنے کے لئے
پوتر اور مخصوص خیال کئے گئے ہیں اور یہ مختلف زبانوں میں تبدیل ہوئے ہیں
ہیں۔ مہابھارت میں حسب ذیل پوتر استھان درج ہیں "کروکھیتر" گیا۔ گنگا
سرسوتی۔ پربھاس اور پشکر۔ آدیہ پر اُن میں گیا کھیتر یا پنچ کوس کا
گیا سر بس ایک کوس کا۔ دیگر استھان شرادھ کرنے کے لئے اشتبہ خیال
کئے گئے ہیں اُن استھانوں کا مطالعہ کرنا جو شرادھ کرنے کے لئے پوتر یا اپوتر
ہیں آئندہ نسلوں کے لئے علم جغرافیہ کے لحاظ سے بہت مفید ہوگا۔
صاحب توفیق انسانوں کے لئے شرادھوں کی تعداد جو سال میں کئے جاویں

مختلف ہے لیکن ۹۶ شرادہ عموماً لوگ تسلیم کرتے ہیں مسٹر بورگنی صاحب دھرم سندھو (رسالہ ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی سنہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۲۴) کے ترجمہ میں اس طرح شمار کرتا ہے *

۱۲ اکیم یعنی ہر چاند کی پہلی تتھی کو۔ ۴ یگ اور ۱۴ منونتر یعنے ہر ایک منونتر اور یگ کے پہلے دن۔ ۱۲۔ کرانتی یعنی سوریہ کی ہر ایک راس کے دن۔ ۱۲ دھرتی یعنی مہینے کے اُس روز جبکہ چاند اور سورج ایک ہی خط میں بالمقابل ہوں ۱۵ مہالیہ جو بھادر وپد کے مہینہ میں چاند کے سال کے اختتام پر یگ اور جہتک رسومات کی جاتی ہیں۔ ۱۳ پات جبکہ سورج اور چاند ایک دوسرے کے مخالف سمت میں ہوں۔ یہ مہینہ وکرم آدیتہ کے سال کا آخری ہے اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ سالباہن کے سال کو مانتے تھے وہ بھی وکرمادیتہ سال کے اختتام پر شرادہ کرتے تھے۔ ۵ اشٹک جو سال کے پانچ ماہ کے آٹھویں دن کئے جاتے ہیں ۵۔ انوشٹک جو سال کے پانچ ماہ کے نویں دن کئے جاتے ہیں۔ پانچ پوروید یہ جو سال کے پانچ ماہ کے ساتویں دن کئے جاتے ہیں چنانچہ ایک شلوک میں اس طرح مختصر طور پر لکھا ہے

[illegible]
मन्वहकं तु पूर्वेद्युः [illegible] प्रकीर्तिताः॥

یہ خیال رہے کہ بقول کالبرک مختلف رشیوں کے سدھانت بلحاظ وقت اور تعداد شرادہ مختلف ہیں *

ستو سمرتی میں پتریوں پر شردہا اور اُن کی پوجا کے نیم بہت پیچیدہ ہو گئے ہیں پہلے پتروں پر اور پیچھے دیوتاؤں پر ورشواش کا خیال پیدا ہوا *

لیکن تاہم ایک اور پرلوک ہے جس کا ذکر ہندوستان کے قدیم مذہب میں پایا جاتا ہے سوائے دیولوک اور پتری لوک کے ایک اور لوک بھی ہے جسکے بغیر ہندوستان کا قدیمی ویدک مذہب موجودہ حالت میں نہوتا تمیرے پرلوک کا نام رشی لوگوں نے رت (یعنی سیدھا مارگ) رکھا تھا جسکے معنے میری رائے میں سیدھی لکیر کے ہیں۔ اس کا اطلاق قونون قدرت (سرشٹی نیم) کے تمام نیم پورو ک کاموں پر ہے مثلاً وہ نیم جن سے کہ موسمیں اپنے نیم انوسار آتی ہیں وہ نیم جسکے انوسار روزانہ گردش دن و رات یا سورج کی ہوتی ہے ہم اسے سرشٹی نیم کے نام سے پکارتے ہیں اور جب اس کا اطلاق اخلاقی دنیا پر کرتے ہیں تو اسکے لئے اخلاقی قانون کا ذکر کرنا پڑتا ہے جس پر ہماری زندگی کا انحصار ہے یعنی ست اور ریکیتی (ترک) کا اٹل نیم یا جس کہ انسان باطنی اور بیرونی دونہامیں نیک بن جاتا ہے۔ جس طرح کہ قدرت کی طرف سوچ وچار کی نگاہ کرنے سے پہلے چمکیلے دیوتوں کا خیال پیدا ہوا اور آخر کار پرماتما کا خیال گزرا ٹھیک جسطرح ہمارے والدین کی محبت رحم میں تبدیل ہوئی۔ اسی طرح سچائی کا خیال انسان کی بیرونی اور اندرونی دونہامیں پایا جاتا ہے یہ گویا کہ ضمیر کی آواز ہے جو انسان کو ہمیشہ نیکی کی طرف مائل کرتی ہے۔ یہ تینوں قسم کے پرلوک کے خیالات قدیم زمانہ کے تین الہام ہیں ویدوں کے دریافت ہونے سے ہی ہم انیسویں صدی میں وہم اور خیالات کی ان ابتدائی حالتوں کو دیکھتے ہیں جو کہ دوسری زبانوں کے شروع ہونے سے پہلے گزر چکے تھے۔ ویدوں نے ہمارے سامنے ایک پرانے شہر کو نکالا ہے جو تمام دیگر مذہبوں کی تاریخ میں دیات اور فضلات سے پر ہے اور کاریگری کے نئے مصالحہ سے طیار کیا گیا ہے۔ ہمارے زمانہ دراز کے بچپن کے نہایت ہی ابتدائی اور سبق سکھلانے والے نظارے پھر از سر نو ہماری یادداشت کے افق پر اٹھتے ہیں جو کہ ۳۰ یا ۴۰ سال قبل ازیں بالکل مفقود ہو چکے تھے اب میں مختصر الفاظ میں تبلاؤنگا کہ کس طرح ہندوستان میں مذہبی عروج کے پہلو بہ پہلو فلسفہ کے خیالات بھی نشو و نما پا رہے تھے

بڑی خوبی ہم ہندوستان کے علم ادب میں یہ دیکھتے ہیں کہ فلسفہ ہندوؤں کے
دھرم کو مکمل کرتی ہے۔ فلسفہ اور دھرم پہلو بہ پہلو چلتے ہیں ایک دوسرے
کے ورودھ نہیں ہیں یہ دھرم کا سب سے اعلےٰ (اتم انگ) جز ہے۔ نہایت ہی
قدیمی فلسفہ کا پرانا نام ویدانت ہے یعنی ویدوں کا سب سے اعلیٰ (مدعا
یا ویدوں کا انت)۔ اب ہم پھر ایک دفعہ زمانہ سلف کے ایک مستند
پنڈت کے خیالات کا اعادہ کرتے ہیں جو پانسو برس قبل مسیح ہو گزرا ہے
وہ کہتا ہے کہ میرے زمانہ سے پہلے جس قدر دیوتا ہو گزرے ہیں اُن میں
تین قسم کے ہی اتم ہیں یعنی پرتھوی۔ وایو اور آسمان کے دیوتا جو مختلف
ناموں سے پکارے جاتے ہیں وہی مصنف کہتا ہے کہ درحقیقت ایک ہی
خدا ہے۔ لیکن وہ اسکو پرماتما۔ خالق۔ عالم اور تمام چیزوں کا رکھشا کرنیوالا
نہیں پکارتا۔ بلکہ وہ اُسے آتما کے نام سے منسوب کرتا ہے۔ اس لئے اُس
ایک آتما کی بہت سادھنوں سے استتی کی جاتی ہے دوسرے دیوتا اُس آتما
کے انگ ہیں۔ اس لئے رشی لوگوں نے قدرت کے بیشمار نظاروں کو دیکھکر
اُن کے مطابق استوتر گائن کئے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ یہ خیالات ایک ودوان پنڈت کے ہیں نہ کہ کسی رشی کے
لیکن تاہم اس قسم کے فلسفانہ خیالات پانسو برس قبل مسیح کے پائے جاتے ہیں
اور ایسے خیالات کا اصل اصول بعض وید منتروں میں بھی پایا جاتا ہے
ہم نے منتروں سے چند ایسے حوالے پہلے نقل کر دئے ہیں جیسے کہ دے منتر
ورن اور اگنی کے بارہ میں ورنن کرتے ہیں وہ آسمانی پکشی گرُتمت ہے
وہ ایک ہی ہے اور رشی لوگ اسے مختلف ناموں سے پکارتے ہیں
وے یم اگنی اور ماترشوا کہکر پکارتے ہیں۔

ایک اور رچا میں جس میں سورج کو پرندہ سے مشابہت دی گئی ہے
کہا گیا ہے کہ رشی لوگ اپنے الفاظ میں اُسے کئی شکلیں کہتے ہیں جو کہ دوسرے
ناموں سے مشہور ہے مگر دراصل ایک ہی ہے۔ اس تمام مسئلہ پر داناؤں
کا رنگ چڑھا ہوا ہے لیکن اور بھی ایسے منتر ہیں جن سے کہ زیادہ رشتی

ان خیالات پر پڑتی ہے جیسے کہ ایک رشی پرشن کرتا ہے۔ جب وہ پہلے پیدا ہوا تو کس نے اُسے دیکھا جبکہ پیدا کرنے والے کی کوئی ہڈی نہیں تو اسکو انسانی جسم کے واسطے کہاں سے استخوان ملے۔ دنیا کا خون۔ وجود اور سانس وغیرہ کہاں تھے کون کس سے یہ بات پوچھنے گیا۔

ویدک علم ادب کے دوسرے زمانہ میں برہمن گرنتھوں اور اپنشدوں میں جو ویدانت کا جزو ہیں یہ خیالات درجہ تکمیل اور فصاحت تک پہونچتے ہیں یہاں مذہبی خیالات کا عروج جو دیوتاؤں سے شروع ہوتا ہے ختم ہو جاتا ہے پر ماتما کو بہت مختلف دیوتاؤں کے سمجھنے کی بجائے اب بہت نام ایک کے ہی سمجھے جاتے ہیں پرانے ناموں سے اب نفرت کی جاتی ہے بلکہ پرجاپتی وشوکرما اور داتری وغیرہ نام اب بالکل معدوم ہو گئے جاتے ہیں آجکل جو نام مستعمل ہوتے ہیں وہ نہایت ہی پاکیزہ اور اعلیٰ آدرش کو ظاہر کرتے ہیں یہ لفظ آتما یا اس سے لفظ اگور (دسترس) سے زیادہ باریک اور بامعنی ہے وہ تمام چیزوں کا آتما ہے اور تمام قدیمی داستانی دیوتاؤں کا وجود ہے کیونکہ وہ صرف فرضی نام نہیں تھے بلکہ کچھ مطلب خیز نام تھے۔ آخر کار یہ آتما ہی سچے معنوں میں ہر ایک آتما جا ر شانتی حاصل کرتا ہے۔ آپکو یاد ہوگا۔ میں نے دوسرے لیکچر میں ایک لڑکے کا ذکر کیا تھا جس نے پتا کو کہا تھا کہ مجھے بھی یگیہ میں قربان کرو جب وہ یم کے پاس گیا تو اُس نے تین ور اسکو دیئے اور تیسرا ور یہ تھا کہ مرنے کے بعد انسان کی اوستھا کیا ہوتی ہے یہ مکالمہ ایک اپنشد میں درج ہے جو ویدانت کا ایک جزو ہے جو ویدوں کا مہان آدرش ہے میں اس میں سے کچھ آپکو سناؤنگا کیونکہ یہ نہایت ہی دلچسپ قصہ ہے۔ یم نے کہا جو منش کہ مورکھ ہیں اور دنیا میں رہتے ہیں اگرچہ وہ اپنے خیال میں دانا ہیں اور خالی علم کے گھمنڈ میں ہیں مثل اس اندھے کے ادہر اُدہر ڈگمگاتے ہیں جس کا راستہ دکہلانے والا بھی اندھا ہو۔ اُس بے پرواہ بچے کی آنکھوں کے سامنے آئندہ کا خیال کبھی نہیں آتا جو دولت کے نشہ میں مخمور رہتے وہ خیال کرتا ہے کہ یہی دنیا ہے اور کوئی دنیا نہیں پس وہ بار بار جنم مرن

کے پھندے میں پڑا رہتا ہے جو بدھیمان پرش کہ اپنی آتما کا وچار کرکے اپنے اندر اپرائمے ساکھشی آتما کو پہچانتا ہے جو ورشی گوچر نہیں ہے جو تاریکی میں بھی پرویش کرتا ہے ۔ جو غار میں چھپا پڑا ہے جو گپھا میں نواس کرتا ہے وہ شوک اور موہ سے پار ہو جاتا ہے۔ وہ گیانی آتما نہ پیدا ہوتا ہے نہ مرتا ہے وہ نہ کسی سے آیا اور کبھی کوئی چیز نہ تھا وہ انادی اجنما ہے وہ کبھی نہیں مرتا ہے اگرچہ شریر کا ناش ہو جاتا ہے وہ آتما سوکھشم سے سوکھشم ہے اور دیرگھ سے دیرگھ ہے۔ ہر ایک پرانی کے پردے میں نہاں ہے جو شخص کہ شوک اور لوبھ سے ایتران ہو جاتا ہے وہ پرماتما کی دیا سے آتما کا درشن کرتا ہے۔ اگرچہ چپ چاپ بیٹھا ہو وہ بہت دور تک چلا جاتا ہے۔ اگرچہ لیٹا پڑا ہو وہ ہر جگہ جاتا ہے۔ سوائے آتما کے پرماتما کو کون جانتا ہے کون خوشی کرتا ہے اور کون خوشی نہیں مناتا۔ وہ آتما نہ تو ویدوں سے پراپت ہوتا ہے نہ بدھی سے نہ ودیا سے جسے پرماتما پسند کرتا ہے وہی اسے پا سکتا ہے آتما اسکو پسند کرتا ہے گویا وہ اس کا اپنا ہے لیکن وہ جو پہلے اپنی بدیوں سے باز نہیں آتا جسنے اپنے من اور اندریوں کو قابو نہیں کر لیا۔ جس کے من میں شانتی نہیں ہے۔ وہ ودیا کے ذریعہ بھی پرماتما کو نہیں جان سکتا۔ کوئی انسان سانس کے ذریعہ زندہ نہیں ہے جو اوپر اور نیچے جاتا ہے۔ بلکہ ہم کسی اور وستو کے ذریعے جیتے ہیں۔ اب میں تجھے یہ بھید تبلاؤنگا جو نت شبد دبرہمن ہے اور مرتیو کے بعد آتما کی کیا اوستھا ہوتی ہے بعض تو پھر پرانیوں میں جسم لیتے ہیں بعض برکھشوں اور پتھروں میں داخل ہوتے ہیں اپنے کرم اور گیان انوسار جونی ملتی ہے لیکن وہ جو مہان آتما ہے جو ہمارے اندر جاگتا ہے جبکہ ہم سوئے ہوئے ہوتے ہیں اور سندر صورتیں یکے بعد دیگرے طیار کرتا ہے۔ اسکو جیوتی۔ برہمن اور امر کہتے ہیں۔ تمام برہمانڈ اسکے ادہار پر ہیں اور کوئی اس سے پرے نہیں جا سکتا۔ یہی پرماتما ہے۔ جسطرح کہ اگنی جب دنیا میں پرویش کرتی ہے تو ایک ہوتی ہے۔ لیکن جس جس چیز کو جلاتی ہے ویسے ہی مختلف ہوتی جاتی ہے۔ اسیطرح آتما جو تمام وستوؤں

کے اندر ہے جس جس چیز کے اندر جاتا ہے۔ اُسی کے انوسار بھن بھن ہوجاتا ہے۔ لیکن وہ الگ بھی رہتا ہے۔ ایک ازلی وچار کرنے والا ہے جو کہ ہر وقت مادی خیالات کو وچارتا ہے۔ اگرچہ وہ ایک ہے مگر بہتوں کی خواہشوں کو پورا کرتا ہے جو بدھیمان پرش کہ اسکو اپنی آتماہیں انوبھو کرتے ہیں وہ شانت اور امر ہو جاتے ہیں یہ تمام سنسار جب برہمن اپنی کرتا ہے اسکے سوانس میں کانپتا ہے وہ برہما کھینچی ہوئی تلوار کی طرح بھیانک ہے وہ جو اسکو جان لیتے ہیں اُس برہم تک نہ تو بانی و وار اپہونچ سکتے ہیں۔ نہ من و وار انہ چکشو دوارا۔ اسکو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ مگر وہ جو کہتا ہے وہی ایک ہے جب دل کی تمام کامنائیں سنتشٹ ہو جاتی ہیں تب وہ امر ہو جاتا ہے اور برہم کو پراپت ہوتا ہے۔ جب ہردے کی تمام گانٹھیں کھل جاتی ہیں تب آتما امر ہو جاتا ہے۔ یہاں میری سکھشا کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس کا نام ویدانت یعنی وید کا خاتمہ ہے اور یہی دھرم یا فلسفہ ہے جو ۰۰ برس قبل مسیح سے اب تک آریہ ورت میں پرچلت رہی ہے۔ اگر ہندوستان کے لوگوں کا کوئی دھرم بیتری یگ شہزادہ اور ذات پات کے بندھنوں کے سوا اب تک چلا آیا ہے وہ ویدانت فلاسفی ہے۔ جسکے موٹے موٹے اصول ہر ایک گانو کے لوگوں تک جانتے ہیں۔ دھرم کا تپر جیوت کرنا جو رام موہن رائے سے ۵۰ برس پہلے شروع کیا تھا۔ جس کا نام آجکل برہمو سماج ہے جس کا بانی میرا دوست بابو کشیب چندر سین ہے اس کا انحصار اپنشدوں پر تھا جنکی تعلیم ویدانت سام کر رہا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ ہندو خیالات کے نہایت ہی قدیمی اور عجیب خیالات جو ۳ ہزار برس سے زیادہ تک پھیلے رہے ہیں اُن کے درمیان اٹوٹ سلسلہ جاری ہے۔ آج تک ہندو لوگ۔ دھرم سنسکار۔ رواج اور قانون میں سوائے وید کے کسی اور کو مستند نہیں مانتے۔ جب تک ہندوستان آریہ ورت ہے کوئی شکتی ویدانت کی اُس پراچین بھاؤ کو نہیں مٹا سکتی جسکو ہر ایک ہندو بچپن کے زمانہ سے اپنے رگ و ریشہ میں رکھتا ہے جو کہ برہمنوں کی پرارتھناؤں میں۔ فلاسفروں کے دماغ میں اور فقرا

کی عام ضرب المثلوں یا کہاوتوں میں پایا جاتا ہے ؎
اس لئے اُن گپت سروتروں سے کچھ گیان حاصل کرنے کے لئے جن سے آریہ ورت کے سب سے اتم اور نیچ لوگوں کے چلن خیالات اور افعال کا نشچہ ہوتا ہے۔ ان کے دھرم سے واقفیت جس کا انحصار وید ہے اور اُنکی فلسفہ میں دسترس ہونا نہائیت ضروری ہے۔ جس کی بنیاد ویدانت پر ہے جس طرح یورپ کے بعض مدبراں اکثر پوچھتے ہیں اور ساتھ ہی اس خیال پر تمخول اڑاتے ہیں کہ دھرم اور فلسفہ کا پالیٹکس (امور تمدن و ملکی) سے کیا تعلق ہے اگرچہ ہندوستان میں مذہبی خیالات سے لاغرض اور بے پرواہی ظاہر کیجاتی ہے۔ مگر باایہمہ دھرم اور فلسفہ اسوقت تک ہندوستان میں بڑی بھاری طاقت ہیں فدا آپ دو دیسی مدبراں کے کارنامے مطالعہ کریں جو جوناگڑھ اور بھاؤنگر ریاست میں بڑے نامور ہو گزرے ہیں جن کے نام نامی گوکل جی اور گوری شنکر ہیں آپ انہیں پڑھکر دیکھیں گے کہ ویدانت اسوقت تک ہندوستان میں اخلاقی اور پولیٹیکل طاقت سمجھی جاتی ہے۔ لیکن میرا دعویٰ اس سے بھی بڑھکر ہے میں اس کے مطالعہ کرنے کیلئے صرف سول سروس کے طلباء ہی کو سفارش نہیں کرتا۔ بلکہ اُن تمام فلسفہ کے طلباء کو بھی جو علم فلسفہ میں کامل مہارت حاصل کرنے کے خواہشمند ہوں ویدانت ان کے سامنے زندگی کا وہ پہلو پیش کرتا ہے جو زندگی کے ان تمام پہلوؤں سے مختلف ہے جو فلاسفی کی تواریخ میں ہمارے سامنے رکھے گئے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کس طرح تمام دیوتاؤں کے بعد اپنشد کاروں نے آتما کو معلوم کیا ہے۔ اس آتما سے انہوں نے تین چیزیں معلوم کی ہیں یعنی یہ کہ آتما ہے وہ انوبھو کرتا ہے اور کہ وہ سروانند ہوسکتا ہے۔ باقی وہ نرگن ہے یعنی آتما یہ یا وہ نہیں ہے وہ تمام چیزوں سے پرے ہے جو ہم چنتن کرتے ہیں یا انوبھو کرتے ہیں۔ لیکن وہ آتما جسے پرماتما بھی کہا جاتا ہے سخت تپ کرنے سے پراپت ہوتا ہے جو لوگ اس تک نہیں پہونچ سکتے تھے انہیں چھوٹے درجہ کے دیوتوں کے پوجنے کی آگیا تھی اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے کے لئے اُن کی تعریف میں شلوک

مبالغہ کرتے تھے وہ لوگ جو دیوتاؤں کو محض نام یا وجود ہی تصور کرتے تھے
جنہیں سنسکرت میں وہ پرتیکیش کہتے ہیں جانتے تھے کہ وہ جوان ناموں
یا وجودوں کی پوجا کرتے ہیں فی الحقیقت او دیا سے اُس پرماتما ہی کی پوجا
کرتے ہیں ہندوستان کے دھارمک اتہاس میں یہ امتنیت وششٹ گن ہے
چنانچہ بھگوت گیتا میں جو ویدانت کی مستند اور ہر دلعزیز کتاب ہے بھگوان
کہتا ہے "وہ جو پرماتما پوجتے ہیں درحقیقت میری پوجا کرتے ہیں۔ لیکن یہاں
ہی تک نہیں ہے۔ جس طرح اگنی۔ اندر اور پرجاپتی ناموں کے پیچھے
اور تمام قدیمی داستانوں کی تہ میں ہندوستان کے قدیمی رشیوں نے آتما کو
انوبھو کیا تھا۔ انہوں نے شریر۔ اندریوں۔ من اور بدھی کے پرے ایک
اور آتما میں انوبھو کیا تھا وہ پرماتما سخت تپ اور یوگ ابھیاس سے ہی
انوبھو ہوسکتا ہے جو لوگ اُسے پراپت کرنا چاہتے ہیں جو اس آتما کو
جاننا چاہتے تھے۔ انہیں بہت سخت تپ کرنا پڑتا تھا۔ یہ تمام دیو کہلاتے
تھے۔ جو کہ محض نام ہی تھے مگر بے مطلب نہ تھے۔ یہ خیال ویدانت درشن
میں باقاعدہ اور مکمل معلوم ہوتا ہے جو شخص کہ برکلے کی فلسفہ کی پرشنسا
نہیں کرسکتا وہ انپشدوں۔ برہمن۔ سوتروں اور اُن کے بھاشوں کو سوائے
بدھیمان اور دیرگیہ درش ہونے کے مطالعہ نہیں کرسکتا۔ میں مانتا ہوں کہ
اس کے لئے دھیرج۔ دھرتی اور بہت صبر بلکہ برہمچرج کی ضرورت ہے قبل
اسکے کہ ہم مشرقی فلسفہ کی تاریک معدنیات میں سونے کے ذرات حاصل کرنے
کا یتن کریں۔ نکتہ چینوں کے لئے قدیمی دنیا کی فلاسفی اور مذہبی مضحکہ خیز
باتوں پر نکتہ چینی کرنا سہل ہے بجائے اسکے کہ ایک سنجیدہ طالب علم
اُن کے اندر سے دانائی اور سچائی کو دریافت کرے۔ تاہم اس تھوڑے
سے زمانہ میں بہت کچھ ترقی ہوگئی ہے۔ اب مشرق کی مقدس کتابیں دنیا
کے لئے مخول اڑانے کی کتابیں نہیں رہیں۔ اب انہیں تاریخی دستاویز
سمجھا جاتا ہے جو انسانی دماغ کی تاریخ میں نہائت ہی قدیمی دستاویز ہیں جو کہ
علم تحقیقات حالات قدیم کے باقاعدہ دفتر ہیں۔ جن کو مطالعہ کرنا زیادہ دلچسپ

اور مفید ہے بہ نسبت اسکے کہ زمین کی قدرتی بناوٹ کا مطالعہ کیا جاوے۔ جیسے کہ ہم کچھ عرصہ کے لئے قیام پذیر ہیں یا انسانی جسم کی بناوٹ اور آفرنیش کے اعضاء بڑھنے کا مطالعہ کیا جاوے ۔

اگر آپ کا یہ خیال ہو کہ میں مبالغہ آمیز الفاظ تحریر کرتا ہوں۔ تو اسکے ثبوت میں آپ کے سامنے شوپن ہار کی رائے پڑھتا ہوں جو اعلیٰ درجہ کا فلاسفر اور دیرگہہ درشی انسان ہو گزرا ہے۔ جس کی رائے ویدانت اور اپنشد کے بارہ میں حسب ذیل ہے "تمام دنیا میں کسی کتاب کا مطالعہ ایسا مفید اور اُونچے بھاؤ پیدا کرنے والا نہیں جیسا کہ اپنشدوں کا۔ یہ میرے جیون میں شانتی دینے والے ہیں اور مرتیو کے سمے میں بھی مجھے شانتی دینگے"۔ میتے ہتی الوسع اپنے لیکچروں کے دوران میں آپ کو قدیمی ہند کے قدیمی علم ادب اور قدیمی دہرم کا کچھ خیال دے دیا ہے۔ میرا مطلب آپ کے سامنے صرف نام اور واقعات پیش کرنے سے نہیں تھا یہ تو آپ کی کئی چھپی ہوئی کتابوں میں مل سکتے ہیں بلکہ میرا مدعا یہ تھا کہ میں آپکو وہ تمام انسانی مفادو کہلاؤں جو کہ انسانی نسل کی تاریخ کے نہائیت ہی قدیمی باب میں پائے جاتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ وید۔ ان کا مذہب اور فلسفہ آپ کو عجیب اور اجنبی معلوم نہ ہو۔ بلکہ آپ محسوس کریں کہ اس میں کوئی ایسی چیز ہے جس کا تعلق ہمارے جیون کے ساتھ ہے جو ہماری اپنی دماغی افزائش سے وابستہ ہے۔ ہمارے عہد طفولیت کی یادداشتیں ہیں یا کم ازکم ہماری قوم کے عالم بچپن کے خیالات کا اجتماع ہیں میرا یقین ہے کہ ہم اپنی زندگی کی موجودہ اوستھا میں بھی ویدوں سے ایسے ضروری سبق سیکھتے ہیں۔ جیسے کہ ہم مدرسہ میں ہومر اور ورجل کی کتابوں سے اور نیز ویدانت ودرشنی سے ایسے فلسفہ کے خیالات اور عجوبات حاصل کر سکتے ہیں۔ جیسے افلاطون یا سپائنوزا سے ۔

میرا مطلب یہ نہیں کہ ہر ایک انسان کے لئے سنسکرت اور ویدک سنسکرت کا مطالعہ کرنا لازمی ہے۔ جو اسبات کے معلوم کرنے کا خواہشمند ہو

کہ کس طرح انسانی نسل موجودہ اوستھا کو پہونچی۔ کس طرح زبان نے موجودہ حالات تک عروج اور ارتقا حاصل کیا اور کس طرح مذہبی خیالات نے موجودہ زمانہ تک پلٹے کھائے اور کس طرح اخلاق۔ رواج۔ قوانین اور راج نیتی کے اصول موجودہ اوستھا تک پہونچے۔ لیکن یہ میرا پکا نشواش ہے کہ سنسکرت کے نہ مطالعہ کرنے اور ویدوں کے نہ پڑھنے سے انسانی دماغ کی تواریخ میں تاریک راستوں پر روشنی کا پڑنا محال ہے اور اس دماغ وبدھی کی ماہیت کا جاننا (جس پر کہ ہم اپنے جیون کا انحصار رکھتے ہیں) دشوار ہے بلکہ اسقدر نقصان ہوگا جسطرح کہ ہم زمین اور علم طبقات الارض کے حالات سورج۔ چاند اور سیاروں کی گردشیں جاننے کے بغیر اپنے جیون کو بسر کر جاویں اور کچھ نہ معلوم کریں کہ کون ان حرکات کو ترتیب میں رکھتا ہے اور کس طرح یہ تغیرات اور حرکات پیدا ہو رہے ہیں *

کاتک سمت ۱۹۶۸

سماپت ہوا

کہاں ہم تھے ملک کے خوار و نشستن

طلسم نہیں تو اور کیا

کہاں ہم ہیں ملک کے خوار و شمندوں

سنئے صاحب! صرف قلیل عرصہ یعنی چند ماہ میں دی پنجاب جنرل برنس
کمپنی پپلاں ضلع میانوالی کی تعداد ممبران چھبیس ہزار تک پہنچ گئی ہے
جو کہ اس کی قابلیت کا کافی ثبوت ہے۔ اگر اب بھی جناب داخل
ہو کر مستفید نہ ہونگے۔ تو کب ہونگے۔ جلدی ممبر بن کر فائدہ
اٹھائیے۔ اور اخراجات شادی وغیرہ
پر دل کھول کر کیجئے۔ مفصل حال پراسپکٹس
منگوا معلوم کر سکتے ہیں جو بلا قیمت ارسال ہوگی۔

شاخ ہائے کمپنی رفاہِ عام پانچ شاخیں کھولی ہیں شادی منگنی۔ تہور سنت یگیوپویت یعنی جینو۔ جھنڈ یا کیس دھارن۔

میعاد ممبری ۔ تمام شاخوں میں سے ہر شاخ کی میعاد ممبری
چھ ماہ یا کم از کم چھ چندے ہے ہر شاخ پانچ درجوں میں منقسم ہے
ممبر پانچ درجوں میں شامل ہو سکتا ہے تفصیل چندہ حسب ذیل ہے

چندہ درجہ اول عہ ماہوار درجہ دوم صہ ماہوار درجہ سوم سے ماہوار
درجہ چہارم عہ ماہوار درجہ پنجم ۱ر لایق ایجنٹوں کی ہر وقت ضرورت ہے ہر انجمن
کا حساب آخیر ماہ کو بند ہو کر دوسرے ماہ کی ۱۰ تاریخ تک صدر میں پہنچ جانا لازم
ہے۔ ورنہ اس ماہ کا حق کمیشن مجرا نہ دیا جاویگا۔ ملک کا خادم

پیرا نند ملہوترہ جنرل منیجر دی پنجاب جنرل برنس کمپنی پپلاں ضلع میانوالی

ہمارا دعویٰ ہے

کہ امدادی فنڈوں کے برخلاف چاہے کسقدر زبردست قانون نافذ کئے جائیں
اور کتنی ہی مخالفت کا اظہار ہو ان کی ہستی کو کوئی خطرہ نہیں بشرطیکہ

دیانت داری اور نیک نیتی کے سنہری اصول

کا خیال رکھکر منتظمان فنڈ اپنے فرائض سمجھتے ہوئے نیک نیتی اور مستقل مزاجی سے کام کریں صرف
ایسے حالات میں وہ ملک کیلئے مفید ہو سکتے ہیں اور انکو قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھا جاسکتا ہے مگر افسوس کہ

امدادی فنڈوں جیسی اہم ذمہ واری

کو ہمارے بعض بھائیوں نے بالکل نہیں سمجھا ہم بھارت بزنس کمپنی کلور کوٹ کی طرف سے

ڈنکے کی چوٹ

ہر ایک ممبر کو خصوصاً اور عام پبلک کو عموماً دعوت کرتے ہیں کہ وہ آئیں اور اپنے ہر ایک قسم کے
شکوک رفع فرمادیں اگر وہ سچائی کے حامی ہیں تو ان کا بھی فرض ہے کہ بلا تحقیقات

سب کو ایک لاٹھی ہانکنا

شروع نہ کریں ہم آپکا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں آیئے اور ہر طرح تسلی کر کے اس فنڈ کے
ممبر بنکر ہماری خدمات کا اعتراف فرمایئے قواعد آسان اور ہمارا طریقہ کام تسلی بخش ہے تمام
بھائی بلا لحاظ مذہب و ملت داخل ہو سکتے ہیں مفصل قواعد کیلئے ایک پیسہ کا کارڈ مندرجہ ذیل
پتہ پر لکھدیجئے۔

ہمت رام سکرٹری بھارت بزنس کمپنی کلور کوٹ ضلع میانوالی

زندگی کو قائم رکھنے کا عجیب ٹوٹکا

اگر آپ کا یہ خیال یقینی ہے کہ ہندو قوم بن آئی موت کر رہی ہے تو تمام ہندؤں کو اپنی صحت کا خیال رکھنا سب سے ضروری ہے۔ اگرچہ ہندو قوم عموماً لاچار ہو کر ان کی خوراک بالکل معمولی ہوتی ہے اور جو امیر آدمی عمدہ خوراک کا بھی استعمال کرتے ہیں وہ ورزش سے عاری اور غذا کے ہضم کرنے کے ناقابل ہونے کے باعث ہمیشہ بیماری بلکہ بیماری در بیماری میں مبتلا دیکھے جاتے ہیں اور ہر طرف سے ہر قسم کی کمزوری کی شکایت سنائی دیتی ہے اسلئے ہم ان اشخاص کو مژدہ دیتے ہیں کہ جو صاحب مضبوط و توانا بننا چاہتے ہیں اور دودھ اور گھی ہضم کرنے کے خواہاں ہیں نیز گئی ہوئی طاقت کو واپس لانا چاہتے ہیں جو کئی قسم کے بے جا حرکتوں کے باعث ویرج یعنی منی کو ناش کر چکے ہیں اور چاہتے ہیں کہ نئے سرے سے جوان مرد ہو جاویں آئیں ہماری اکسیر اعظم کا استعمال کریں اس کے استعمال سے جسمانی اور دماغی کمزوری دور ہو کر ایک ہفتہ میں ہی سات پونڈ نیا خون جسم میں بڑھ جاتا ہے جس کا ثبوت وزن کرنے سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ نیز جریان اور احتلام و ضعف باہ وغیرہ سے رہائی حاصل ہو جاتی ہے ہماری تحریر کی صداقت جھنگ سیال جیسے آزاد ویس اخبار کا تجربہ اور ریویو کافی ہوگا۔

جھنگ سیال ۲ اپریل سینکڑوں بیسیوں اشیاء ریویو کیلئے آتی ہیں لیکن بانکا دیال کبھی ان پر غور نہیں کرتا۔ حکیم کرپا رام صاحب سیٹھی کا اکسیر اعظم بھی دیگر اشیاء کی طرح پھینک دیا جاتا۔ مگر اس کے ہمراہ بانکا دیال کے ایک خاص دوست لالہ خیراتی رام صاحب خاکسار کا خط تھا کہ اس کو دیکھو جو پاؤ ریویو فرماؤ خیال آیا ہو نہ ہو یہ دوائی کسی نسخے سے بنی ہے جس کی نسبت خاکسار بھی سفارش کرتا ہے۔ بانکا دیال نے اپنے دوست کو تجربہ استعمال کرائی دوائی واقعی اکسیر اعظم ہے۔ بانکا دیال کا دوست جو بمشکل ایک چھٹانک گھی ہضم کر سکتا تھا پاؤ یا ڈیڑھ ڈیڑھ پاؤ گھی ہضم کرنے لگا سیروں دودھ پی جاتا اور کھانا تک بھی زیادہ طبیعت بشاش رہنے لگی چہرہ پر بھی تازگی کے آثار نمایاں ہو گئے مطلب یہ کہ دوائی نے اپنی تعریف بانکا دیال سے زبردستی کرائی ہے۔

المشتہر حکیم کرپا رام سیٹھی مہتمم کارخانہ اکسیر اعظم المعروف کرپالو بستان حافظ آباد

ضرورت
دی پاپولر میوچل ریلیف فنڈ لمیٹڈ
جھنگ مگھیانہ
کے لئے
چست و چالاک ایجنٹوں کی جو کہ فنڈ ہذا کا کام
بخوبی کر سکیں۔ کمیشن معقول۔ شرائط پسندیدہ
قواعد مقبول عام۔ اِس وقت تعداد ممبران
۶۰۰۰ ہے (چھ ہزار ہے) اور روز بروز بڑھ رہی ہے
نیازمند
ٹکایا رام میجنگ ڈائریکٹر دی پاپولر
میوچل ریلیف فنڈ لمیٹڈ جھنگ مگھیانہ

ہمالیہ کا شدھ سلاجیت

اصل سلاجیت کا ست

دنیا میں ہمالیہ پہاڑ کا سلاجیت (کالی ہوسیانی) مشہور ہے آپنے اسکی بابت سنا ہوگا لیکن اصل سلاجیت آپنے دیکھا بھی نہیں جو سلاجیت بازار فروخت ہوتا ہے۔ وہ بالکل بناوٹی میل سڑے ہوئے پتوں اور بوسیدہ چیزوں کا مرکب ہوتا ہے جو بجائے فایدہ مند ہونیکے الٹا نقصان پہونچاتا ہے ہم نے اصل سلاجیت کو پوری طرح سے شدھ کر کے کاست تیار کیا ہے جس نے ہمارے سلاجیت کے ست کا ایک مرتبہ بھی استعمال کیا۔ وہ ہمیشہ کے لئے اسکے عجیب وغریب فائدوں کا معتقد ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ہندوستان میں کیا بلکہ روئے زمین کے دیگر ممالک میں بطرف مشہور ہو رہا ہے۔ یہ سب قسم کے جریان کمزوری پٹھوں و دماغ۔ ضعف معدہ اور بواسیر وغیرہ کے مرضوں کے لئے اکسیر اعظم ہے۔

آپ اس کو چند روز استعمال کریں۔ پھر آپ کو کسی دوا کی ضرورت نہ ہوگی تندرست انسان جو اسکا استعمال کرینگے انکا معدہ ایسا قوی ہو جائیگا کہ جو کھائینگے ہضم کر سکیں گے بھوک کھل کر لگے گی جسم میں قوت اور دل و دماغ میں فرحت پیدا ہوگی۔ خون بڑھ جائیگا اور کوئی مرض انکو دبا نہ سکے گی۔

صحت کے طلبگاروں کو ایکدفعہ اسکے فائدونکی آزمائش ضرور کرنی چاہیئے۔

قیمت شیشی نصف اونس ... شیشی نمونہ

المشتہر

ہمالیہ اوشدھالہ شملہ و لاہور

مژدہ! مژدہ!! مژدہ!!!

ملک و قوم کی خاطر دی ہند و برنس کمپنی
نے ڈیرہ اسمعیل خان میں جنم لینا منظور
فرمایا ہے جس میں فی الحال تین شاخہائے
ہیں **شادی منگنی جھنڈ** چندہ
ماہواری اسقدر کہ غریب سے غریب اور امیر سے امیر
بھی داخل ہو کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں آج ایک پیسہ
کا کارڈ بنام مینجنگ ایجنٹ ڈالکر قواعدات ملاحظہ
کیجیے اور خود فائدہ اٹھائیے اور دیگر لواحقین کو
مستفید بنائیے نیز ساہوکار و آڑھتی صاحبان بھی
ہماری معرفت کاروبار کر سکتے ہیں

ملک کا خادم
ایل۔ آر کھیٹر **مینجنگ ایجنٹ** دی ہند و برنس کمپنی
ڈیرہ اسمٰعیلخان

نیشنل انشورنس اینڈ بنکنگ کمپنی لمیٹڈ
امرتسر
ایجنٹوں کی ہر قصبہ میں ضرورت ہے نہ صرف کمیشن معقول پنشن بھی
حصص
تجویز شدہ سرمایہ دس لاکھ
روپیہ فی حصہ یکصد روپیہ
منافع - ۶ فیصدی سے ۱۲ فیصدی
آجتک دیا گیا ہے ۶۰ لاکھ حصص تقریباً
فروخت ہوچکے ہیں فوراً خریدنے کیلئے
درخواست بھیجدیں ورنہ قیمت
چڑھ جائیگی تعداد حصہ داران نہایاد گیارہ
سو بیمہ کنندگان ۳۵ ہزار
پرانی بیمہ کمپنیوں کے حصص اسوقت دوگنی چوگنی
قیمت پر فروخت ہورہے ہیں دو چار
سال بعد ہماری کمپنی کے بھی حصص
چڑھ جائینگے - وقت پر خرید
کریں - مفصل پتہ
پراسپکٹس طلب کریں
محکمہ بنک ساہوکار
فلوٹنگ یعنے چلت حساب پر سود
بشرح ۳ روپیہ فی صدی سالانہ دیا
جاویگا فکسڈ ڈیپازٹ میعادی
امانت پر تین فیصدی سے ۶ فیصدی سالانہ تک
سود حسب میعاد دیا جاتا ہے
سیونگ حساب کم از کم ایک روپیہ سے کھولا
جاتا ہے اور سود بشرح ۴ فیصدی
سالانہ دیا جاتا ہے ہر ہفتہ میں
یکصد روپیہ نکال سکتے ہیں
دیگر کاروبار ہر قسم نہایت بکفایت و
بسہولت کیا جاتا ہے ایک دفعہ
آزمائش ضرور کریں
شاخہائے - بہاولپور - کلکتہ - ڈلہوزی - فیروزپور
گوجرانوالہ - گیا - غازی پور - حیدرآباد
(سندھ) کمالیہ - لاہور - مردان - ملتان
مرزاپور - پشاور - پٹیالہ - سیالکوٹ - سرگودہا
محکمہ بیمہ
بیمہ زندگی بعد امتحان طبی جس
قدر رقم کیلئے کرانا چاہیں
بکفایت کرا سکتے ہیں
موت فنڈ
میں ۱۰ سال کی عمر سے ۶۵ سال
والے تک بلا امتحان طبی داخل ہو
سکتے ہیں چندہ حسب توفیق
ادا کریں
شادی فنڈ
میں ہر شخص داخل ہوسکتا ہے چندہ
حسب مرضی
مفصل پراسپکٹس ہر قسم
کسی دفتر سے طلب کریں
المشتہر پرشوتم لال سبھروال بی - اے چیف منیجر امرتسر

ENADS
SOAP
نیم کا صابن
اس صابون کے استعمال سے بدن نرم اور صاف رہتا ہے اور خون کبھی گندہ نہیں ہو
چہرہ سیب کشمیری کیطرح چمکنے لگتا ہے اور انسان ہر وقت پلیگ جیسی نامراد مرض سے
ت۔ پھوڑا۔ پھنسی وغیرہ امراض کیلئے اکسیر ہے اور زخموں وغیرہ کے دھونے کیلئے نہا
ڈاکٹر صاحبان اسے کاربالک صابن کی بجائے استعمال کراتے ہیں قیمت فی ٹکیہ ۴ر فی بکس
ٹکیہ ہیں ۱۲ درجن بکس (معہ)
احتیاط ہمارے نیم کے صابن کی زیادہ بکری و شہرت دیکھکر بہت سے لوگوں نے نیم کا صابن تیار
شروع کر دیا ہے اسلئے خریدتے وقت ڈاکٹر ایشری پرشاد صاحب کا نام بکس و ٹکیہ صابن پر دیکھ لیا کریں
ہمارے نیم کے صابن پر معزز اخبارات کی تازہ رائیں
اخبار ہندوستان
مورخہ ۱۸ اگست سنہ ۱۹۱۱ء
ہمارے دفتر میں ڈاکٹر ایشری پرشاد صاحب موجد ادویات نیم کا بنایا ہوا نیم کا صابون بغرض ریویو موصول ہوا اسکی نسبت دعوے کیا گیا ہے کہ وہ پھوڑا پھنسی۔ پت۔ سودائی مادہ۔ داد۔ دھدری۔ اور خون کی بیماریوں کو دور کرتا اور جسم کو ملائم رکھتا ہے مہینے ایک بچہ پر جسکے پت کی شکایت تھی اس صابون کا استعمال کرایا اور واقعی مفید پایا پیکنگ وغیرہ بہت خوبصورت ہے قیمت ایک بکس جسمیں تین ٹکیہ ہیں (۱۲ر)
اخبار پرکاش لاہور
۱۵ بھاتک سمت ۱۹
ڈاکٹر ایشری پرشاد صاحب مالک کارخانہ ادویات اجزائے نیم لاہور کی طرف سے ہمیں ایک بکس نیم کے صابن کا ریویو کیلئے آیا ہے یہ بکس اندرونی خوب سیرتی کے علاوہ بیرونی خوبصورتی میں بھی نفیس ہے۔ نیم کے صابون کا استعمال پھوڑے پھنسی اور خارش کے لئے بہت مفید ثابت ہوا ہے
قیمت فی بکس (۱۲ر)
اخبار ٹریبیون لاہور کے ایڈیٹر صاحب
مورخہ ۹ نومبر سنہ ۱۹۱۱ء
کی اشاعت میں تحریر فرماتے ہیں کہ ڈاکٹر ایشری پرشاد صاحب مالک کارخانہ ادویات نیم لاہور کا بنایا ہوا نیم کا صابن تمام جلدی امراض سے محفوظ رہنے کیلئے مفید ہے ڈاکٹروں اور اہل حکمت نے جسم کی تمام خرابیوں کو دور کرنے کیلئے اس کی بہت تعریف کی ہے جو تین ٹکیہ کے ایک نہایت خوبصورت بکس میں بارہ آنے قیمت پر فروخت ہوتا ہے
پتہ ملنے کا ڈاکٹر ایشری پرشاد موجد ادویات نیم لاہور

امرت دھارا (رجسٹرڈ)
دنیا میں نئی ایجاد
رسالہ امرت
احتیاط
نمونہ مفت
امرت دھارا - لاہور